مختصر سیرت

انصار صحابہ کرامؓ

جلد اول

- ابو ایوب انصاریؓ
- انس بن مالکؓ
- ابیؓ بن کعبؓ
- ابو سعید خدریؓ
- ابو دجانہؓ
- اسعد بن زرارۃؓ
- براء بن مالکؓ
- جابر بن عبد اللہؓ
- زید بن ثابتؓ
- حرام بن ملحانؓ

تالیف

ابو صفوان حضرت مولانا
ڈاکٹر عبد الغنی طارق لدھیانوی مدظلہ
فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور
مدیر و استاذ حدیث
جامعہ حمیر اللبنات علامہ اقبال ٹاؤن رحیم یار خان

ناشر

مکتبۃ الحمیراء

متصل جامعہ حمیر اللبنات علامہ اقبال ٹاؤن رحیم یار خان
موبائل: 0300-9679230

مختصر سیرت

انصار صحابہ کرامؓ

جلد اول

تالیف

ابوصفوان حضرت مولانا

ڈاکٹر عبدالغنی طارق لدھیانوی مدظلہ

فاضل جامعہ اشرفیہ لاہور

مدیر واستاذ حدیث

جامعہ حمیراللبنات علامہ اقبال ٹاؤن رحیم یار خان

ناشر

مکتبۃ الحمیراء

متصل جامعہ حمیراللبنات علامہ اقبال ٹاؤن رحیم یار خان

موبائل: 0300-9679230

ضابطہ

★★★★★★

بغیر کسی تبدیلی کے طباعت کی عام اجازت ہے

نام کتاب .... مختصر سیرت انصار صحابہ کرامؓ

تالیف .... ڈاکٹر عبدالغنی طارق لدھیانوی مدظلہ

کمپوز باہتمام .... فضہ اکرم

تاریخ طباعت .... 5 مارچ 2026

فہرست مضامین

پیش لفظ

اما بعد! نحمده ونصلی علی رسوله الکریم

معزز اہل اسلام رب کریم نے جس طرح امت محمدیہ ﷺ کو افضل الامم بنایا۔ اسی طرح اس امت کے رسول کو تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے افضل الرسل، امام الانبیاء، سید الانبیاء بنایا۔

اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق میں سے آپ کو چنا، پھر دوسرے انبیاء کرام علیہم السلام کا انتخاب کیا، انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد، پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا انتخاب کیا۔

اس لیے اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد ساری مخلوقات میں افضل، خلیفہ بلافصل حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، پھر خلیفہ ثانی امیر المؤمنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ، پھر خلیفہ ثالث امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ، پھر خلیفہ رابع امیر المؤمنین حضرت علی رضی اللہ عنہ۔

خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے بعد، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں عشرہ مبشرہ افضل الصحابہ ہیں۔ پھر اہل بدر پھر بیعت الرضوان والے، پھر وہ صحابہ کرام جو فتح مکہ سے پہلے مسلمان ہوئے۔

اس طرح اہل بیت عظام رضی اللہ عنہم اور خصوصاً، سیدة نساء اهل الجنة وسیدا شباب اهل الجنة ،،ودیگر تمام اہل بیت کا مقام بلند ہے۔ پھر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مقام تمام اُمت کے صالحین، اولیاء کرام، دیگر تابعین، تبع تابعین، فقہاء امت، محدثین کرام، مفسرین عظام سے بڑھ کر ہے۔

اس مختصر کی دو جلدوں میں جماعت صحابہ میں سے ایک کا بیان ہے، جس کا ذکر اس آیت میں آیا ہے والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار (الاية) جو مقام اللہ تعالیٰ کے نزدیک صحابہ میں سے مہاجرین وانصار کا ہے وہ کسی دوسرے کا نہیں قرآن پاک میں جگہ جگہ ان دو جماعتوں کا تذکرہ ہے۔

☆ سورۃ انفال میں آیت ۷۲ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَنَصَرُوا أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ

اس آیت کے پہلے حصے میں:

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ، اسمیں مہاجرین کا ذکر ہے، "

وَالَّذِينَ آوَوا وَنَصَرُوا میں انصار کا ذکر ہے،

اسی طرح آیت نمبر ۷۴ میں:

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوا وَنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا۔

اس آیت کے پہلے حصے میں:

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ

میں مہاجرین کا ذکر ہے۔ اور وَالَّذِينَ آوَوا وَنَصَرُوا، میں انصار کا ذکر ہے، آیت ۷۲ میں فرمایا یہ مھاجرین اور انصار ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور آیت نمبر ۷۴ فرمایا، یہی دونوں جماعتیں پکی ایمان والی ہیں۔ انکے لیے مغفرت اور باعزت کا رزق ہے۔

☆ انصار کے فضائل سے کتابیں پر ہیں:

۱) حضور ﷺ نے فرمایا۔ ایمان کی علامت انصار سے محبت ہے، اور نفاق کی نشانی انصار صحابہ سے بغض ہے، (متفق علیہ)

۲) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انصار سے محبت صرف ایمان والے رکھتے ہیں اور انصار صحابہ کرام سے بغض صرف منافق ہی رکھتا ہے جو انصار صحابہ کرام سے محبت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھتے ہیں اور جو شخص انصار صحابہ کرام سے بغض رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس سے بغض رکھتے ہیں۔

۳) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ھجرت نہ ہوتی، تو میں انصار سے ہونا پسند کرتا۔ پھر فرمایا اگر سارے لوگ ایک راستہ پر چلیں اور انصار دوسرے راستے پر چلیں تو میں انصار صحابہ کرام کے راستہ پر چلنا پسند کرونگا (بخاری)

۴) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار سے فرمایا، کہ میرا مرنا جینا اب تمہارے ساتھ ہی ہوگا۔ [مسلم]

۵) حضور ﷺ نے ایک موقع پر انصار سے فرمایا اللہ کی قسم آپ لوگ مجھے سب انسانوں سے زیادہ محبوب ہو (بخاری و مسلم)

٦) حضور ﷺ نے وفات سے قبل وصیت فرمائی کہ انصار کا مقام ایسے ہے جیسے جسم میں معدہ میرے بعد ان کی اچھائیوں کو قبول کرتے رہنا، اور انکی کمی کوتاھیوں کو معاف کرتے رہنا (بخاری)

۷) ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو یوں دعاء دی،
اے اللہ! انصار کی بخشش فرمانا، انکی اولادوں کی بخشش فرمانا، اور انکی اولادوں کی

اولادوں کی مغفرت فرمانا[مسلم]

اسکے علاوہ بھی انصار کے فضائل بے شمار ہیں۔ انصار کی قربانیاں بھی بہت ہیں تمام غزوات میں سب سے زیادہ شہید ہونے والے انصار ہی ہیں۔

☆ بندہ نے انصار صحابہ کرام کا تذکرہ کیا ہے اور اسے دو جلدوں میں تقسیم کیا ہے۔

☆ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات کو لکھنے اور چھانٹنے کا کام کرنے کی توفیق عطاء فرمائی، مختصر سیرت کے عنوان سے جو کام کئے ہیں اللہ تعالیٰ کی توفیق کے ساتھ

وہ حسب ذیل ہیں:

۱) مختصر سیرت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
۲) مختصر سیرت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ
۳) مختصر سیرت حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ
۴) مختصر سیرت حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ
۵) مختصر سیرت شیخین رضی اللہ عنہما
۶) مختصر سیرت خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم
۷) مختصر سیرت عشرہ مبشرہ رضی اللہ عنہم
۸) مختصر سیرت حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ
۹) مختصر سیرت حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ
۱۰) مختصر سیرت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما

یہ تمام کتب کا مواد بنیادی طور پر سییر الصحابہ سے لیا گیا ہے جس میں غیر ضروری باتوں سے اجتناب کیا گیا ہے اور پرانی اردو سے تسہیل کی گئی ہے تاکہ ہر شخص نفع اٹھا سکے اور ہر حصے کو الگ الگ کر دیا گیا ہے تاکہ کئی جلدوں کی کتاب دیکھ کر بندہ

اکتانہ جائے۔

اللہ تعالیٰ اس جہد کو قبول فرمائے۔

طالب دعا

ڈاکٹر عبدالغنی طارق لدھیانوی استاذ حدیث و مدیر جامعہ حمیراللبنات

مختصر حالات (مرتب)

از حمیر الدھیانوی

میرے والد، میرے استاد، میرے شیخ، استاذ حدیث والتفسیر حضرت مولانا عبد الغنی طارق لدھیانوی مدظلہٗ

نام و نسب:

مولانا عبدالغنی طارق لدھیانوی بن حاجی محمد رمضان لدھیانوی بن عبدالرحمٰن لدھیانوی بن نبی بخش لدھیانوی (اللہ تعالیٰ ان سب کی مغفرت فرمائے)۔آمین

خاندانی پس منظر:

میرے والد کے آباؤ اجداد کا اصلی وطن بستی اٹھور تحصیل جگراں واں ضلع لدھیانہ تھا۔اور آپکی والدہ زینب بنت نور محمد بن روڑا۔آپ کی نانی فضل بی بی بنت وریام بن نہال۔آپ کی پڑنانی آمنہ بی بی بنت ابراہیم بستی شادی والا نور پورہ ضلع فیروزپور کے رہائشی تھے۔یہ سب اپنے علاقوں میں زراعت پیشہ تھے۔ تقسیم کے بعد پَر دادا کی زمین انڈیا سے جھنگ کے علاقہ میں منتقل ہو گئی،اور ننھیال والوں کی تلمبہ میں اور بہت ساری زمین کاغذات کی نظر ہو گئی جو نہ مل سکیں۔

قیام پاکستان کے بعد آپ کے آباؤاجداد لدھیانہ سے ہجرت کر کے حویلی بہادر شاہ ضلع جھنگ آ کر آباد ہوئے اور پھر چند سال بعد رحیم یار خان کو اپنا مستقل وطن بنایا۔

☆ والدہ کا خاندان ضلع فیروز پور سے ہجرت کر کے تلمبہ تحصیل میاں چنوں موجودہ ضلع خانیوال سابقہ ضلع ملتان میں آکر آباد ہوئے۔

ہمارے دادا حاجی محمد رمضان صاحب رحمۃ اللہ علیہ پاکستان بننے سے قبل ۱۹۴۰ء کو ضلع لدھیانہ میں پیدا ہوئے۔ اور ہماری دادی پاکستان بننے سے تقریباً ۲ سال قبل ضلع فیروز پور میں پیدا ہوئیں۔ ہمارے دادا مرحوم نے مڈل کے بعد ۱۹۵۶ء اور ۱۹۵۷ء دو سال تک جامعہ خیر المدارس ملتان میں تعلیم حاصل کی، جن کے اساتذہ کرام میں حضرت مولانا مفتی عبد الستار صاحب رحمہ اللہ اور حضرت مولانا محمد صدیق صاحب رحمہ اللہ اور حضرت مولانا عبد الحق جالندھری رحمہ اللہ تھے۔ بعض اعذار کی وجہ سے وہ اپنی تعلیم جاری نہ رکھ سکے اور درس نظامی مکمل نہ کر سکے۔

۱۹۶۰ء میں طلب معاش کے سلسلہ میں رحیم یار خان منتقل ہوئے۔ تھوڑا عرصہ مختلف مشاغل میں مشغول رہنے کے بعد ایک نیک صالح بزرگ حاجی حمید الرحمٰن صاحب کے واسطہ سے لیور براد ز پاکستان میں ملازمت اختیار کی اور حاجی حمید الرحمٰن صاحب کی ہی محنت سے تبلیغی جماعت کی طرف متوجہ ہوئے اور پھر بہت جلد دس دن اور چار ماہ لگانے کا موقع ملا اور ان ایام میں تمام بزرگوں اور خصوصاً حضرت مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمہ اللہ کے بیانات اور زیارت سے

مشرف ہوئے اور مصافحہ کی سعادت بھی حاصل کی۔ اور حضرت حاجی عبد الوہاب صاحب کے ساتھ ایک ہی برتن میں کھانا کھانے کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔ اور اسی دوران حاجی حمید الرحمٰن صاحب کے واسطہ سے خواجہ خواجگان حضرت مولانا خان محمد صاحب (فاضل دارالعلوم دیوبند) سے سلسلہ بیعت قائم کیا جو حضرت مرحوم کی حیات تک قائم رہا۔ حضرت کی وفات کے بعد پاکستان کی مشہور خانقاہ دین پور شریف ضلع رحیم یار خان کے سجادہ نشین حضرت مولانا میاں مسعود احمد صاحب مدظلہ بن حضرت مولانا سراج احمد صاحب دین پوری رحمہ اللہ بن حضرت مولانا عبدالھادی صاحب رحمہ اللہ (فاضل دارالعلوم دیوبند تلمیذ حضرت مدنی رحمہ اللہ) بن حضرت خلیفہ غلام محمد صاحب رحمہ اللہ سے بیعت ہوئے۔

✵ دادا جان کی شادی:

ہمارے دادا جان کا نکاح مسنون ۱۹۶۳ء کے اواخر میں ہوا۔ چند افراد پر مشتمل قافلہ حویلی بہادر شاہ سے تلمبہ شہر میں وارد ہوا اور نکاح مسنون کے بعد دلہن کو بیاہ کر پہلے حویلی بہادر شاہ پھر چند دنوں کے بعد وہاں سے رحیم یار خان منتقل کیا۔

دادا جان کا ذریعہ معاش:

جیسا کہ گزشتہ سطور میں گزرا کہ چند سال لیور برادرز میں گزارنے کے بعد استعفیٰ دے کر چار ماہ کے لیے تبلیغ میں تشریف لے گئے۔ واپسی پر تجارت کو اپنا مشغلہ بنایا۔ ۱۹۶۷ء میں ڈاکخانہ بازار میں ایک مختصر آئرن سٹور قائم کیا۔ پھر

۱۹۷۰ء میں شاہی روڈ رحیم یار خان پر بنام محمد یوسف، محمد رمضان آئرن مرچنٹ کے نام سے منتقل ہوا، اور ۱۹۸۱ء میں سر کلر روڈ رحیم یار خان پر بنام بسم اللہ آئرن سٹور اور پھر کچھ عرصہ بعد کراچی آئرن سٹور کے نام سے تجارت کرتے رہے۔

۲۰۱۶ء میں ضعف اور بیماری کی وجہ سے آئرن سٹور کے کام کو خیر باد کہا پھر رحیم یار خان میں یونائیٹڈ موٹر اور سورج آئل مل کے ساتھ شراکت داری پر تادمِ حیات کام کرتے رہے۔

داداجان کی وفات اور وصیت:

داداجان کی وفات 14 جنوری 2022ء شبِ جمعہ رات دو (۲) بجے ہوئی عشاء کی آخری نماز بھی میں بہوش وحواس ادا کی اور بار بار قبلہ سمت لٹانے کا فرماتے رہے ۔وفات سے چندروز قبل چند وصیتیں تحریرًا بھی اور تقریرًا بھی کیں۔

(۱) میری نماز جنازہ تبلیغی مرکز میں پڑھائی جائے۔(جو کہ بروز جمعہ نماز جمعہ کے فورًا بعد داداجان کی چاہت کے مطابق ادا کی گئی)۔

(۲) میرا جنازہ میرا بیٹا پڑھائے (ہمارے والد حضرت مولانا عبد الغنی طارق لدھیانوی نے حسبِ وصیت ہمارے داداجان کا جنازہ پڑھایا)۔

(۳) میرے مال میں سے ایک تہائی رحیم یار خان جدید تبلیغی مرکز کی تعمیر میں خرچ کیا جائے۔ جس کی مالیت تقریباً بیس لاکھ پانچ ہزار بنتی تھی جو کہ حسب ضرورت خرچ کی جارہی ہے۔اللہ تعالیٰ داداجان کے لیے ان کی اس وصیت کو اور ان کی اولاد دَر اولاد کو ان کے لیے ذریعہ نجات بنائے۔(آمین)

والد گرامی کی پیدائش اور تعلیم:

میرے والد گرامی ۱۹۶۵ء کے آخری نصف میں تلمبہ تحصیل میاں چنوں ضلع خانیوال میں پیدا ہوئے۔ میرے والد کی پرنانی نے عثمان غنی نام تجویز کیا لیکن میرے پر دادا عبدالرحمٰن صاحب نے عثمان غنی کی بجائے عبدالغنی نام تجویز کیا اور یہی کاغذات میں لکھوایا گیا۔

☆ والد گرامی نے رحیم یار خان کی درجہ حفظ کی مشہور درس گاہ مدرسہ تجوید القرآن ماڈل ٹاؤن (المعروف مدرسہ ڈاکٹر اختر) میں تعلیم قرآن کریم کا آغاز کیا۔ سب سے پہلے استاد قاری محمد اطہر صاحب سے نورانی قاعدہ اور اڑھائی پارے حفظ کیے۔ ان کے مدینہ منورہ تشریف لے جانے کے بعد حضرت قاری عمر فاروق عباسی صاحب رحمہ اللہ سے سورۃ الصفّ حفظ کی۔

اسی دوران دادا جان نے اپنے گھر کے قریب رحمان کالونی میں اہل محلہ کے مشورہ سے ایک حفظ کا مدرسہ قائم کیا جس کے انتظامی امور دادا جان خود دیکھتے تھے اور مدرسہ کی مسجد کی اذان بھی والد صاحب کے دادا کے ذمہ تھی۔ اگرچہ وہ اس خدمت کے ساتھ آر سی اے کاٹن فیکٹری (RCA Catton factory) میں ملازمت بھی کرتے تھے۔

پھر مدرسہ تجوید القرآن سے محلہ کی مسجد اور مدرسہ میں قاری مختار احمد صاحب سے کئی پارے حفظ کیے اور ایک بار پھر مدرسہ تجوید القرآن میں حضرت مولانا خلیل الرحمٰن صاحب ملتانی سے کچھ پارے حفظ کیے۔ ان کے جانے کے بعد حضرت مولانا قاری محمد اسلم صاحب اور ان کے بعد حضرت مولانا قاری محمد

صدیق صاحب ملتانی سے کچھ پارے حفظ کیے۔ بالآخر اختتام قرآن امانت کالونی رحیم یار خان کے ایک نومولود مدرسہ میں سابقہ استاد حضرت قاری مختار احمد صاحب سے کیا۔

اختتام قرآن اور انعام:

میرے دادا مرحوم نے اختتام قرآن مجید کی خوشی میں میرے والد گرامی مولانا عبد الغنی طارق لدھیانوی صاحب کو ایک سائیکل بطور انعام ہدیہ کیا۔ جس کا تفصیلی ذکر میرے والد کی (آپ بیتی: جلد اوّل) میں موجود ہے۔

حفظ کے بعد گردانِ قرآن مجید:

رحیم یار خان کی سب سے پہلی اور قدیمی درس گاہ مدرسہ جامعہ قادریہ میں داخلہ لے کر حضرت مولانا قاری عظیم بخش حفظہ اللہ سے مسلسل کئی ماہ لگا کر قرآن کریم کو پختہ کیا اور پھر رمضان المبارک میں اپنے محلہ کی مسجد میں تراویح میں پورا قرآن کریم سنانے کی سعادت حاصل کی۔

درس نظامی کی تعلیم کا آغاز:

مدرسہ جامعہ قادریہ میں درس نظامی میں داخلہ لے کر پہلے ہی سال فارسی کتب کی تعلیم حاصل کی۔ جس میں:

(اوّل) کریما سعدی (ثانی) نام حق (ثالث) بدائع منظوم

(رابع) پند نامہ للشیخ عطار رحمہ اللہ (خامس) قاضی ثناء اللہ رحمہ اللہ کی مالا بد منہ

(سادس) گلستان سعدی

یہ کتب جن اساتذہ سے پڑھی ان کے نام حسب ذیل ہیں :

(۱) صاحب زادہ حضرت مولانا حافظ محمد سعید سراجی المعروف پیر صاحب رحمہ اللہ موسیٰ زئی شریف ڈیرہ اسماعیل خان

(۲) مدیر ادارہ حضرت مولانا قاضی عزیزالرحمٰن صاحب نقشبندی رحمہ اللہ

(۳) ناظم ادارہ حضرت مولانا قاضی شفیق الرحمٰن صاحب سراجی حفظہ اللہ

(۴) حضرت مولانا خان محمد صاحب رحمہ اللہ

جامعہ رشیدیہ ساہیوال میں داخلہ :

پاکستان کی مشہور دینی درس گاہ جسے ثانی دیوبند کہا جاتا تھا۔ دادا جان نے اعلیٰ تعلیم کے لیے وہاں داخلہ دلوایا ہے ، سال اوّل درجہ اولیٰ ، سال ثانی درجہ ثانیہ کی کتب پڑھیں۔ جن میں سے علم النحو اور ھدایۃ النحو مولانا عبد الغفور صاحب رحمہ اللہ سے ،اور علم الصرف اور علم الصیغہ حضرت مولانا رشید احمد رشیدی صاحب سے اور مختصر قدوری فاضل مظاہر العلوم تلمیذ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ، حضرت مولانا مختار احمد صاحب سے پڑھی ۔ کچھ دیگر اسباق دیگر اساتذہ کرام جن میں حضرت مولانا مطیع الرحمٰن بن شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد عبد اللہ رائے پوری رحمہ اللہ سے حضرت مولانا قاری محمود صاحب جھنگوی مدظلہٗ سے بھی استفادہ کیا۔

نیز مدیر ادارہ فاضل دیوبند حضرت مولانا حبیب اللہ رشیدی بن مفتی دارالعلوم دیو بند حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ صاحب کے بیانات اور مجاہدانہ کارناموں سے بھی بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا۔ اور انہی دو سالوں میں رائیونڈ سے

آنے والے دورہ حدیث کے طلباء کی محنت سے تبلیغی جماعت میں ۲۴ گھنٹے کی ترتیب پر جانے کا موقع بھی بار بار ملا۔ پھر جامعہ رشیدیہ کے اچانک حالات کے خراب ہونے کی وجہ سے جامعہ رشیدیہ کوالوداع کہا۔

جامعہ مخزن العلوم خانپور میں داخلہ:

درجہ ثالثہ کیلئے جامعہ مخزن العلوم خانپور کا انتخاب کیا گیا۔ جہاں

(۱) حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمٰن درخواستی صاحب سے شرح تہذیب

(۲) حضرت مولانا محمد قاسم دین پوری رحمہ اللہ سے کافیہ اور ترجمہ قرآن مجید و کنزالدقائق

(۳) حضرت مولانا عبدالسمیع صاحب سے اُصول الشاشی

(۴) حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درخواستی فاضل دیوبند سے نفحۃالعرب پڑھی۔ دیگر اساتذہ کرام سے بھی استفادہ کا موقع ملا۔ حافظ الحدیث والقرآن، قطب وقت، ولی کامل مرشد العلماء حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی صاحب رحمہ اللہ کی روز روز زیارت اور ہر جمعہ کے دن بیان سے جان ودل منور کرتے رہے۔

☆ جامعہ مخزن العلوم میں جمعیت طلباء اسلام جو جمعیت علماء اسلام کی ایک فرع ہے، اس میں کام کرنے کا موقع ملا، لاہور شیرانوالہ حضرت لاہوری رحمہ اللہ کی مسجد اور مدرسہ میں سالانہ اجلاسوں میں شرکت کا موقع ملا، اور تحصیل خانپور کے ناظم نشرواشاعت مقرر ہوئے، مدارس کے سالانہ جلسوں میں شرکت اور بیانات کے مواقع بھی میسر آئے۔

جامعہ قادریہ رحیم یار خان میں داخلہ :

نئے تعلیمی سال میں ایک دفعہ پھر جامعہ میں سابقہ اساتذہ کی زیر سرپرستی داخلہ لیااور بقیہ کتب:

(۱) شرح الوقایہ (۲) ھدایہ (۳) شرح جامی
(۴) شرح ابن عقیل (۵) مشکوٰۃ (۶) نورالانوار
(۷) مقامات حریری (۸) تفسیر جلالین

اور موقوف علیہ کی تمام کتب اسی ادارے میں پڑھیں۔اساتذہ کرام میں :

(۱) صاحب زادہ حضرت مولانا حافظ محمد سعید سراجی صاحب رحمہ اللہ آف موسیٰ زئی شریف ڈیرہ اسماعیل خان

(۲) حضرت مولانا قاضی شفیق الرحمٰن سراجی مدظلہٗ

(۳) حضرت مولانا محمد عبیداللہ صاحب لودھروی رحمہ اللہ

جامعہ اشرفیہ لاہور میں داخلہ :

دورہ حدیث کے لیے اساتذہ کرام کے مشورہ سے جامعہ اشرفیہ لاہور میں داخلہ کا امتحان دے کر امتحان پاس کر کے داخلہ لیا۔ جہاں بڑے بڑے جبال علم سے سال بھر استفادہ کا موقع ملا۔

(۱) شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی رحمہ اللہ بن مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ سے الجامع الصحیح للامام بخاری اوّل اور ثانی مکمل پڑھی۔

(۲) جامع المعقول والمنقول استاد حدیث و تفسیر کتب کثیرہ و عجیبہ کے مؤلف حضرت مولانا محمد موسیٰ خان روحانی البازی رحمہ اللہ سے الجامع الترمذی جلد اوّل والثانی، شمائل ترمذی مکمل پڑھی۔ السنن النسائی، السنن لابن ماجہ والموٗطا لامام مالک والموٗطا لامام محمد میں سے بعض اجزاء پڑھے۔

(۳) افہام و تفہیم کے بادشاہ تلمیذ حضرت تھانوی رحمہ اللہ و حضرت مدنی رحمہ اللہ حضرت مولانا مفتی محمد عبید اللہ بن مفتی محمد حسن رحمہ اللہ سے شرح معانی الآثار لطحاوی کا کچھ حصہ پڑھا۔

(۴) ولی کامل، صوفی باصفا، سلسلہ تھانوی کے پیر و مرشد حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب رحمہ اللہ سے السنن لابی داؤد جلد اوّل وثانی مکمل پڑھی۔

(۵) جامع الصفات، خطیبِ ادیب حضرت مولانا عبد الرحمٰن اشرفی بن مفتی محمد حسن امر تسری رحمہ اللہ سے الجامع الصحیح للامام مسلم کا ابتدائی حصہ پڑھا اور ۱۹۸۶ء میں فراغت پائی۔

سالانہ امتحان اور اس کا نتیجہ:

سال کے اختتام پر جامعہ اشرفیہ لاہور کا سالانہ امتحان ہوا، جس میں والد محترم نے اچھے نمبر حاصل کیے۔

جامعہ کا سالانہ نتیجہ (سال ۱۴۰۶ ہجری، الموافق ۱۹۸۶ء)

رقم	مادہ	رقم المحصّلہ
۱	الجامع الصحیح للبخاری	25
۲	الجامع الصحیح للمسلم	۹۹

۳	الجامع للترمذی	۹۵
۴	السنن لابی داؤد	۱۰۰
5	شرح معانی الآثار	95
6	السنن للنسائی	99
7	السنن لابن ماجہ	95
8	الشمائل للترمذی	100
9	مؤطاالامام مالک	65
10	المؤطاالامام محمد	65
مجموع		۸۷۰
درجہ		جیّد جداً

اور وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے سالانہ امتحان ۱۴۰۶ہجری، الموافق ۱۹۸۶ء میں شرکت کی اور درجہ جیّد میں پاس ہوئے۔

وفاق المدارس کا سالانہ نتیجہ:

رقم	مادہ	رقم المحصّلہ
۱	الجامع الصحیح للبخاری	۴۳
۲	الجامع الصحیح للمسلم	۴۰
۳	الجامع للترمذی	۴۳
۴	السنن لابی داؤد	۷۰

۵	السننان مع الشمائل	۴۷
6	المؤطا مع الطحاوی	58
مجموع		۳۰۱
درجہ		جیّد

جامعہ نصرۃ العلوم (گوجرانوالہ) میں داخلہ:

جامعہ اشرفیہ لاہور میں دورہ حدیث کا امتحان دیتے ہی والد محترم دورہ تفسیر کیلئے گوجرانوالہ جا پہنچے، اپنے وقت اور اپنی صدی کے عظیم محدث و مفسر تمام باطل کے رد میں علمی کتب کثیرہ تصنیف کرنے والے امام اہل سنت تلمیذ حضرت مدنی رحمہ اللہ فاضل دارالعلوم دیوبند، حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ سے مکمل دورہ تفسیر پڑھا، اور ۲۰ رمضان المبارک ۱۴۰۶ ہجری کو سند فراغت لیکر واپس وطن روانہ ہوئے۔

رحیم یار خان اسٹیشن پر استقبال:

اہل رحیم یار خان ہیں ہمارے دادا مرحوم اور رحیم یار خان شہر تبلیغی مرکز کے امیر صوفی بشیر احمد صاحب و دیگر اہل مرکز نے استقبال کیا اور حوصلہ افزائی فرمائی۔

دورہ صرف کیلئے بحر العلوم توحید آباد میں داخلہ:

دورہ صرف مدرسہ عربیہ بحر العلوم، توحید آباد، رحیم آباد، صادق آباد تحصیل کے ایک گاؤں میں داخلہ لیکر پورے چالیس روز دال کھا کر دورہ صرف

پڑھا، میرے والد محترم فرماتے ہیں پڑھائی بھی خوب تھی، پڑھائی کا ماحول بھی خوب تھا، استاد محترم مولانا نصر اللہ خان صاحب رحمہ اللہ میں اولیاء اللہ والی تمام صفات دیکھائی دیتی تھیں، اہتمام نماز، ذکر واذکار، تلاوت، سادگی، توکل علی اللہ، حسن اخلاق، اکرام ضیوف، لیکن استاد محرم کے عقائد درست نہ تھے عقیدتاً وہ مماتی تھے۔ مولانا محمد یوسف مماتی دار العلوم عثمانیہ (رحیم یار خان) والوں کے ہم درس تھے۔ اور یہ دونوں ایک بڑے مماتی مولانا عبد الغنی جاجروی صاحب بدر العلوم والے کے شاگرد تھے۔ اور مولانا عبد الغنی جاجروی صاحب نے اپنا سابقہ صحیح عقیدہ بلاوجہ چھوڑ کر اہل سنت کے خلاف مماتیت کا عقیدہ بلادلیل قبول کیا، اپنے ساتھ انہوں نے دوسروں کی آخرت بھی خراب کی۔

اندرون ملک ایک سال کا سفر:

۱۹۸۶ء بائیس رمضان المبارک کو گھر پہنچے، عید کے فوراً تبلیغی جماعت والوں نے سال کیلئے پھر چلہ کیلئے تیار کرنا شروع کر دیا، دادا جان کی چاہت بھی یہی تھی کہ میرا بیٹا سال لگالے۔ چلہ کیلئے جانا ہوا تو سال لگا کر واپسی ہوئی، اس سفر میں ملک کے کونے کونے تک جانے کا موقع ملا، عجم کے بعد ہیں عرب ضیوف کے ساتھ بھی اسفار کا موقع ملا، جس کی وجہ سے عربی بولنے میں والد صاحب کو اچھی مہارت حاصل ہو گئی، بلکہ اگر کبھی خطبہ دیں تو آواز اور انداز سے یوں لگتا ہے جیسے کوئی شیخ خطبہ دے رہا ہے۔

والد صاحب کی شادی خانہ آبادی:

۱۹۸۷ء رائے ونڈ کے سالانہ اجتماع پر حضرت مولانا انعام الحسن صاحب نے نکاح پڑھایا، اور پھر سترہ نومبر بروز جمعہ کو ایک خوش نصیب دلہن ایک خوش نصیب دلہا کے گھر رخصت ہو کر آئی دین و متین کے تمام شعبوں میں ان کی معاون بنی۔

جامعہ قادریہ میں تدریس:

اگرچہ میرے دادا جان حاجی محمد رمضان صاحب رحمہ اللہ کا کاروبار لوہے کا تھا، آئرن سٹور جس پر، T-R، گاڈر، سریا، زرعی آلات دستیاب ہوتے تھے لیکن دادا جان نے حکماً یہ فرمایا کہ صبح سے دن بارہ بجے تک اسباق پڑھائیں تاکہ جو پڑھا ہے یاد رہے اور لوگوں کو اس کا فائدہ پہنچے، اس لیے ۱۹۸۷ء نومبر سے لے کر تقریباً ۲۰۰۰ء تک جامعہ قادریہ میں مختلف اسباق کی تدریس کی۔

عربی فاضل کا امتحان:

والد صاحب نے جامعہ قادریہ کے ایام تدریس میں استاد محترم حضرت خواجہ پیر صاحب رحمہ اللہ کے حکم سے چند طلباء و علماء نے عربی فاضل کا امتحان دیا اور مسلسل امتحانات دلوایا جاتا تھا، والد صاحب نے بھی ۱۹۹۰ء میں بہاولپور بورڈ سے امتحان پاس کیا۔

نتیجہ عربی فاضل:

پرچہ اوّل	۴۲
پرچہ ثانی	۵۲

پرچہ ثالث	۴۱
پرچہ رابع	41
پرچہ خامس	46
پرچہ سادس	71
مجموع الدرجات	293

میٹرک کا امتحان:

والد صاحب فرماتے تھے کہ ہمارے استاد محترم صاحبزادہ حضرت پیر صاحب رحمہ اللہ طلباء کو دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیاوی تعلیم کی ترغیب بلکہ حکماً تعلیم دلواتے تھے، چنانچہ والد صاحب مدظلہٗ نے ۱۹۹۱ء میں بہاولپور بورڈ سے میٹرک کا ایمان پاس کیا۔

نتیجہ میٹرک:

اُردو	۸۵
اسلامیات	۵۱
پاک سٹڈی	۵۰
جنرل میتھ	٦٦
جنرل سائنس	۵۱
اسلامک سٹڈیز	۸۰

عربی	۵۶
مجموع الدرجات	439

ایم اے اسلامیات کاامتحان:

والد محترم نے اپنے استاد محترم کی ترغیب پر ایام تدریس میں بلوچستان یونیورسٹی سے ۱۹۹۶ء میں ایم۔اے اسلامیات کاامتحان پاس کیا۔

نتیجہ ایم اے اسلامیات:

۱	۶۰	۲	۶۶
۳	۴۱	۴	۵۱
۵	۴۱	۶	۴۵
۷	۴۵	۸	۸۵
۹	۴۷	مجموع الدرجات	۴۸۱

والد صاحب نے ایک عرصہ بعد ۲۰۱۷ء میں وفاق المدارس کی سند کی بنیاد پر B.A امتحان اسلامیہ یونیورسٹی بہاولپور سے پاس کیا۔ جسمیں چند مضامین تھے۔

۱	۶۳
۲	۱۳۲
۳	۷۰
مجموع الدرجات	۲۵۵

لیکر پاس ہوئے کیونکہ صرف تین مضامین لازمی تھے۔

ایم۔اے عربی کا امتحان:

والد صاحب نے ۲۰۱۹ء میں اپنے شوق و رغبت سے جامعہ اسلامیہ بہاولپور (اسلامیہ یونیورسٹی) میں داخلہ لیکر ایم۔اے عربی کا امتحان دیا، پھر رفع درجات کیلئے دوبارہ امتحان دیا۔

جامعہ اشرفیہ لاہور سے اعزازی سند:

جامعہ اشرفیہ لاہور نے ۱۵ مئی ۲۰۱۴ء بموافق ۱۵ رجب المرجب ۱۴۳۵ ہجری کو ۱۹۴۷ء سے ۲۰۱۴ء تک فضلاء میں سے چند فضلاء کو ان کی حسن کارکردگی مثلاً تصانیف، P.HD، ایم فل، یا دیگر شعبہ جات میں ترقی کرنے پر بُلا کر فضلاء کو اعزازی سند سے نوازا، ان فضلاء کی تعداد تقریباً ۱۵۰ کے قریب تھی۔

جن میں میرے والد گرامی حضرت مولانا عبد الغنی طارق لدھیانوی دامت برکاتہم کو بھی ان کی کثرت تصانیف کیوجہ سے اعزازی سند اور دیگر انعامات سے نوازا گیا والد محترم کی تصانیف کی تعداد ستر سے متجاوز ہے، جن کا ذکر تصانیف کے عنوان کے تحت ذکر کروں گی، اس مجلس میں مفتی اعظم مفتی محمد تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم اور وزیر اعلیٰ پنجاب میاں شہباز شریف اور گورنر پنجاب مہمان خصوصی تھے۔

❋ ❋ ❋



اعزازی سند کا عکس

بسم الله الرحمن الرحيم

رقم الشهادة 0089

تاريخ الإصدار

١٥/ رجب المرجب ١٤٣٥هـ

١٥/ مايو ٢٠١٤م، يوم الخميس

شهادة تقدير

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على أشرف المرسلين وخاتم النبيين محمد وعلى آله وصحبه أجمعين

يسر رئاسة الجامعة الأشرفية أن تتقدم بأسمى آيات التثمين والعرفان لخريجها/ فضيلة الشيخ عبد الغني طارق لدهيالوى

تقديرا لحصوله على الإنجازات العلمية خاصة في علوم القرآن والسنة النبوية ومساهمته في دفع عجلة التنمية الوطنية وتقدير خدمات رائعة

للمجتمع الإنساني على الصعيد الباكستاني والدولي.

مع أطيب التمنيات له في حياته المستقبلية بكل نجاح وسداد.

محمد عبيد الله المفتي
الرئيس

الجامعة الأشرفية

الحافظ فضل الرحيم الأشرفي
نائب الرئيس

P.H.D، ڈاکٹریٹ کی اعزازی ڈگری:

الجزائر یونیورسٹی کی طرف سے مختلف مقالہ جات پر یونیورسٹی نے میرے والد صاحب کو 11-11-2025 کو اعزازی ڈگری سے نوازا، فللّٰہ الحمد



بسم الله الرحمن الرحيم

شهادة درجة الدكتوراه

قرر المجلس العلمي للمعهد الدولي للدراسات الإسلامية، وشركاؤه: جامعة أجيال للتكنولوجيا، ومعهد التاريخ والعلماء، والمجلس العالمي للتمكين والتنمية، وأكاديمية المتخصص للدراسات الإنسانية، والمنظمة الوطنية لحقوق الإنسان، وجامعة الأمم العربية، والاتحاد العربي الأفريقي الأوروبي للشباب، والرابطة الدولية للتحكيم، وأكاديمية المستشارين العرب الدوليين، ووفقاً لبروتوكولات العمل، منح السيد(ة) /

عبد الغني طارق اللدهيانوي بن محمد رمضان

دولة / باكستان

درجة الدكتوراه الفخرية / اختصاص / التاريخ والحضارة الإسلامية (بدرجة ممتاز)

The Scientific Council of the International Institute for Islamic Studies decided. Its partners are the Ajyal University of Technology, the Institute of History and Scholars, the International Council for Empowerment and Development, the Specialized Academy for Humanitarian Studies, the National Organization for Human Rights, the League of Arab Nations, and the Arab African-European Union for Youth. And the International Association of Arbitration, and the Academy of International Arab Consultants. And according to work protocols, the master granted: ABDUL GHANI TARIQ LUDHIANVI BIN MUHAMMAD RAMZAN

Honorary doctorate degree with excellent degree

بتاريخ / 11/11/2025


Institute of Islamic Studies
معهد الدراسات الإسلامية
شهادة
CERTIFICATE
ABDUL GHANI TARIQ LUDHYANVI BIN MUHAMMAD RAMADAN
باكستان
09/06/1966
0206
الدكتوراه التقديرية
"بستان الصالحين من كلام سيد الصادقين على مختصر رياض الصالحين للإمام النووي"
0206
2023/07/12


شهادة الدكتوراه
Honorary Doctorate
إستناداً لقرار رئاسة إتحاد المستشارين العرب للعلوم الإدارية والبحوث والدراسات الاستراتيجية وبالتعاون مع معهد الدراسات الاسلامية العالمي بدولة الجزائر وكيل جامعة نيل العالمية
المعتمدان من وزارة التعليم العالي بجمهورية مالي ووكيل جامعة GTU-UNIVERSITY ENERA TIONS AND TECHNOLOGY المسجلة بامريكا واشنطن كولومبيا برقم ١٩٩٥/٠٣١
وأكاديمية المستشارين العرب الدوليين للتحكيم وفض المنازعات المسجلة بوزارة الإستثمار والتعاون الدولي لسنه ٢٠١٨ وتصديق الخارجية المصرية برقم (٣٩٧٣ مكتب التصديقات والخدمات القنصلية)
والمسجلة بمنظمة الامم المتحدة بال ngo برقم (١٨٤٣١٩) كمنظمة دوليه غير حكومية وهيئة اليونيسكو برقم (٤٢٧٩٩٧) والمفوضية الاوروبية بوابة التمويل والإستثمار برقم pic888782010
وتسجيل دول بسوق الامم المتحدة العالمية UNGM كهيئة إستشارية دوليه غير حكومية برقم (١١٣١) وتسجيل اساسي وتضم ١٥ تسجيل بكافة الهيئات والمنظمات العالمية
وسعيا لتحقيق أهداف المعهد بنفع طلابها وكوادرها التعليمية بمختلف المجالات العلمية والعملية
قد وافق رئاسة معهد الدراسات الاسلامية العالمي وإتحاد المستشارين العرب
منح السيد المستشار / عبد الغني طارق اللدميانوي بن محمد رمضان
المولود في دولة - رحيم يارخان، بولاية بنجاب ، باكستان
حيازه هذه الشهاده : (درجه الدكتوراه المهنية) وبتقدير امتياز مع مرتبه الشرف لجهوده المتميزة
والبحث المقدم بعنوان :
"بستان الصالحين من كلام سيد الصادقين على مختصررياض الصالحين للإمام النووي"
تحت اختصاص : معهد الدراسات الاسلامية العالمي وإتحاد المستشارين العرب الدوليين
رمز الاعتماد : pic 201 مركز الابحاث والدراسات
تم منح هذه الشهاده بموجب قرار رئاسة المجلس في تاريخ 2025/11/11
I.I.S

والد محترم کے اسفار:

حفظ قرآن مجید کے بعد دوران تعلیم اور تعلیم کے بعد مسلسل والد صاحب کے آج تک اندرون ملک اور بیرون ملک کثرت سے اسفار کئے۔ زندگی کا ایک معتدبہ حصہ اسفار میں گزر گیا۔ اندرون ملک جن شہروں اور قصبات کے سفر کیے ان کی فہرست بہت طویل ہے۔ یہاں صرف چند غیر ملکی اسفار کا تذکرہ کروں گی۔

غیر ملکی اسفار:

(۱) والد محترم کا پہلا سفر ۱۹۸۸ء میں مصر کا ہوا جو تقریباً ٦ ماہ پر محیط تھا۔

(۲) دوسرا سفر ۱۹۸۹ء سوڈان کا ہوا۔ جو تقریباً ۲۳ دن پر مشتمل تھا۔

(۳) تیسرا سفر ۱۹۹۳ء میں یمن کا ہوا جو تقریباً ۱ سال کے زائد عرصہ پر محیط تھا۔

(۴) ۱۹۹۳ء میں ابو ظہبی کا سفر ہوا، جو قلیل وقت پر مشتمل تھا۔

(۵) ۱۹۹۷ء میں والد صاحب بنگلہ دیش تشریف لے گئے۔ ان کا یہ سفر تقریباً ۴۵ دن پر محیط تھا۔

(٦) پانچواں سفر ۲۰۰۳ء میں ساؤتھ افریقہ کا ہوا۔ جو تقریبا ۵۵ دن پر محیط تھا۔

(۷) ۲۰۰۳ء میں بوٹسوانہ کا ہوا۔ جو چند دن پر مشتمل تھا۔

(۸) ۲۰۰۴ء میں دوبارہ ساؤتھ افریقہ کا سفر کیا جو تقریباً ۴۰ دن پر پر محیط تھا۔ جس میں مولانا احسان اللہ ہزاروی صاحب جو کراچی سے جمعیت علماء اسلام کی سیٹ پر MPA (ایم۔پی۔اے) بنے وہ شریکِ سفر رہے۔

(۹) اٹھواں سفر ۲۰۰۷ء میں دبئی، شارجہ، العین، اُمّ قوین کا ہوا۔ جو ۹ دنوں

پر مشتمل تھا۔

(۱۰) ۲۰۰۹ء میں دوسری بار چند رفقاء کے ساتھ دوبارہ مصر جانا ہوا، یہ سفر تقریباً ۵ دن پر مشتمل تھا۔

(۱۱) ۲۰۰۹ء میں تیسری بار ایک دفعہ پھر مصر اور قاہرہ کا سفر ہوا جو بہت کم وقت پر مشتمل تھا۔

(۱۲) ۲۰۰۰ء میں افغانستان کا سفر کیا جو چند ایام پر مشتمل تھا۔

(۱۳) ۲۰۱۰ء میں سری لنکا کا سفر ہوا جو بہت تھوڑے دنوں کا تھا۔

(۱۴) ۲۰۱۰ء میں دوبارہ سری لنکا کا سفر درپیش آیا وہ بھی چند ایام پر محیط تھا۔

(۱۵) ۲۰۱۸ء میں ازبکستان، بخارا، ترمذ، سمرقند، تاشقند کا سفر کیا جو پورے آٹھ دن پر مشتمل تھا۔

(۱۶) ۲۰۱۸ء میں ایک سفر استنبول/ترکی کا ہوا جو تقریباً ایک ہفتہ پر مشتمل تھا۔

❁ ❁ ❁

اسفار حرمین شریفین

والد محترم کو دیگر اسفار سے زیادہ محبوب ترین سفر حرمین شریفین کا ہوتا تھا اور ہوتا ہے۔ جس کیلئے وہ ہر چھوٹے بڑے، غریب وامیر، اپنے اور غیر سے ہر وقت دعاء کی درخواست کرتے رہتے رہے ہیں حتیٰ کہ بعض مرتبہ ایک ایک دن میں کئی کئی دفعہ اپنی والدہ، والد صاحب) اپنی زوجہ یعنی ہماری ماں، اور خود ہم سے یعنی تمام اولاد سے حرم شریف کی حاضری کی دعاء کا کہتے رہتے ہیں۔

شاید یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ والد محترم کو بہت دفعہ اپنے گھر اور نبی کریم ﷺ کے در بلوایا، اور آئندہ بھی اللہ تعالیٰ سے امید ہے بلکہ قوی امید ہے کبھی بھی میرے والد محترم کو اپنے گھر کی حاضری سے محروم نہ فرمائیں گے۔

☆ اہل ایمان کے شوق اور ذوق کی خاطر چند اسفار حرم شریف کا ذکر کر دیتی ہوں وگرنہ یہ اسفار ان شاءاللہ موت تک جاری وساری رہیں گے، اللہ تعالیٰ جاری رکھے کبھی بھی محروم نہ فرمائے۔

(۱) حرمین شریفین کا پہلا سفر ۱۹۸۹ء میں حج کا نصیب ہوا۔

(۲) حرمین شریفین کا دوسرا سفر ۱۹۹۴ء برائے حج مقدر ہوا۔

(۳) حرمین شریفین کا تیسرا سفر ۱۹۹۷ء برائے عمرہ مقدر ہوا۔

(۴) حرمین شریفین کا چوتھا سفر ۲۰۰۰ء برائے عمرہ مقدر ہوا۔

(۵) حرمین شریفین کا پانچواں سفر ۲۰۰۸ء برائے عمرہ مقدر ہوا۔

(۶) حرمین شریفین کا چھٹا سفر ۲۰۰۹ء برائے عمرہ مقدر ہوا۔

(۷) حرمین شریفین کا ساتواں سفر ۲۰۱۰ء برائے عمرہ مقدر رہوا۔

(۸) حرمین شریفین کا آٹھواں سفر ۲۰۱۱ء برائے عمرہ مقدر رہوا۔

(۹) حرمین شریفین کا نواں سفر ۲۰۱۲ء برائے عمرہ مقدر رہوا۔

(۱۰) حرمین شریفین کا دسواں سفر ۲۰۱۳ء برائے عمرہ مقدر رہوا۔

(۱۱) حرمین شریفین کا گیارھواں سفر ۲۰۱۴ء برائے عمرہ مقدر رہوا۔

(۱۲) حرمین شریفین کا بارھواں سفر ۲۰۱۴ء برائے حج مقدر رہوا۔

(۱۳) حرمین شریفین کا تیرھواں سفر ۲۰۱۵ء برائے عمرہ مقدر رہوا۔

(۱۴) حرمین شریفین کا چودھواں سفر ۲۰۱۵ء برائے حج مقدر رہوا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے ۲۰۱۴ء اور ۲۰۱۵ء میں دو دو سفر نصیب فرمائے۔

(۱۵) حرمین شریفین کا پندرھواں سفر ۲۰۱۶ء برائے عمرہ نصیب ہوا۔

(۱۶) حرمین شریفین کا سولہواں سفر ۲۰۱۶ء برائے عمرہ نصیب ہوا۔

(۱۷) حرمین شریفین کا سترھواں سفر ۲۰۱۶ء برائے عمرہ نصیب ہوا۔

(۱۸) حرمین شریفین کا اٹھارھواں سفر ۲۰۱۶ء برائے عمرہ نصیب ہوا۔

(۱۹) حرمین شریفین کا انیسواں سفر ۲۰۱۶ء برائے حج نصیب ہوا۔

(۲۰) حرمین شریفین کا بیسواں سفر ۲۰۱۶ء برائے عمرہ نصیب ہوا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے والد گرامی کو رب جلیل نے ۲۰۱۶ء میں چھ سفر نصیب فرمائے۔(اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ)

(۲۱) حرمین شریفین کا اکیسواں سفر ۲۰۱۷ء برائے عمرہ نصیب ہوا۔

(۲۲) حرمین شریفین کا بائیسواں سفر ۲۰۱۷ء برائے عمرہ نصیب ہوا۔
(۲۳) حرمین شریفین کا تئیسواں سفر ۲۰۱۷ء برائے عمرہ نصیب ہوا۔
(۲۴) حرمین شریفین کا چوبیسواں سفر ۲۰۱۷ء برائے عمرہ نصیب ہوا۔
(۲۵) حرمین شریفین کا پچیسواں سفر ۲۰۱۷ء برائے حج نصیب ہوا۔
(۲۶) حرمین شریفین کا چھبیسواں سفر ۲۰۱۷ء برائے عمرہ نصیب ہوا۔
(۲۷) حرمین شریفین کا ستائیسواں سفر ۲۰۱۷ء برائے عمرہ نصیب ہوا۔

۲۰۱۷ء میں بھی والد محترم پر رب ذوالجلال کا کرم ہوا، والد محترم کو سات (۷) سفر نصیب ہوئے۔

(۲۸) حرمین شریفین کا اٹھائیسواں سفر ۲۰۱۸ء برائے عمرہ نصیب ہوا۔
(۲۹) حرمین شریفین کا انتیسواں سفر ۲۰۱۸ء برائے عمرہ نصیب ہوا۔
(۳۰) حرمین شریفین کا تیسواں سفر ۲۰۱۸ء برائے عمرہ نصیب ہوا۔
(۳۱) حرمین شریفین کا اکتیسواں سفر ۲۰۱۸ء برائے حج نصیب ہوا۔
(۳۲) حرمین شریفین کا بتیسواں سفر ۲۰۱۸ء برائے عمرہ نصیب ہوا۔
(۳۳) حرمین شریفین کا تینتیسواں سفر ۲۰۱۸ء برائے عمرہ نصیب ہوا۔

۲۰۱۸ء میں رب کے فضل و کرم سے میرے والد گرامی کو چھ (۶) سفر نصیب ہوئے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، ان اسفار میں مزید اضافہ فرمائے۔

(۳۴) حرمین شریفین کا چونتیسواں سفر ۲۰۱۹ء برائے عمرہ مقدر فرمایا۔
(۳۵) حرمین شریفین کا پینتیسواں سفر ۲۰۱۹ء برائے عمرہ مقدر فرمایا۔
(۳۶) حرمین شریفین کا چھتیسواں سفر ۲۰۱۹ء برائے عمرہ مقدر فرمایا۔

(۳۷) حرمین شریفین کا سینتیسواں سفر ۲۰۱۹ء برائے عمرہ مقدر فرمایا۔

(۳۸) حرمین شریفین کا اڑتیسواں سفر ۲۰۱۹ء برائے حج مقدر فرمایا۔

(۳۹) حرمین شریفین کا انتالیسواں سفر ۲۰۱۹ء برائے عمرہ نصیب ہوا۔

(۴۰) حرمین شریفین کا چالیسواں سفر ۲۰۱۹ء برائے عمرہ نصیب ہوا۔

خالق ارض و سماء نے ۲۰۱۹ء میں بھی سات (۷) سفر مقدر فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نظر بد سے بچائے، مزید اضافہ فرمائے۔

(۴۱) حرمین شریفین کا اکتالیسواں سفر ۲۰۲۰ء برائے عمرہ نصیب ہوا۔

(۴۲) حرمین شریفین کا بیالیسواں سفر ۲۰۲۰ء برائے عمرہ نصیب ہوا۔

(۴۳) حرمین شریفین کا تنتالیسواں سفر ۲۰۲۰ء برائے عمرہ نصیب ہوا۔

اس سال کرونا کیوجہ حج معطل کر دیا گیا تھا۔

(۴۴) حرمین شریفین کا چوالیسواں سفر ۲۰۲۱ء برائے عمرہ نصیب ہوا۔

(۴۵) حرمین شریفین کا پنتالیسواں سفر ۲۰۲۲ء برائے عمرہ نصیب ہوا۔

(۴۶) حرمین شریفین کا چھیالیسواں سفر ۲۰۲۲ء برائے عمرہ نصیب ہوا۔

(۴۷) حرمین شریفین کا سنتالیسواں سفر ۲۰۲۲ء برائے عمرہ نصیب ہوا۔

(۴۸) حرمین شریفین کا اڑتالیسواں سفر ۲۰۲۲ء برائے عمرہ نصیب ہوا۔

(۴۹) حرمین شریفین کا انچاسواں سفر ۲۰۲۲ء برائے عمرہ نصیب ہوا۔

(۵۰) حرمین شریفین کا پچاسواں سفر ۲۰۲۲ء برائے حج نصیب ہوا۔

(۵۱) حرمین شریفین کا اکاونواں سفر ۲۰۲۲ء برائے عمرہ نصیب ہوا۔

(۵۲) حرمین شریفین کا باونواں سفر ۲۰۲۲ء برائے عمرہ نصیب ہوا۔

(۵۳) حرمین شریفین کا ترپنواں سفر ۲۰۲۲ء برائے عمرہ نصیب ہوا۔

(۵۴) حرمین شریفین کا چونواں سفر ۲۰۲۲ء برائے عمرہ نصیب ہوا۔

(۵۵) حرمین شریفین کا پچپنواں سفر ۲۰۲۲ء برائے عمرہ نصیب ہوا۔

(۵۶) حرمین شریفین کا چھپنواں سفر ۲۰۲۲ء برائے عمرہ نصیب ہوا۔

والد محترم کو ۲۰۲۲ء میں اللہ تعالیٰ نے بارہ (۱۲) اسفار حرم کے نصیب فرمائے۔

(۵۷) حرمین شریفین کا ستاونواں سفر ۲۰۲۳ء برائے عمرہ مقدر رہوا۔

(۵۸) حرمین شریفین کا اٹھاونواں سفر ۲۰۲۳ء برائے عمرہ نصیب ہوا۔

(۵۹) حرمین شریفین کا انسٹھواں سفر ۲۰۲۳ء برائے عمرہ نصیب ہوا۔

(۶۰) حرمین شریفین کا ساٹھواں سفر ۲۰۲۳ء برائے عمرہ نصیب ہوا۔

(۶۱) حرمین شریفین کا اکسٹھواں سفر ۲۰۲۳ء برائے عمرہ نصیب ہوا۔

(۶۲) حرمین شریفین کا باسٹھواں سفر ۲۰۲۳ء برائے عمرہ مقدر رہوا۔

(۶۳) حرمین شریفین کا تریسٹھسواں سفر ۲۰۲۳ء برائے حج نصیب ہوا۔

(۶۴) حرمین شریفین کا چونسٹھسواں سفر ۲۰۲۳ء برائے عمرہ نصیب ہوا۔

(۶۵) حرمین شریفین کا پینسٹھواں سفر ۲۰۲۳ء برائے عمرہ نصیب ہوا۔

(۶۶) حرمین شریفین کا چھیاسٹھواں سفر ۲۰۲۳ء برائے عمرہ نصیب ہوا۔

(۶۷) حرمین شریفین کا ستاسٹھواں سفر ۲۰۲۳ء برائے عمرہ نصیب ہوا۔

سال ۲۰۲۳ء میں رب تعالیٰ کے فضل سے حرم شریف کے گیارہ اسفار نصیب ہوئے۔

(۶۸) ۲۰۲۴/۰۱/۳۰ء حرمین شریفین کا اڑسٹھواں سفر ۲۰۲۴ء برائے عمرہ مقدر ہوا۔
(29) حرمین شریفین کا انہترواں سفر ۲۰۲۴/۳/۲۲ برائے عمرہ
(70) حرمین شریفین کا سترواں سفر 2024/3/29 برائے عمرہ
(71) حرمین شریفین کا اکہترواں سفر 2024/7/03 برائے عمرہ
(72) حرمین شریفین کا بہترواں سفر 2025/2/08 برائے عمرہ
(73) حرمین شریفین کا تہترواں سفر ۲۰۲۵/۳/۱۷ برائے عمرہ
(74) حرمین شریفین کا چوہترواں سفر 2025/4/09 برائے عمرہ
(75) حرمین شریفین کا پچھترواں سفر ۲۰۲۵/۶/۰۹ برائے عمرہ
(76) حرمین شریفین کا چھترواں سفر 2025/7/08 برائے عمرہ
(77) حرمین شریفین کا ستترواں سفر 2025/10/03 برائے عمرہ
(78) حرمین شریفین کا اٹھترواں سفر 2025/10/19 برائے عمرہ
(79) حرمین شریفین کا اناسی واں سفر ۲۰۲۶/۰۳/۲۷ برائے عمرہ

تالیفات و تصانیف:

والد محترم نے تدریس، تبلیغ، مناظرہ، اسفار کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی مدد سے تصنیفی میدان میں بھی خوب کام کیا ہے۔ بقول حضرت والد صاحب کے کہ درجہ خامسہ اور سادسہ میں شوق مناظرہ کے ساتھ ساتھ تصنیف کا ذوق بھی پیدا ہو گیا تھا۔ انہی دو سالوں میں دو رسالے تصنیف کیے۔

(۱) اعلیٰ حضرت کے کارنامے

(۲) الدلائل القوية في اثبات حياة النبوية ﷺ

پھر اس کے بعد مسلسل تدریس، اسفار، تصانیف کا مشغلہ رہا جو کہ آج بوقت تحریر ۲۶/۱۲/۲۰۲۳ء تک جاری وساری ہے۔ اللہ تعالیٰ صحت وعافیت کے ساتھ تمام خیر کے کاموں کو موت تک کرتے رہنے کی توفیق، ہمت، جذبہ، شوق و ذوق نصیب فرمائے۔ (آمین)

حضرت والد محترم کی تصانیف کا تذکرہ مختصراً انداز میں نقل کر رہی ہوں تفصیلات والد صاحب کی آپ بیتی جلد اوّل، ثانی، ثالث، رابع اور جلد خامس زیر ترتیب میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

مطبوعہ تصانیف:

(۱) انوار السنن شرح الجامع السنن للترمذی [ناشر: زم زم پبلشرز کراچی]

(۲) بنیادی فقہی احکام [ترجمہ تسہیل الضروری: دو جلد] [ناشر: ادارۃ القرآن کراچی]

(۳) بستان الصالحين [عربى][ناشر: مطبع البركاتى :شارع ستين، مكة المكرمہ]

(۴) رسول اکرم ﷺ کے آنسو [ناشر: مکتبہ مکیہ لاہور، طیب پبلشرز لاہور، مکتبۃ الامۃ رحیم یار خان]

(۵) صالحینؒ کے آنسو [ناشر: مکتبہ مکیہ لاہور، طیب پبلشرز لاہور، مکتبۃ الامۃ رحیم یار خان]

(۶) رسول اکرم ﷺ کی مسکراہٹیں [ناشر: مکتبہ مکیہ لاہور، طیب پبلشرز لاہور، مکتبۃ الامۃ رحیم یار خان]

(۷) صحابہ کرامؓ کے آنسو [ناشر: مکتبہ مکیہ لاہور، طیب پبلشرز لاہور، مکتبۃ الامۃ رحیم یار خان]

(۸) اصلی زاد الداعی [عربی، اردو] [ناشر: مکتبہ مکیہ لاہور]

(۹) دس گناہگار عورتیں [ناشر: مکتبہ مکیہ لاہور]

(۱۰) گیارہ گناہگار جماعتیں [ناشر: مکتبہ مکیہ لاہور] [یہ کتاب فارسی ترجمہ کے ساتھ ایران سے بھی کئی بار طبع ہوئی۔]

(۱۱) تنبیہ المسلمین [ترجمہ] منبہات ابن حجر [ناشر: مکتبہ مکیہ لاہور و مکتبۃ الامۃ، رحیم یار خان]

(۱۲) شادی کی پہلی دس راتیں [ناشر: ہندو پاک کے مکتبات]

(۱۳) متفقہ فیصلہ [ناشر: مرکز اہل سنت و دیگر]

(۱۴) محبت کا پہلا جھٹکا [ناشر: مکتبۃ الامۃ، رحیم یار خان]

(۱۵) خطبات صفدر ۲ جلد [ناشر: مکتبہ مکیہ لاہور، و دار الکتاب لاہور]

(۱۶) تباہی کے ستر راستے [ترجمہ] الکبائر للذہبی [ناشر: مکتبہ مکیہ لاہور]

(۱۷) سرتاج محدثین [ترجمہ] الخیرات الحسان لابن حجر مکی [ناشر: مکتبہ مکیہ لاہور و مکتبۃ الامۃ]

(۱۸) شان ابی حنیفہ رحمہ اللہ [ترجمہ] تبییض الصحیفہ للسیوطی [ناشر: مکتبہ مکیہ لاہور و مکتبۃ الامۃ]

(۱۹) امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ [ترجمہ] المواہب الشریفہ للشیخ
بلند شہری [ناشر: مکتبہ مکیہ لاہور و مکتبۃ الامۃ]
(۲۰) جنت اور اسکے حسین مناظر [ترجمہ] صفۃ الجنۃ لابی نعیم [ناشر: ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان]
(۲۱) منتخب کنزالعمال [ناشر: ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان]
(۲۲) مسائل عشر [ناشر: مکتبۃ الحمیرا، رحیم یار خان]
(۲۳) صالحینؒ کا انداز سخاوت [ترجمہ] الکرم و الجود وسخاء النفوس [ناشر: مکتبۃ الحمیرا، رحیم یار خان]
(۲۴) اعمال صالحہ پر کیا ملے گا؟ [ترجمہ] الترغیب فی فضائل الاعمال و الثواب ذالک [ناشر: مکتبۃ الحمیرا، رحیم یار خان]
(۲۵) آپ بیتی جلد اوّل/ثانی [ناشر: مکتبۃ الحمیرا، رحیم یار خان]
(۲۶) فضائل کا نچوڑ [ترجمہ] لباب الحدیث للسیوطی [ناشر: مکتبہ مکیہ لاہور]

غیر مطبوع کمپوز شدہ:

(۱) دموع الصحابہ رضی اللہ عنہم [عربی]
(۲) دموع مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم [عربی]
(۳) تبسمات رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم [عربی]
(۴) حکم المسح علی الجوربین [عربی]

(۵) ارائیں علماء کی دینی و سیاسی خدمات [جلدیں]

(۶) اعلیٰ حضرت کے کارنامے

(۷) الدلائل القویۃ في اثبات حیاۃ النبویہ ﷺ

(۸) بھوک کے فوائد [ترجمہ] الجوع لابن ابی الدنیا

(۹) جہنم کے ہولناک مناظر [ترجمہ] صفۃ النار لابن ابی الدنیا

(۱۰) بستان السلوک [ترجمہ] تحفۃ الملوک

(۱۱) بقیع میں مدفون صحابہ [ترجمہ] الاصابۃ

(۱۲) نور الایمان فی خلاصۃ القرآن

(۱۳) آپ بیتی جلد ۳، 4

(14) الاستعداد لیوم الحساب [عربی]

(15) کلام خدا بزبان مصطفی ﷺ [ترجمہ] الاحادیث القدسیہ

(16) تنویر الایمان فی دروس القرآن [3 جلد، المعروف احکام القرآن]

(17) انوار الایمان فی تفسیر القرآن [۲ جلد، پہلے دس پارے]

(18) حسن اخلاق [ترجمہ] مکارم الاخلاق [2 جلد]

(19) نماز کا طریقہ قدم بقدم

(20) فقہ الکمال [ترجمہ] کتاب الخصال

(21) مختصر سیرت حضرت ابو بکر صدیق

(22) مختصر سیرت حضرت عمر فاروق

(23) مختصر سیرت حضرت عثمان بن عفان

(24) مختصر سیرت حضرت علی المرتضی
(25) مختصر سیرت حضرات شیخین
(26) مختصر سیرت خلفاء راشدین
(27) مختصر سیرت عشرۃ مبشرۃ
(28) مختصر سیرت حضرت حسن بن علی
(29) مختصر سیرت حضرت حسین بن علی
(30) مختصر سیرت حسنین کریمین
(31) مختصر سیرت حضرت معاویة بن ابي سفيان
(32) مختصر سیرت حضرت عبداللہ بن مسعود
(33) مختصر سیرت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما
(34) مختصر سیرت حضرت عبداللہ بن عباس
(35) مختصر سیرت عبداللہ بن زبیر
(36) مختصر سیرت امہاۃ المؤمنین
(37) مختصر سیرت بنات رسولؐ وانکی اولاد
(38) مختصر سیرت صحابیات
(39) مختصر سیرت انصار صحابہ [جلداول/دوم]
(40) مختصر سیرت مہاجرین صحابہ کرام [جلداول/دوم]
(41) مختصر سیرت اہل کتاب صحابہ کرام
(42) مختصر سیرت فتح مکہ پر اسلام لانے والے صحابہ کرام

(43) مختصر سیرت تاجدار مدینۃ[مکمل]

(44) مختصر سیرت حبیب خدا[مکمل]

(45) میرے اساتذہ اور انکی علمی و تصنیفی خدمات

(46) 950حفاظ حدیث کا مختصر تذکرہ

(47) اسلاف کا ذوق حج و عمرہ

(48) اسلاف کا ذوق نکاح

(49) اسلاف کا ذوق سخاوت

(50) میرے رفقاء حرمین

(51) ارض لاہور تا ارض بخارا

(52) مصر و ترکی کا دلچسپ سفر نامہ

مسوّدات غیر کمپوز شدہ:

(۱) فتح الاسرار شرح معانی الآثار، للطحاوی

(۲) کاروان مدنی

(۳) تذکرہ علماء رحیم یار خان

(۴) فتاویٰ لدھیانوی

(5) مرنے کے بعد کیا ہوگا؟[ترجمہ]البعث والنشور للبیہقی

(6) خواتین اور ان کی ذمہ داریاں[ترجمہ]ادب النساء

(7) اللہ پکارتا ہے، اے ایمان والو[ا جلد]

(8) ثلاثیات تلامیذ امام ابو حنیفہ[عربی]

(9) خواتین اسلام اور فرمان رسول [ترجمہ] الاربعین الأسوۃ
(10) نبوی دن رات [ترجمہ] عمل الیوم والّیلۃ لابن سنی
(11) ثلاثیات امام اعظم ابو حنیفہ [عربی]
(12) ثلاثیات امام مالک [عربی]
(13) ثلاثیات امام محمد بن حسن [عربی]
(14) چہل حدیث [ترجمہ] اربعین امام نووی واسکی شرح
(15) ظہور مہدی اور فرمان رسول
(16) کشف المصابیح شرح مشکوۃ المصابیح [نامکمل]
(17) فتاوی جامعۃ الحمیراء
(18) غیر مقلدین کا اسلام [نامکمل]
(19) عقائد اہلسنت [ترجمہ] قطر المغیث
(20) مختصر سیرت شہداء بدر و شرکاء بدر
(21) مختصر سیرت شہداء احد
(22) مختصر سیرت شہداء عہد رسولؐ
(23) مختصر سیرت اھل بیت رسول [نامکمل]
(24) مناقب حضرت ابو بکر صدیق
(25) مناقب حضرت عمر بن خطاب [نامکمل]
(26) مناقب حضرت عثمان [نامکمل]
(27) مناقب حضرت علی [نامکمل]

(28) خصوصیات علی بن ابی طالب [ترجمہ] مناقب علی للنسائی

(29) فوائد اعمال [ترجمہ] فضائل اعمال

(30) نبوی ذکر واذکار [ترجمہ] کتاب الاذکار للسیوطی

(31) مقام صحابہ [ترجمہ] فضائل صحابہ للنسائی

(32) مناقب حضرت امیر معاویہ

(33) علماء رحیم یار خان کی تصنیفی خدمات

(34) علماء دیوبند کی تصنیفی خدمات

(35) علماء پنجاب کی تصنیفی خدمات

(36) علماء دیوبند اور انکے سن وفات

(37) امام ابو حنیفہ کا مقام اہل علم کی نظر میں

(38) اول کون [ترجمہ] کتاب الآوائل

(39) صحابہ کرام اور انکی مرویات کی تعداد

(40) علماء دیوبند کے علمی میدان کے شہسوار

(41) اسلاف کا ذوق جہاد [مکمل]

(42) اسلاف کا ذوق ذکر اللہ [نامکمل]

(43) اسلاف کا ذوق نماز [مکمل]

(44) اسلاف کا ذوق علم [نامکمل]

(45) اسلاف کا ذوق دعوت و تبلیغ [نامکمل]

(46) دعاؤں کا سمندر [ترجمہ] کتاب الدعاء

(47) علماء کرام سے میری خط و کتابت

(48) ہم عصر علماء کا ایک دوسرے سے علم حاصل کرنا [مکمل]

(49) صحیح صلوۃ الرسول [نامکمل]

(50) آپ بیتی [جلد 5]

(51) ارائیں علماء کی دینی وسیاسی خدمات [جلد 4]

(52) نماز نبوی [نامکمل]

(53) رکعات نماز

(54) مرد و عورت کی نماز میں فرق

(55) مناقب سیدہ عائشہ [ترجمہ] الاربعون فی فضائل الطاہرہ المصون

(56) زیارات مزارات

(57) عاشق حرمین

(58) رحیم یار خان میں فضلائے دیوبند

دیگر علماء سے لکھوائی کتب:

والد محترم کی عادت میں سے ایک بہت عمدہ عادت یہ ہے کہ جس کارِ خیر میں خود مشغول ہوتے ہیں اپنے دوستوں واحباب کو بھی ان کاموں کے کرنے کی ترغیب دیتے ہیں، مثلاً تبلیغ میں وقت لگانے کی، کثرت سے حج وعمرہ کرنے کی، تصنیف و تالیف کی، اجازت حدیث والد محترم کی ترغیب و تحریض سے جو کتب لکھی گئیں وہ یہ ہیں:

(۱) عطاء الباری شرح بخاری لمولانا محمد عطا المنعم مدظلہٗ(۲ جلد) [ادارہ تالیفات]
(۲) عطاءالمنعم شرح مسلم لمولانا محمد عطاالمنعم مدظلہٗ(۲ جلد)[ادارہ تالیفات]
(۳) صراط مستقیم کورس لمولانا محمد عطاالمنعم مدظلہٗ[مکتبہ حمیراء و مکتبہ اُمۃ]
(۴) فقاہت ابی حنیفہ، لمولانا خدا بخش صاحب[مکتبہ حمیراء و مکتبہ اُمۃ]
(۵) چہل حدیث : حصہ اوّل،ثانی،ثالث لمولانا محمد عطا المنعم مدظلہٗ [مکتبہ حمیراء]

اجازات احادیث:

والد محترم حضرت مولانا عبدالغنی طارق لدھیانوی حفظہ اللہ کی اکابر کی زیارت اور ان سے اجازت حدیث لینے کا بہت شوق تھا اور ہے جس کا اندازہ ان کی آپ بیتی پڑھنے سے بخوبی ہو سکتا ہے۔ جس کے لیے وہ طویل سفر سے بھی گھبراتے نہیں ہیں۔

اساتذہ حدیث:

جن اکابر و مشائخ حدیث سے والد محترم صاحب مدظلہٗ نے کتب احادیث مستقل اور باالاستیعاب پڑھیں پہلے ان کا ذکر پھر مجیزین کی فہرست نقل کروں گی:
(۱) محدث و مفسر حضرت مولانا محمد مالک کاندھلوی رحمہ اللہ بن محدث و مفسر حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ سے..........الجامع الصحیح (للامام البخاری رحمہ اللہ)اوّل و ثانی مکمل پڑھی۔

(۲) خطیب و ادیب مفسر قرآن حضرت مولانا عبد الرحمٰن اشرفی رحمہ اللہ بن حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری رحمہ اللہ بانی جامعہ اشرفیہ سے .... الجامع الصحیح (للامام مسلم رحمہ اللہ) پڑھی۔

(۳) العالم الجلیل المحقق المحدث المفسر حضرت مولانا محمد موسیٰ روحانی البازی رحمہ اللہ سے ...... الجامع (للامام الترمذی رحمہ اللہ) کامل مکمل پڑھی۔

(۴) الشمائل (للامام الترمذی رحمہ اللہ) مکمل ثالث الذکر سے پڑھی۔

(۵) السنن (للامام النسائی رحمہ اللہ)

(۶) السنن (لابن ماجہ رحمہ اللہ)

(۷) المؤطاء (للام مالک رحمہ اللہ)

(۸) المؤطاء (للامام محمد بن حسن الشیبانی رحمہ اللہ)

مذکورہ چار کتب کے بعض الاجزاء، ابواب، روایات، ثالث الذکر شیخ سے سماعت کیے۔

(۹) عالم با عمل، صوفی باصفا، محدث، حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب رحمہ اللہ سے السنن (للامام ابی داؤد رحمہ اللہ) مکمل پڑھی۔

(۱۰) العالم الفطین، العلامۃ الفہامہ حضرت مولانا مفتی محمد عبید اللہ صاحب بن حضرت مولانا مفتی حسن امرتسری رحمہ اللہ (بانی جامعہ اشرفیہ) سے شرح معانی الآثار (للامام الطحاوی المصری رحمہ اللہ) پڑھی۔

✵ ✵ ✵

فہرســــت اســــماءالمجیزین من علماء باکستان

(١) الشیخ المحدث المفسرمحمدسرفرازخان صفدررحمہ اللہ[گوجرانوالہ]

(٢)الشیخ فضل الرحیم بن مفتی محمد حسن امر تسری رحمہ اللہ [لاہور]

(٣) الشیخ در محمدرحمہ اللہ [مخدوم عالی لودھراں]

(۴) الشیخ عبد الرزاق[شجاع آباد]

(۵) الشیخ خان محمد[جلال پور پیر والا]

(۶) الشیخ محب النبی[لاہور]

(۷) الشیخ سیف الرحمٰن المہند ثم المکی[لاہور]

(۸) الشیخ محمد عثمان کاندھلوی [لاہور]

(۹) الشیخ محمد طارق جمیل[تلمبہ]

(۱۰) الشیخ محمد نواز[حنفیہ قادریہ ، ملتان]

(۱۱) الشیخ محمد عابد[خیر المدارس ، ملتان]

(۱۲) الشیخ عبد الرؤف ہالیجوی[بنوری ٹاؤن،کراچی]

(۱۳) الشیخ شفیق الرحمٰن کشمیری[بنوری ٹاؤن،کراچی]

(۱۴) الشیخ اسعد زکریا[بنوری ٹاؤن،کراچی]

(۱۵) الشیخ محمد ادریس سومرو[کنڈیارو ، السند]

(۱۶) الشیخ عبد الباقی[کنڈیارو ، السند]

(۱۷) الشیخ عبد الرؤف ربانی[رحیم یار خان]

(۱۸) الشیخ محمد فاروق حیدری[رحیم یار خان]

(۱۹) الشیخ جان محمد را جپر[کلفٹن ، کراچی]

(۲۰) الشیخ صالح محمد[مفتاح العلوم، حیدر آباد]

(۲۱) الشـــيخ عبد الرحمٰن زور جمـالی[عمر کوٹ ، السند]
(۲۲) الشيخ جلال الدين جمالی[نواب شاه ، السند]
(۲۳) الشيخ محمدسليم الله خان[کراچی]
(۲۴) الشيخ مفتی اكبر علی الصوفی[کراچی]
(۲۵) الشيخ مطلع الانوار[چار سده ، پشاور]
(۲۶) الشيخ دكتور عبد الحليم نعمانی چشتی [کراچی]
(۲۷)الشيخ علاء الدين[ڈيره اسماعيل خان]
(۲۸) الشيخ محمد مجاہدخان [نوشہره ،پشاور]
(۲۹) الشيخ دكتور خالد محمود[بريطانيہ]
(۳۰) الشيخ محمد نافع[جھنگ]
(۳۱) الشيخ خان محمد[کندياں ، ميانوالی]
(۳۲) الشيخ جاويد اقبال[يزمان ، بہا و لپور]
(۳۳)الشـــيخ محمدادريس انصـــاری[صـــادق آباد،رحيم يارخان]
(۳۴)الشيخ محمد شريف الله [رحيم يار خان]
(۳۵)الشيخ خليل الله بن محمد شريف الله [رحيم يار خان]
(۳۶) الشيخ دكتور فخر الدين الغلانی[رحيم يار خان]

(۳۷)الشیخ مفتی محمد تقی عثمانی[کراچی]
(۳۸)الشیخ محمد یاسین پسروری[پسرور]
(۳۹) الشیخ المقری اللہ داد[کراچی]
(۴۰) الشیخ عبد الوھاب[سکھر ، سندھ]
(۴۱) الشـــیخ مفتی حبیب الرحمٰن درخواســـتی[خانپور، رحیم یار خان]
(۴۲)الشیخ مفتی رضاء الحق[جنوبی افریقہ]
(۴۳)الشـــیخ عبد الرحمٰن (المعروف تھا نہ بابا جی)[تخت بھائی مردان]
(۴۴)الشیخ سیّد سَیْد (المعروف شوڈا کو بابا جی) [شیر پاؤ، چار
سدہ]
(۴۵)الشـــیخ محمد معتمد باللہ(المعروف جان باباجی) [شیر پاؤ، چارسدہ]
(۴۶) الشـــیخ محمـد ادریس[اکوڑہ خٹــک ، سرحد]
(۴۷)الشیخ فضل محمو د(شبقدر،نیومیتھرہ)[چارسدہ]
(۴۸)الشـــیخ عبد الحلیم (المعروف دیر باباجی)[اکوڑہ خٹک]

(۴۹) الشـــیخ محمد ســـعید ہاشـــمی افغانی ثم المدنی[مدینہ منورہ]

(۵۰) الشیخ مفتی شیر محمد علوی[لاہور]

(۵۱) الشـــیخ ندیم احمد القاســـمی (فاضـــل دیوبند)[فیصل آباد]

(۵۲) الشیخ مفتی فضل احمد قادری[ملتان]

(۵۳)الشیخ مفتی محمد عمر فاروق[ملتان]

(۵۴)الشیخ مفتی غلام مصطفیٰ[اوکاڑہ]

(۵۵)الشیخ محمد احسان الحق[رائے ونڈ ، لاہور]

(۵۶) الشیخ السید مفتی جاوید حسین شاہ[فیصل آباد]

(۵۷)الشیخ السید عبد الرشید رشیدی[اوکاڑہ ، دیپالپور]

(۵۸)الشیخ منیراحمد جالندھری[ملتان]

(۵۹) الشـــیخ فضـــل الرحمٰن دھرم کوٹی[خانقاہ ، بہاولپور]

(۶۰) الشیخ منظور احمد نعمانی[ظاہر پیر ، رحیم یار خان]

(۶۱) الشیخ المقری محمود[خیر المدارس ، ملتان]

(۶۲) الشیخ ظہور احمد علوی[اسلام آباد]

(۶۳) الشـــیخ حـافظ عبـد الرزاق[خـانقـاہ دامـان بـا باجی ، پشاور]

(۶۴) الشـیخ معاذ الرحمٰن بن محمد آصـف [رحیم یار خان]

(۶۵) الشیخ محمد عطاء المنعم[رحیم یار خان]

(۶۶) الشیخ عبد الرشید اویسی[رحیم یار خان]

(۶۷)الشیخ عبد الہادی[جتوئی]

(۶۸) الشـــیخ عبـد القیوم نیـازی (احیـاء العلوم)[لاہور]

(۶۹) الشـــیخ مفتی محمـد عبـد اللہ بن مفتی عبـد الستار[ملتان]

(۷۰)الشـــیخ محمد عزت اللہ بن پیر محمد[مســـتونگ ، قلات]

(۷۱) الشیخ سیف اللہ[سرائے نورنـگ]

(۷۲)الشیخ قاضی عبد الرشید[راولپنڈی]

(۷۳)الشیخ منیراحمد منور[باب العلوم کہروڑ پکا]

(۷۴)الشیخ مفتی سعید اللہ شاہ[پشاور]

(۷۵)الشیخ مفتی محمد قاسم بن الشیخ بجلی گھر[پشاور]

(۷۶)الشیخ المقری محمد حنیف جالندھری[ملتان]

(۷۷)الشیخ ظفر احمد (بنوری ٹاؤن)[کراچی]

(۷۸)الشیخ ہدایت اللہ کسّووال[ساہیوال]

(۷۹) الشیخ خدا بخش حقانی (چوک منڈا)[لیّہ]

(۸۰)الشیخ لطف اللہ حقانی[پشاور]

(۸۱) الشیخ ارشد الحسینی قاضی[اٹک]

(۸۲)الشیخ عبدالقادر السندی[خیر پوری]

(۸۳)الشیخ السیدچراغ الدین شاہ[راولپنڈی]

(۸۴)الشیخ انوار الحق [حقانیہ ،اکوڑہ خٹک]

(۸۵)الشیخ ، المقری محمود احمد (خیر المدارس)[ملتان]

(۸۶) الشیخ عبید اللہ خضداری[خضدار ، بلوچستان]

(۸۷)الشیخ نور البشر نور الحق[کراچی]

(۸۸)الشیخ حبیب الرحمٰن بن روشن دین[رحیم یار خان]

(۸۹) الشیخ مفتی محمد حسن[جامعہ مدنیہ لاہور]

(۹۰) الشیخ محمد سہیل احسان[رحیم یار خان]

اســــمــاء المـجـيـزيـن مـن خــارج الباكستان

(۱) الشــــيخ المقرى محمد ســــالم بن المقرى محمد طيب [دارالعلوم ،ديوبند،انڈيا]

(۲) الشيخ عزيز الحق [ڈھاکہ ، بنغلہ ديش]

(۳) الشــــيخ محمد عاشــــق الٰہی البرنی رحمہ اللہ[مدينة المنوره]

(۴) الشــــيخ محمد امين ســــراج (تلميذ علامہ زاہد الكوثرى رحمہ اللہ) [تركيا ، استنبول]

(۵) الشيخ محمد مكى حجازى [مدرس الحرم المكى]

(۶) الشيخ عبد القادر الكتانى[فاس ، المغرب مراكش]

(۷) الشــــيخ عبد الرحمٰن الكتانى (وكالتًا)[فاس المراكش ، المغرب]

(۸) الشيخ كليم اللہ الصديقى[ہند]

(۹) الشيخ عبد الرحمٰن الكوثر البرنى[بحرين]

(۱۰) الشيخ دكتور نظام بن محمد صالح يعقوبى[بحرين]

(۱۱) الشیخ دکتور عبد القیوم السندی[مکۃ المکرمہ]
(۱۲) الشیخ دکتور محمد اکرم الندوی الھندی[بریطانیہ]
(۱۳) الشیخ دکتور ما جد الشیجاوی الحسینی[عراق]
(۱۴) الشیخ مفتی ظہور احمد الحسینی[حضروثم البریطانی]
(۱۵) الشیخ علی بن حسن بن یحییٰ الشرفی الحازمی[مکۃ المکرمہ]
(۱۶) الشیخ دکتور یوسف عبد الرحمٰن المرعشلی[بیروت ، لبنان]
(۱۷) الشیخ صفوان بن عدنان داؤدی (حدیث واحد) [السوری + مدینۃ المنورہ]
(۱۸) الشیخ دکتور حمزۃ الکتانی[المغرب الفاس]
(۱۹) الشیخ زکریا احمد الطالب المکی[مکۃ المکرمہ]
(۲۰) الشیخ محمد علی یمانی المکی[مکۃ المکرمہ]
(۲۱) الشیخ دکتور محمد نعیم المدنی[مدینۃ المنورہ]
(۲۲) الشیخ خالد ترکستانی[]
(۲۳) الشیخ دکتور حامد اکرم المدنی[مدینۃ المنورہ]
(۲۴) الشیخ دکتور سعید عنایت اللہ[باکستان ثم المکی]
(۲۵) الشیخ محمد ابراہیم الدیولہ[ھند]

(۲۶) الشیخ اسعد محمود المکی[مکۃ المکرمہ]

(۲۷)الشیخ محمد شمیم قاسمی[ھند]

(۲۸) الشـــیخ فضـــل الرحمٰن الہاشـــمي الافعانی[مدینۃ المنورہ]

(۲۹) الشیخ امتیاز بن آدم الھندی[زمبیا، افریقہ]

(۳۰) الشیخ عبد الغنی بروچی[ھند]

(۳۱) الشیخ احمد محمود البناء(اجازہ فی القراءۃ) [قاہرہ، مصر]

(۳۲) الشیخ عماد القحطانی[]

(۳۳)الشیخ عبد الرزاق الکلملائی البنغالی[بنغلہ دیش]

(۳۴)الشیخ الدکتور ابو حذیفہ نریمان صابر الشوائی[]

(۳۵)الشیخ ولید بن ادریس المنیس[]

(۳۶) الشیخ احمد الحبشی []

(۳۷)الشیخ محمد الحبشی[]

(۳۸)الشـــیخ الدکتور حســـام الدین بن ســـلیم (الحســـنی الحمصی الکیلانی) [حمص ، سوریہ]

(۳۹) الشیخ عبدالغفور المعمر السندی المکی[مکۃالمکرمہ]

(۴۰) الشیخ السید محمد اصغر شاہ[مدینۃ المنورہ]

(۴۱) الشـــیخ محمد عمر زیاد تکلۃ (الشـــامی مقیم بریطانیہ)
[بریطانیہ]
(۴۲) الشیخ مصطفیٰ قدیمی[یمن]
(۴۳)الشیخ ابواللیث خیر آبادی الھندی[مالیزیا]
(۴۴)الشیخ سیف الدین[ترکیا]
(۴۵)الشیخ عمر حسن فلاتہ المدینی[مدینۃ /سعودیہ]
(۴۶) الشـــیخ المقری فار وق احمد (مدرس حرم نبوی)
[مدینہ منورہ]
(۴۷)الشیخ رحمت اللہ (جموں کشمیر)[انڈیا]
(۴۸)الشیخ مفتی محمد ساجد(سہارنپوری)[انڈیا]
(۴۹) الشیخ محمد قربان(سہارنپوری)[انڈیا]
(۵۰) الشیخ سیدثمامۃ حسن مظاہری (سہارنپور)[انڈیا]
(۵۱) الشیخ عبد اللہ التوم[]
(۵۲) الشیخ منصور بنوت[لبنان]
(۵۳)الشـــیخ الدکتور عبد الرحمٰن صـــالح دیب [الریاض، سعودیہ]
(۵۴)الشیخ عمر سعود الحدوش[]

(۵۵)الشـــیخ الدکتور عماد بن محمد بن نائف الحبابی القحطانی العراقی[عراق]
(۵۶) الشیخ عبد الحکیم الانیس[]
(۵۷)الشـیخ عبد الرحمٰن بن محمد سـعید سـراج المهندس (اجازۃ المدّ) [مدینۃ المنورہ ، سعودیہ]
(۵۸)الشـیخ محمد اسـلم عن علی بن حسـن بن مہدی بن سنان المغربی الیمانی [مکۃ المکرمہ ھهندی مسجد]
(۵۹) الشیخ عبد الوحید ملک[مدینۃ المنورہ]
(۶۰) الشیخ حامد حسن[مظفر نگر، انڈیا]

✵✵✵

اسماء المجیزات المشائخۃ

(۱) الشیخۃ سمیہ عبد الغنی[رحیم یار خان]
(۲) الشیخۃ اسماء عبد الغنی[رحیم یار خان]
(۳) الشیخۃ لبیبہ عبد الغنی[رحیم یار خان]
(۴) الشیخۃ حبیبہ عبد الغنی[رحیم یار خان]
(۵) الشیخۃ رمثہ عبد الغنی[رحیم یار خان]
(۶) الشیخۃ طاہرہ عبد الغنی[رحیم یار خان]

(۷) الشیخۃ عفیفہ عبد الغنی[رحیم یار خان]

(۸) الشیخۃ حمیرا عبد الغنی[رحیم یار خان]

(۹) الشیخۃ زہرہ بنت معراج(زوجہ صاحبہ مترجم) [رحیم یار خان]

❋ ❋ ❋

اصلاحی تعلق:

(۱) والد محترم نے تعلیم کے بعد اپنی اصلاح کی خاطر تبلیغی جماعت سے تعلق قائم کیا،اس سلسلہ میں ۱۹۸۶ء ،۱۹۸۷ءمیں اندرون ملک ایک سال لگایا۔ پھر مستقل رحیم یارخان تبلیغی مرکز سے وابستہ ہو گئے ۔اور اب تک مسلسل اندرون وبیرون کے اسفار کرتے رہتے ہیں۔

(۲) والد محترم نے ہمارے دادا ، اور پردادا کے پیرومرشد حضرت خواجہ خواجگان مولانا خان محمد صاحب رحمہ اللہ (کندیاں، میانوالی) سے سلسلہ بیعت میں شریک ہوئے، حضرت کی وفات تک اصلاحی تعلق قائم رہا۔ حضرت کی وفات کے بعد تجدید بیعت حضرت مولانا میاں مسعود احمد دین پوری مد ظلہٗ سے کی۔ حضرت مولانا محمد عاشق الٰہی بلند شہری رحمہ اللہ سے بھی تعلق رہا۔

مشائخ مناظرہ:

علم مناظرہ اکابر مشائخ کی صحبت میں رہ کر حاصل کیا:

(۱) ردّ روافض کیلئے مناظر اسلام فاتح رافضیت حضرت مولانا محمد عبد الستار تونسوی صاحب رحمہ اللہ (تلمیذ حضرت مدنی رحمہ اللہ) سے حاصل کیا، اور زندگی بھر ان کے بیانات سے مستفید ہوتے رہے۔

(۲) مناظر اسلام وکیل احناف حجۃ اللہ فی الارض حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی صاحب رحمہ اللہ سے چار سال تک مسلسل استفادہ کیا، اور چار سال تک رحیم یار خان میں حضرت رحمہ اللہ کی میزبانی کا شرف بھی حاصل رہا، اور حضرت اوکاڑوی صاحب رحمہ اللہ نے والد محترم کی کتاب سرتاج محدثین پر ایک طویل مقدمہ بھی لکھا تھا۔

سیاسی تعلق:

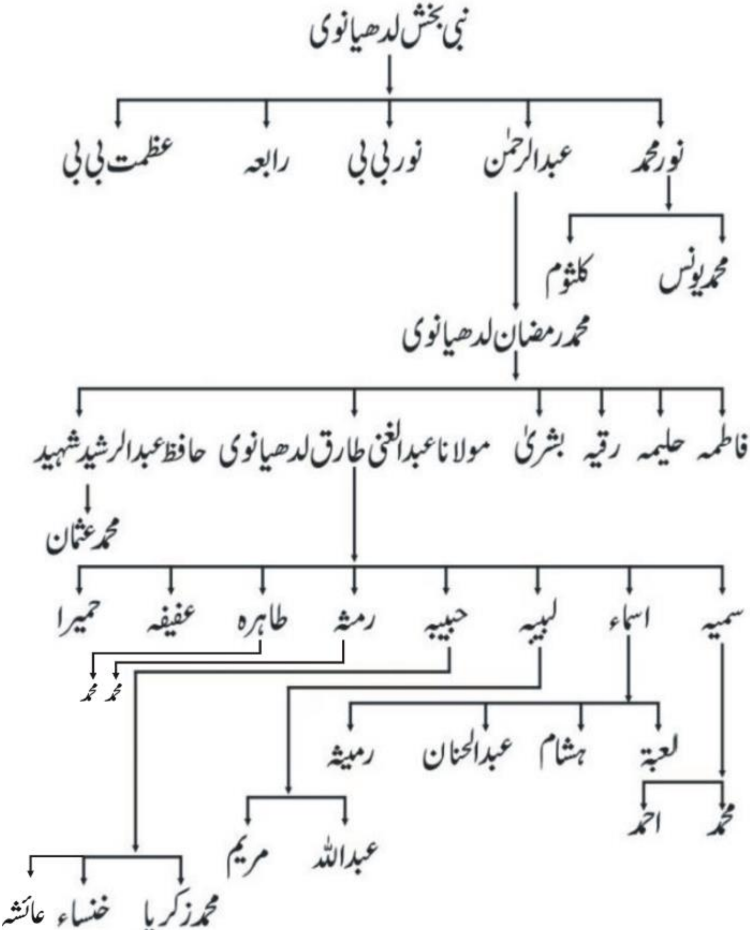
والد محترم کے بتلانے کے مطابق تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ میں شرکت رہی، اور زمانہ طالب علمی میں جمعیت طلباء اسلام کے پلیٹ فارم سے کام کیا، شعبہ نشر و اشاعت کی ذمہ داری بھی رہی۔ اور پھر جمعیت علماء اسلام سے وابستگی اور دلی محبت رہی، رحیم یار خان مجلس عمومی کے رکن بھی رہے، لیکن والد صاحب مدظلہٗ کی زیادہ توجہ تبلیغی جماعت، تدریس، اور تصنیف کی طرف رہی۔

تکالیف و قید و بند:

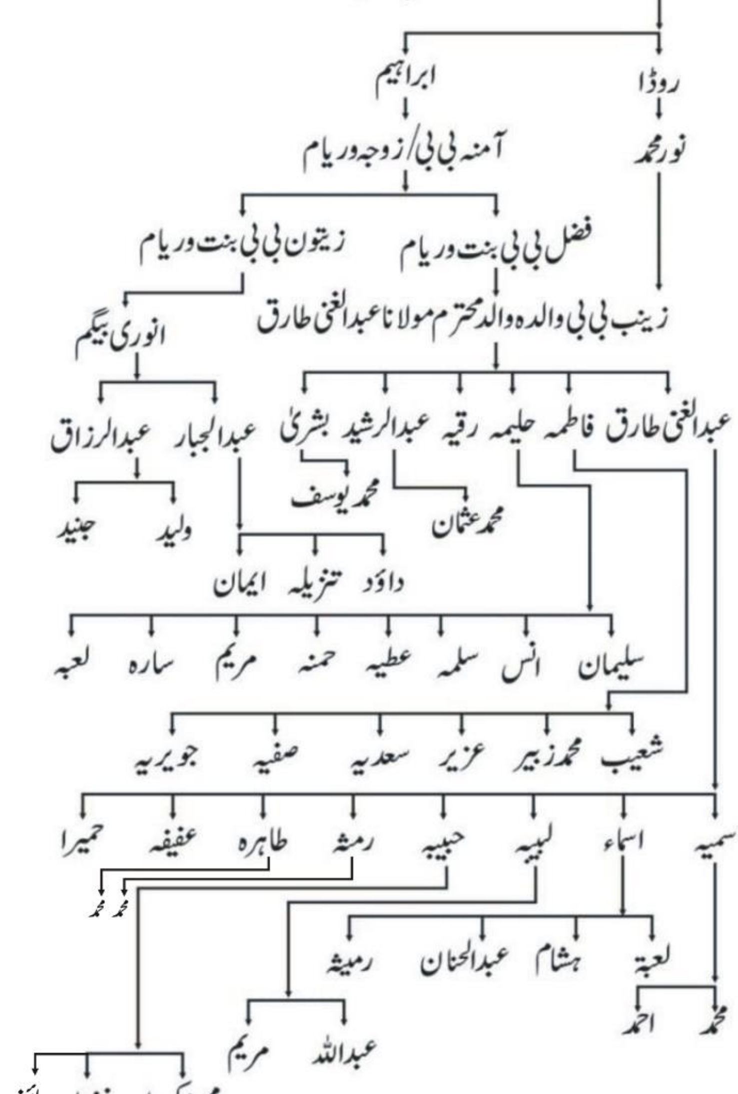
بقول والد محترم کے ابتدائی احوال کمزور ہونے کیوجہ سے ہر ہفتہ صرف ایک روپیہ ملتا تھا، بعض مرتبہ ساہیوال کبھی لاہور سے سفر شروع کرکے رحیم یار خان تک کھانے کی نوبت نہ آتی تھی، بعض دفعہ ساہیوال سے رحیم یار خان تک

کھڑے یا ریل گاڑی کے پائیدان پر بیٹھ کر سفر کی نوبت بھی آتی تھی۔ بعض علاقوں میں اہل محلہ نے مارا بھی، مسجد سے نکالا بھی، سامان بھی پھینک دیا، کتب چھین لیں، یمن کے سفر کے دوران پورے سترہ دن صنعاء جیل میں گزارنے پڑے۔

شجرہ طیبہ/اجداد



شجرہ طیبہ/جدّات



حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ

مدفون استنبول

نام ونسب اور ابتدائی حالات:

خالد نام، ابوایوب کنیت، قبیلہ خزرج کے خاندان نجار سے تھے، سلسلہ نسب یہ ہے خالد بن زید بن کلیب بن ثعلبہ بن عبد عوف خزرجی خاندان نجار گو قبائل مدینہ میں خود بھی ممتاز تھا تاہم اس شرف نے کہ حامل نبوت کی وہاں نانہالی قرابت تھی اس کو مدینہ کے اور قبائل سے ممتاز تر کر دیا تھا، ابوایوب اس خاندان کے رئیس تھے۔

اسلام:

حضرت ابوایوبؓ انصاری بھی ان منتخب بزرگان مدینہ میں ہیں، جنھوں نے عقبہ کی گھاٹی میں جاکر حضور ﷺ کے دست مبارک پر اسلام کی بیعت کی تھی۔ حضرت ابوایوب مکہ سے دولت ایمان لے کر پلٹے تو ان کی فیاض طبعی نے گوارانہ کیا کہ اس نعمت کو صرف اپنی ذات تک محدود رکھیں چنانچہ اپنے اہل وعیال اعزہ واقرباء اور دوست واحباب کو ایمان کی تلقین کی اور اپنی بیوی کو حلقہ توحید میں داخل کیا۔

حامل نبوت کی میزبانی:

خدا نے اہل مدینہ کے قبول اسلام کو ایک امن عطا کر دیا اور مسلمان مہاجرین مکہ

اوراطراف سے آآکر مدینہ میں پناہ گزین ہوئے لیکن جو وجود مقدس قریش کی ستم گاریوں کا حقیقی نشانہ تھا وہ اب تک ستم گاروں کے حلقہ میں تھا، آخر ماہ ربیع الاول میں نبوت کے تیرہویں سال وہ بھی عازم مدینہ ہوا، اہل مدینہ بڑی بے تابی سے حضور ﷺ کی آمد آمد کا انتظام کررہے تھے انصار کا ایک گروہ جس میں حضرت ابوایوبؓ بھی تھے، روزانہ حرہ تک جو مدینہ سے ۳-۴ میل ہے صبح اٹھ کر جاتا تھااور دوپہر تک حضور کا انتظار کرکے واپس آتا تھا۔اسی طرح یہ لوگ ایک روز واپس ہو رہے تھے کہ ایک یہودی نے دور سے حضور ﷺ کو قرینہ سے پہچان کر انصار کو تشریف آوری کا مژدہ سنایا۔انصار جن میں بنو نجار سب سے پیش پیش تھے ہتھیار سج سج کر خیر مقدم کے لیے آگے بڑھے۔

مدینہ سے متصل قباء نام ایک آبادی تھی حضور ﷺ کچھ دنوں قبامیں رونق افروز رہے اس کے بعد مدینہ کا عزم فرمایا۔اللہ اکبر! مدینہ کی تاریخ میں یہ عجیب مبارک دن تھا بنو نجار اور تمام انصار ہتھیاروں سے آراستہ دورویہ صف بستہ تھے روساء اپنے اپنے محلوں میں قرینے سے کھڑے تھے پردہ نشین خواتین گھر سے باہر نکل آئی تھیں، مدینہ کے حبشی غلام جوش مسرت میں اپنے اپنے فوجی کرتب دکھارہے تھے اور خاندان نجار کی لڑکیاں دف بجابجا کر ’’طلع البدر علینا‘‘ کا ترانہ خیر مقدم گارہی تھیں۔ غرض اس شان وشوکت سے حضور ﷺ کا شہر میں داخلہ ہوا کہ وداع کی گھاٹیاں مسرت کے ترانوں سے گونج اٹھیں اور مدینہ کے درودیوار نے اپنی انکھوں سے وہ منظر دیکھا جواس نے کبھی نہ دیکھا تھا۔

اب ہر شخص منتظر تھا کہ دیکھئے میزبان دوعالم کی مہمانی کا شرف کس کو حاصل ہو۔

جدھر سے آپ کا گزر ہوتا لوگ اھلاً و سھلاً مرحبا کہتے ہوئے آگے بڑھتے اور عرض کرتے کہ حضور ﷺ یہ گھر حاضر ہے لیکن اللہ نے اس شرف کے لیے جس گھر کو متعین کیا تھا وہ ابوایوبؓ کا کاشانہ تھا حضور ﷺ نے لوگوں سے فرمایا ''خلوا سبيلها فانما مامورة''یعنی اونٹنی کو آزاد چھوڑ دو خدا کی جانب سے خود منزل تلاش کر لے گی ،امام مالک کا قول ہے کہ اس وقت حضور ﷺ پر وحی کی حالت طاری تھی اور آپ اپنے قیام گاہ کی تجویز میں حکم الٰہی کے منتظر تھے ،آخر ندائے وحی نے تسکین کا سرمایہ پہنچایا اور ناقہ قصوا نے خانہ ابوایوب کے سامنے سفر کی منزل ختم کی، حضرت ابوایوبؓ سامنے آئے اور درخواست کی کہ میرا گھر قریب ہے اجازت دیجیے اسباب اتار لوں۔امیدواروں کا ہجوم اب بھی باقی تھا۔اور لوگوں کا اصرار اجازت سے مانع تھا آخر لوگوں نے قرعہ ڈالا ابوایوبؓ کو اس فخر لازوال کے حصول سے جو مسرت ہوئی ہو گی اس کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔

حضور ﷺ حضرت ابوایوبؓ کے گھر تقریبا چھ مہینے تک مقیم رہے اس عرصہ میں حضرت ابوایوبؓ نے نہایت عقیدت مندانہ جوش کے ساتھ آپ کی میزبانی کی ان کے مکان کے اوپر نیچے دو حصے تھے انہوں نے اوپر کا حصہ حضور ﷺ کے لیے مخصوص کیا لیکن آپ نے اپنی اور زائرین کی آسانی کی خاطر نیچے کا حصہ پسند فرمایا ایک دفعہ اتفاق سے کوٹھے پر پانی کا جو گھڑا تھا وہ ٹوٹ گیا چھت معمولی تھی ڈر تھا کہ پانی نیچے ٹپکے اور حضور ﷺ کو تکلیف ہو گھر میں میاں بیوی کے اوڑھنے کے لیے صرف ایک ہی لحاف تھا،دونوں نے لحاف پانی پر ڈال دیا کہ پانی جذب ہو کر رہ جائے بایں ہمہ تکلیف ان میزبانوں کے لیے کوئی بڑی زحمت نہ تھی کہ اسلام کی

خاطر اس سے بڑی بڑی اور شدید تکلیفوں کے تحمل کا عزم کر چکے تھے تاہم یہ خیال کہ وہ اوپر اور خود حامل وحی نیچے ہیں ایسا سوہان روح تھا جس نے حضرت ابو ایوبؓ کو ایک دفعہ شب بھر بیدار رکھا اور دونوں میاں بیوی نے سوء ادب کے خوف سے چھت کے کونے میں بیٹھ کر رات بسر کی، صبح حضرت ابو ایوبؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور رات کا واقعہ عرض کیا اور درخواست کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوپر اقامت فرمائیں جان نثار نیچے رہیں گے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درخواست منظور فرمالی اور بالا خانہ پر تشریف لے گئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تک ان کے مکان میں تشریف فرما رہے عموماً انصار یا خود حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں روزانہ کھانا بھیجا کرتے تھے کھانے سے جو کچھ بچ جاتا آپ حضرت ابو ایوبؓ کے پاس بھیج دیتے تھے حضرت ابو ایوبؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگلیوں کے نشانات دیکھتے اور جس طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نوش فرمایا ہوتا وہیں انگلی رکھتے اور کھاتے ایک دفعہ کھانا واپس آیا تو معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تناول نہیں فرمایا مضطربانہ خدمت اقدس میں پہنچے اور نہ کھانے کا سبب دریافت کیا ارشاد ہوا کھانے میں لہسن تھا اور میں لہسن پسند نہیں کرتا حضرت ابو ایوبؓ نے کہا ''انی اکرہ ما تکرہ ''جو آپ کو ناپسند ہو یارسول اللہ میں بھی اس کو ناپسند کروں گا۔

مواخات:

ہجرت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین و انصار کو باہم بھائی بھائی بنادیا آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے مکان میں مہاجرین و انصار کو جمع کیا اور اتحاد مذاق رتبہ اور درجہ کے لحاظ سے ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصار کا بھائی بنایا اس موقع پر

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ انصاری کو جس مہاجر کا بھائی قرار دیا وہ یثرب کے اولین داعی اسلام حضرت مصعب بن عمیرؓ قریشی تھے حضرت مصعب بن عمیرؓ وہ پرجوش صحابی ہیں جنہوں نے اسلام کی خاطر بہت بڑی بڑی سختیاں جھیلی تھیں اور ہجرت نبوی سے پہلے اسلام کے سب سے اول داعی بنا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو مدینہ بھیجا تھا، حضرت ابوایوب کی ان سے مواخات یہ معنی رکھتی ہے کہ یہ بھی اپنے اندر اسی قسم کا جوش اور ولولہ رکھتے ہیں اور آخر ان کی زندگی کے واقعات نے اس کو سچ کر دیا۔

غزوات اور عام حالات:

حضرت ابوایوبؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تمام غزوات میں دیگر اکابر صحابہ کی طرح برابر کے شریک رہے اور اس التزام سے کہ ایک غزوہ کے شرف شرکت سے بھی محروم نہیں رہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مشہور غزوات میں پہلا غزوہ بدر ہے حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ اس میں بھی شریک تھے بدر کے بعد وہ احد خندق بیعت الرضوان وغیرہ اور تمام غزوات میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہم رکاب رہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد بھی ان کی زندگی کا بیشتر حصہ جہاد میں صرف ہوا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جو لڑائیاں پیش آئیں ان میں سے جنگ خوارج میں وہ شریک تھے اور جناب امیر کی معیت میں مدائن تشریف لے گئے جناب امیر کو ان کی ذات پر جو اعتماد اور آپ کی قابلیت اور حسن تدبیر کا جس قدر اعتراف تھا وہ اس سے ظاہر ہوگا کہ جب انہوں نے کوفہ کو دارالخلافہ قرار دیا تو مدینہ میں حضرت ابو ایوبؓ کو اپنا جانشین چھوڑ گئے، اور وہ اس عہد میں امیر مدینہ رہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان کے سابقہ حسن خدمت کی بنا پر بارگاہ خلافت سے حسب ترتیب ماہانہ وظائف ملتے تھے، حضرت ابوایوبؓ کا وظیفہ پہلے چار ہزار درہم تھا،

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت میں ۲۰ ہزار درہم کر دیا، پہلے آٹھ غلام ان کی زمین کی کاشت کے لیے مقرر تھے جناب امیر نے ۴۰ غلام مرحمت فرمائے۔

آل واولاد:

حضرت ابوایوبؓ کی زوجہ کا نام ام حسن بنت زید انصاریہ ہے۔ وہ مشہور صحابیہ تھیں۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ ان کے بطن سے صرف ایک لڑکا عبدالرحمن تھا۔ اس حسن خدمت اور محبت کی یادگار میں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے تھی، تمام اصحاب اور اہل بیت آپ سے محبت اور عظمت کے ساتھ پیش آتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ حضرت علیؓ کی طرف سے بصرہ کے گورنر تھے، اسی زمانے میں آپ حضرت ابن عباسؓ کی ملاقات کو بصرہ تشریف لے گئے۔ ابن عباسؓ نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ جس طرح آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقامت کے لیے اپنا گھر خالی کر دیا تھا میں بھی آپ کے لیے اپنا گھر خالی کر دوں۔ اور اپنے تمام اہل و عیال کو دوسرے مکان میں منتقل کر دیا۔ اور مکان مع اس تمام ساز و سامان کے جو گھر میں موجود تھا آپ کی نذر کر دیا۔

مصر کا سفر:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بعد امیر معاویہؓ کی حکومت کا زمانہ آیا۔ عقبہ بن عامر جہنیؓ ان

کی طرف سے مصر کے گورنر تھے۔ حضرت عقبہؓ کے دور امارت میں حضرت ابو ایوبؓ کو دو مرتبہ سفر مصر کا اتفاق ہوا پہلا سفر طلب حدیث کے لیے تھا وانہیں معلوم ہوا تھا کہ حضرت عقبہؓ کسی خاص حدیث کی روایت کرتے ہیں صرف ایک حدیث کے لیے حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ نے بڑھاپے میں سفر مصر کی زحمت گوارا کی۔ مصر پہنچ کر پہلے مسلمہؓ بن مخلد کے مکان پر گئے۔ حضرت مسلمہ نے خبر پائی تو جلدی سے گھر سے باہر نکل آئے اور معانقہ کے بعد پوچھا کیسے تشریف لانا ہوا، حضرت ابو ایوبؓ نے فرمایا مجھ کو عقبہ کا مکان بتا دیجیے مسلمہ سے رخصت ہو کر عقبہ کے مکان پر پہنچے، ان سے ستر المسلم کی حدیث دریافت فرمائی اور کہا کہ اس وقت آپ کے سوا اس حدیث کا جاننے والا کوئی نہیں۔ حدیث سن کر اونٹ پر سوار ہوئے۔ اور سیدھا مدینہ منورہ واپس چلے گئے۔

غزوہ روم کی شرکت:

دوسری بار غزوہ روم کی شرکت کے ارادے سے مصر تشریف لے گئے فتح قسطنطنیہ کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بشارت دے گئے تھے، امرائے اسلام منتظر تھے۔ کہ دیکھیں پیشن گوئی کس جانباز کے ہاتھوں پوری ہوتی ہے۔ شام کے دارالحکومت ہونے کے سبب سے حضرت معاویہ کو اس کا سب سے زیادہ موقع حاصل تھا۔ چنانچہ ۵۲ ہجری میں انہوں نے روم پر فوج کشی کی یزید بن معاویہ اس لشکر کا سپہ سالار تھا، دیگر اصحاب کبار کی طرح حضرت ابو ایوبؓ بھی اس پر جوش فوج کے ایک سپاہی تھے۔ مصر و شام وغیرہ ممالک اسلام کے الگ الگ دستے تھے۔ مصری فوج کے سر عسکر گورنر مصر مشہور صحابی حضرت عقبہ بن عامر جہنیؓ تھے۔ ایک دستہ

فضالہ بن عبیدؓ کے ماتحت تھا۔ایک جماعت عبدالرحمن بن خالد بن ولیدؓ کے زیر قیادت تھی۔رومی بڑے سروسامان سے لڑائی کے لیے تیار ہوئے۔اور ایک فوج گراں مسلمانوں کے مقابلے کے لیے بھیجی۔مسلمانوں نے بھی مقابلے کے لیے کی تیاریاں کی۔ان کی تعداد بھی دشمنوں سے کم نہ تھی۔جوش کا یہ عالم تھا کہ ایک ایک مسلمان رومیوں کی پوری پوری صف سے معرکہ آرا تھا ایک صاحب کے جوش کی یہ کیفیت تھی کہ رومیوں کی صفوں کو چیر کر تنہا اندر گھس گئے،اس تیور کو دیکھ کر عام مسلمانوں نے بیک وقت یہ صریح آیت قرانی ''لاتلقو بایدیکم الی التھلکہ ''اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو ،کے خلاف ہے حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ انصاری آگے بڑھے اور فوج کو مخاطب کر کے فرمایا لوگو! تم نے اس آیت شریفہ کی یہ معنی سمجھے حالانکہ اس کا تعلق انصار کے ارادہ تجارت سے ہے،اسلام کے امن و فراخی کے بعد انصار نے یہ ارادہ کیا تھا کہ گزشتہ سالوں میں جہاد کے مشغولیت کی وجہ سے ان کو جو نقصانات اٹھانے پڑے ہیں ان کی تلافی کی جائے اس پر یہ آیت نازل ہوئی پس ہلاکت جہاد میں نہیں بلکہ ترک جہاد اور فراہمی مال میں ہے[صاحب کتاب کو بھی مصر جانے کا تین دفعہ موقع ملا]

وفات:

اسی سفر جہاد میں عام وبا پھیلی اور مجاہدین کی بڑی تعداد اس کی نذر ہو گئی،حضرت ابوایوبؓ بھی اس وبا میں بیمار ہوئے۔یزید عیادت کے لیے گیا اور پوچھا کہ کوئی وصیت کرنی ہو تو فرمایے تعمیل کی جائے۔آپ نے فرمایا تم دشمن کی سرزمین میں جہاں تک جاسکو میرا جنازہ لے جا کر دفن کرنا چنانچہ وفات کے بعد اس کی تعمیل کی

گئی تمام فوج نے ہتھیار سج کر رات کو لاش قسطنطنیہ کی دیواروں کے نیچے دفن کی۔[1] نماز میں جس قدر مسلمان فوجی تھے۔ سب شامل تھے۔ دفن کرنے کے بعد یزید نے مزار کے ساتھ کفار کی بے ادبی کے خوف سے اس زمین کو برابر کر دیا، صبح کو رومیوں نے مسلمانوں سے پوچھا کہ رات آپ لوگ کچھ مصروف نظر آتے تھے بات کیا تھی، مسلمانوں نے کہا ہمارے پیغمبر کے ایک جلیل القدر دوست نے وفات پائی ان کے دفن میں مشغول تھے، لیکن جہاں ہم نے دفن کیا ہے تمہیں معلوم ہے۔ اگر مزار اقدس کے ساتھ کوئی گستاخی تمہاری طرف سے روا رکھی گئی تو یاد رکھو اسلام کی وسیع الحدود حکومت میں کہیں ناقوس نہ بج سکے گا۔ ،(ان کی عبادت کا گھنٹہ)

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کا مزار دیوار قسطنطنیہ کے قریب ہے،اور اب تک زیارت گاہ خلائق ہے رومی قحط کے زمانہ میں مزار اقدس پر جمع ہوتے تھے۔اس کے وسیلہ سے باران رحمت مانگتے تھے اور خدا کے لطف و کرم کا تماشا دیکھتے تھے۔

فضل وکرم:

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کا فضل و کمال اس قدر مسلم تھا کہ خود صحابہ ان سے مسائل دریافت کرتے تھے حضرت ابن عباس،ابن عمر، براء بن عازب،انس بن مالک، ابوامامہ،زید بن خالد جہنی، مقدام بن معدی کرب، جابر بن سمرہ، عبداللہ بن یزید خطمی (رضی اللہ عنہم) وغیرہ جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تربیت یافتہ تھے حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کے فیض سے بے نیاز نہیں تھے ۔

---

[1] مؤلف کو حضرت کی قبر کی زیارت کی سعادت نصیب ہوئی،جب ترکی گیا تھا۔

تابعین میں سعید بن مسیب، عروہ بن زبیر، سالم بن عبداللہ، عطاء بن یسار، عطاء بن یزید لیثی، ابو سلمہ عبدالرحمن بن ابی لیلی (رحمۃ اللہ علیہم) بڑے پایہ کے لوگ ہیں تاہم وہ حضرت ابوایوبؓ کے عام ارادت مندوں میں داخل تھے۔

حضرت ابوایوبؓ کو فضل و کمال میں مرجعیت عامہ حاصل تھی، صحابہ کرام جب کسی مسئلہ میں اختلاف کرتے تو ان کی طرف رجوع کرتے تھے، ابن عباسؓ اور مسور بن مخرمہؓ میں اختلاف ہوا کہ محرم حالت جنابت میں غسل کرتے وقت سر ہاتھ سے مل سکتا ہے یا نہیں! ابن عباس کا خیال تھا کہ سر دھو سکتا ہے مگر مسور کہتے تھے کہ سر دھونا جائز نہیں، دونوں بزرگوں نے عبداللہ بن حسینؓ کو حضرت ابوایوبؓ کی خدمت میں بھیجا، حسن اتفاق سے وہ اس وقت غسل ہی کر رہے تھے۔ عبداللہ نے مسئلہ پوچھا تو انہوں نے اپنا سر باہر نکال کر ملنا شروع کیا اور فرمایا کہ دیکھو حضور ﷺ اسی طرح غسل کرتے تھے۔

عاصم بن سفیان ثقفیؓ غزوہ سلاسل میں شرکت کی غرض سے گھر سے نکلے تھے ابھی منزل مقصود سے دور تھے کہ اختتام جنگ کی خبر آئی انہیں نہایت افسوس ہوا اور وہ حضرت امیر معاویہؓ کے دربار میں گئے اس وقت حضرت ابوایوبؓ اور عقبہ بن عامرؓ بھی موجود تھے ان کی موجودگی میں عاصم نے حضرت ابوایوبؓ سے مسئلہ دریافت کیا ان دونوں بزرگوں سے نہیں پوچھا، حضرت ابوایوبؓ کو یہ گوارا نہ ہوا اس لیے انہوں نے مسئلہ کا جواب دے کر عقبہ سے تصدیق کرا لی کہ ان کو کسی قسم کا خیال نہ پیدا ہو۔

ابن اسحاق (مولی بنی ہاشم) اور بعض دوسرے بزرگوں میں یہ بحث تھی کہ نبیذ کس

کس برتن میں بنا سکتے ہیں؟ اور قرع مابہ النزاع تھا، حضرت ابوایوب انصاریؓ کا ادھر سے گزر ہوا تو لوگوں نے ان کے پاس ایک آدمی کو تحقیق مسئلہ کے لیے روانہ کیا، حضرت ابوایوبؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے مزفت میں نبیذ بنانے کی ممانعت کی ہے اس شخص نے قرع کا لفظ دہرایا مگر حضرت ابوایوبؓ نے پھر یہی جواب دیا۔

حضرت ابوایوبؓ کے حب علم اور نشر معارف کی انتہا یہ ہے کہ بستر مرگ پر بھی ان کی زبان اشاعت حدیث کا مقدس فریضہ ادا کر رہی تھی، وفات سے قبل انہوں نے حضور ﷺ سے دو حدیثیں روایت کی جو پہلے کبھی انہوں نے بیان نہیں کی تھیں، ان کی رحلت کے بعد عام اعلان کے ذریعہ سے وہ لوگوں تک پہنچائی گئیں۔

اخلاق:

حضرت ابوایوب کے مجموعہ اخلاق میں تین چیزیں سب سے زیادہ نمایاں تھیں۔
حب رسول، جوش ایمان اور حق گوئی حضور ﷺ کے ساتھ حضرت ابوایوبؓ کو جو محبت تھی اور حضرت رسالت پناہ ﷺ کے ساتھ جو آداب وہ ملحوظ رکھتے تھے میزبانی کے ذکر میں وہ واقعات گزر چکے ہیں۔

وفات نبوی کے بعد جان نثاروں کے لیے روضہ اقدس کے سوا اور کیا شے مایہ تسلی ہو سکتی تھی؟ ایک دفعہ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے روضہ اطہر کے پاس تشریف رکھتے تھے اور اپنا چہرہ صریح اقدس سے مس کر رہے تھے اس زمانہ میں مروان مدینہ گورنر تھا وہ آ گیا اس کو بظاہر یہ فعل خلاف سنت نظر آیا لیکن حضرت ابوایوبؓ سے زیادہ مروان واقف رموز نہ تھا۔ اصل اعتراض کو سمجھ کر آپ نے

فرمایا میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں اینٹ اور پتھر کے پاس نہیں آیا۔

جوش ایمان کا تماشا آپ اوپر دیکھ چکے ہیں، غزوات نبوی میں سے کسی غزوہ کی شرکت سے وہ محروم نہ تھے۔اسی برس کی عمر میں بھی وہ مصر کی راہ سے بحر روم کو عبور کر کے قسطنطنیہ کی دیواؤں کے اعلائے کلمۃاللہ میں مصروف تھے۔

حق گوئی کا یہ عالم تھا کہ حکومت اور امارت کا دبدبہ وشان بھی اس سے باز نہیں رکھ سکتا تھا ایک دفعہ مصر کے گورنر عقبہ بن عامر جہنیؓ نے جو خود صحابیتھے کسی سبب سے مغرب کی نماز میں دیر کر دی حضرت ابوایوبؓ نے اٹھ کر پوچھا ''ما ھذا الصلوۃ یا عقبہ'' عقبہ یہ کیسی نماز ہے حضرت عقبہ نے کہا ایک کام کی وجہ سے دیر ہو گئی، آپ نے کہا تم صاحب رسول اللہ ہو تمہارے اس فعل سے لوگوں کو گمان ہوگا کہ شاید حضور ﷺ اسی وقت نماز پڑھتے تھے حالانکہ حضور ﷺ نے مغرب کے وقت تعجیل کی تاکید فرمائی ہے حضرت خالد بن ولید کے صاحبزادے عبدالرحمن نے کسی جنگ میں چار قیدیوں کو ہاتھ پاؤں باندھوا کر قتل کرادیا، حضرت ابوایوب انصاریؓ کو خبر ہوئی تو انہوں نے فرمایا کہ اس قسم کے وحشیانہ قتل سے حضور ﷺ نے ممانعت فرمائی ہے اور میں تو اس طرح مرغی کا مارنا بھی پسند نہیں کرتا۔

غزوہ روم کے زمانہ میں بہت سے قیدی افسر تقسیمات کی نگرانی میں تھے حضرت ابوایوبؓ ادھر سے گزرے تو دیکھا قیدیوں میں ایک عورت بھی ہے جو زار وزار رورہی ہے حضرت ابوایوبؓ نے سبب پوچھا، لوگوں نے کہا اس کا بچہ اس سے چھین

کر الگ الگ کر دیا گیا ہے حضرت ابوایوبؓ نے لڑکے کا ہاتھ پکڑ کر عورت کے ہاتھ میں دے دیا افسر نے امیر سے اس کی شکایت کی امیر نے بازپرس کی تو بولے رسول اللہ ﷺ نے اس طریقہ ستم کی ممانعت کی ہے اور بس۔

حضرت ابوایوبؓ کی حریت ضمیر کا یہ فطری تقاضا تھا کہ جو بات اسلام کے خلاف دیکھیں اس پر لوگوں کو متنبہ کریں، چنانچہ جب وہ شام اور مصر تشریف لے گئے اور وہاں بیت الخلاء قبلہ رخ بنے ہوئے دیکھے تو بار بار کہا، کیا کہوں؟ یہاں بیت الخلاء کہا، کیا کہوں؟ یہاں بیت الخلاء قبلہ رخ بنے ہیں۔ حالانکہ حضور ﷺ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے۔

حضرت ابوایوبؓ کی حیا کا یہ حال تھا کہ کنوئیں پر نہاتے تو چاروں طرف کپڑا تان لیتے تھے۔

حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ

شہید احد

نام و نسب:

انس نام، خاندان نجار سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے انس بن نضر بن ضمضم بن زید بن حرام۔ حضرت انس بن مالک کے چچا ہیں، سلمٰی بنت عمرو جو عبد المطلب (جد رسول اللہ) کی والدہ تھیں، اسی خاندان سے تھیں اور رشتہ میں حضرت انس بن نضر کی پھوپھی ہوتی تھیں، حضرت انس اپنے خاندان کے رئیس تھے۔

اسلام:

عقبہ ثانیہ میں مشرف باسلام ہوئے۔

غزوات اور وفات:

غزوہ بدر میں کسی سبب سے شریک نہ ہو سکے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے معذرت کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افسوس ہے کہ آپ کے پہلے غزوہ میں موجود نہ تھا، لیکن اگر زندگی باقی ہے تو لوگ آئندہ دیکھیں گے کہ میں کیا کرتا ہوں!

شوال ۳ ہجری میں غزوہ احد ہوا لڑائی کی شدت کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے جانبازوں کے قدم اکھڑ گئے تھے۔ صرف چند آدمی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ باقی رہ

گئے تھے، حضرت انس ؓ نے میدان خالی دیکھا تو خود بڑھے، سعد بن معاذ ؓ سے ملاقات ہوئی تو ان سے کہا کہاں جاتے ہو؟ جنت وہ ہے! خدا کی قسم میں احد کی طرف سے جنت کی خوشبو محسوس کرتا ہوں یہ کہہ کر نہایت جوش میں میدان کا قصد کیا، اور بڑی پامردی سے لڑ کر جان دی انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بدن زخموں سے بالکل چھلنی تھا، شمار کیا گیا تو اسی سے اوپر زخم نکلے کفار نے لاش کا مثلہ کر دیا تھا اس لیے شناخت نہ ہو سکی۔ آپکی بہن ربیع بنت نضر نے انگلی سے بھائی کی لاش کو پہچانا۔

اخلاق:

جوش ایمان کا شاہد خود ان کی شہادت کا واقعہ ہے غزوہ احد کے متعلق جو آیتیں نازل ہوئی ان میں حضرت انس جیسے بزرگوں کی نہایت مدح کی گئی ہے حضرت انس بن مالک ؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت میرے چچا (انس بن نضر) کے متعلق نازل ہوئی۔

(من المؤمنين رجال صدقوا ما عاهدوا الله عليه فمنهم من قضى نحبه ومنهم من ينتظر)الآية

یعنی مسلمانوں میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جو اپنے وعدہ میں بالکل سچے ہیں ان میں سے بعض اپنی قرارداد کو انجام تک پہنچا چکے ہیں اور بعض وقت کا انتظار کر رہے ہیں

ان کی بہن ربیع بنت نضر ؓ نے انصار کی ایک لڑکی کا دانت توڑ دیا تھا اس کی قوم قصاص کی طالب ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قصاص کا فیصلہ کیا تو انس بن نضر ؓ نے آکر کہا یا رسول اللہ! خدا کی قسم ربیع کا دانت نہ توڑا جائے گا ارشاد ہوا خدا کا یہی حکم ہے۔

حضرت انسؓ نے جس ذات پر اعتماد کر کے قسم کھائی تھی، اس نے یہ صورت نکالی کہ لڑکے کے ورثاء دیت لینے پر راضی ہو گئے۔ اب ربیع قصاص سے بچ گئیں حضور ﷺ نے فرمایا کہ خدا کے بعض بندے ایسے بھی ہیں کہ جب قسم کھاتے ہیں تو خدا ان کی قسم پوری کرتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

نام و نسب اور ابتدائی حالات:

انس نام، ابو حمزہ کنیت، خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لقب، قبیلہ نجار سے ہیں جو انصار مدینہ کا معزز ترین خاندان تھا، نسب نامہ یہ ہے انس بن مالک بن نضر ابن ضمضم بن زید بن حرام بن جنب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار والدہ ماجدہ کا نام حضرت ام سلیم سہلہ بنت ملحان انصاریہ ہے جن کا سلسلہ نسب تین واسطوں سے حضرت انس کے آبائی سلسلہ میں مل جاتا ہے اور رشتہ میں وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خالہ ہوتی تھیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ ہجرت نبوی سے دس سال پہلے شہر مدینہ میں پیدا ہوئے ۸،۹ سال کا سن تھا کہ ان کی ماں نے اسلام قبول کر لیا، ان کے والد بیوی سے ناراض ہو کر شام چلے گئے اور وہیں انتقال کیا، ماں نے دوسرا نکاح ابو طلحہ سے کر لیا، جن کا شمار قبیلہ خزرج کے متمول اشخاص میں تھا اور اپنے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر لے آئیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے انہی کے گھر میں پرورش پائی،

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا نام ان کے چچا انس بن نضر رضی اللہ عنہ کے نام پر رکھا گیا تھا، لیکن کنیت نہ تھی وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجویز فرمائی انس رضی اللہ عنہ ایک خاص قسم کی سبزی جس کا نام حمزہ تھا چنا کرتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی مناسبت سے ان کی کنیت ابو حمزہ پسند فرمائی۔

اسلام:

حضرت انسؓ کا سن ۸،۹ سال کا تھا کہ مدینہ میں اسلام کی صدا بلند ہوئی بنو نجار نے قبول اسلام میں جو پیش دستی کی تھی اس کا اثر یہ تھا کہ اس قبیلہ کے اکثر افراد حضور ﷺ کے مدینہ تشریف لانے سے قبل توحید ورسالت کے علمبردار ہو چکے تھے حضرت انس کی والدہ (ام سلیمؓ) نے بھی عقبہ ثانیہ سے پیشتر دین اسلام اختیار کر لیا تھا اور جیسا کہ ابھی اوپر گزر چکا ہے کہ ان کے والد بت پرست تھے وہ بیوی کے اسلام پر برہم ہو کر شام چلے گئے تھے ادھر ام سلیم نے ابو طلحہ سے اس شرط پر نکاح کر لیا کہ وہ بھی مذہب اسلام قبول کریں چنانچہ وہ مسلمان ہو چکے تھے۔ وہ عقبہ ثانیہ میں حضور ﷺ کے دست حق پرست پر مکہ جا کر بیعت کی تھی اس طرح حضرت انس کا پورا گھر نور ایمان سے منور تھا ان کی جنتی ماں (ام سلیمؓ) شمع اسلام کی پروانہ تھیں اور ان کے محترم باپ حضرت ابو طلحہؓ دین حنیف کے ایک پر جوش فدائی تھے، بیٹے نے انہیں والدین کی آغوش محبت میں تربیت پائی اور مسلمان ہوئے۔

خدمت رسول:

۱۰ سال کی عمر ہو گی کہ وہ یوم مسعود آیا جس کے انتظام میں اہل مدینہ نے مہینوں راتیں کاٹی تھیں، یعنی رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے اور شہر مدینہ کو مدینۃ النبی ہونے کا شرف عطا فرمایا۔ حضرت انسؓ گو اس وقت صغیر السن تھے لیکن پر جوش تھے۔ جس ساعت سعید میں مدینہ طیبہ کا افق آفتاب نبوت کی نورانی شعاعوں سے منور ہو رہا تھا حضرت انسؓ اور بہت کم سن لڑکے جاء رسول اللہ

جاء رسول اللہ مژدہ جاں بخش اہل مدینہ کو سنا رہے تھے اور نہایت جوش میں خوشی خوشی شہر کا گشت لگا رہے تھے " جاء محمد ﷺ کی آواز کان میں آتی تو مڑ کر دیکھتے کہ شاید کاروان قدس منزل مقصود پر خیمہ زن ہوا ہے لیکن گرد کارواں کے سوا کچھ نظر نہ آتا۔ اتنے میں مٹی ہٹی اور نہایت ہی شوکت وشان سے ستارہ نبوت نمودار ہوا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عقیدت مند نگاہ رخ انور پر پڑی اور تصدیق قلبی اور اقرار لسانی نے صحابیت کا ممتاز شرف بارگاہ نبوت سے حاصل کیا۔

حضور ﷺ نے مدینہ میں اقامت فرمائی تو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ انس رضی اللہ عنہ کو اپنی غلامی میں لے لیجئے حضور ﷺ نے منظور فرمایا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ خادمان خاص میں داخل ہو گئے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کی وفات تک اپنے فرض کو نہایت خوبی سے انجام دیا وہ کم و بیش ۱۰ برس حامل نبوت کی خدمت کرتے رہے اور ہمیشہ اس شرف پر ان کو ناز رہا، معمول تھا کہ فجر کی نماز سے پیشتر در اقدس پر حاضر ہو جاتے اور دوپہر کو اپنے گھر واپس آتے دوسرے وقت پھر حاضر ہوتے اور عصر تک رہتے۔ نماز عصر پڑھ کر اپنے گھر کا رخ کرتے، محلہ میں ایک مسجد تھی، وہاں لوگ ان کا انتظار کرتے جب یہ پہنچتے اس وقت وہاں نماز ہوتی تھی۔

ان اوقات کے ماسوا بھی وہ حضور ﷺ کے احکام کی تعمیل کے لیے حاضر رہتے تھے، ایک مرتبہ حضرت انس رضی اللہ عنہ آپ کے کاموں سے فارغ ہو کر گھر روانہ ہوئے، دوپہر کا وقت تھا، لڑکے کھیل رہے تھے حضرت انس رضی اللہ عنہ بھی کھڑے ہو

کر تماشہ دیکھنے لگے اتنے میں حضور ﷺ تشریف لائے لڑکوں نے دور سے دیکھ کر حضرت انس رضی اللہ عنہ سے کہا رسول اللہ ﷺ آ رہے ہیں، حضور ﷺ نے حضرت انس ؓ کا ہاتھ پکڑ کر کسی کام کے لیے بھیج دیا اور خود ایک دیوار کے سائے تلے تشریف فرمارہے حضرت انس کو دیر ہوگئی تھی گھر گئے توام سلیم نے پوچھا آج دیر کہاں لگائی انہوں نے کہا رسول اللہ ﷺ کے ایک کام سے گیا تھا وہ بہانہ سمجھیں اور پوچھا کام کیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ ایک پوشیدہ بات تھی ام سلیم نے کہا اس کو کسی سے نہ کہنا! چنانچہ حضرت انس نے کسی پر ظاہر نہیں کیا۔

ایک مرتبہ حضرت ثابت سے جو ان کے تلامذہ خاص میں سے تھے فرمایا اگر میں کسی شخص کو اس راز سے آگاہ کرتا تو وہ تم تھے لیکن میں بیان نہیں کروں گا۔

حضرت انس ؓ ہمیشہ حضور ﷺ کے ساتھ رہتے تھے۔ سفر اور حضر اور خلوت اور جلوت کی ان کے لیے کوئی تخصیص نہ تھی، اور نزول حجاب سے پہلے وہ حضور ﷺ کے گھر میں آزادی کے ساتھ آتے جاتے تھے۔

ایک دن نماز فجر سے قبل حضور ﷺ نے فرمایا آج روزہ کا ارادہ ہے، مجھے کچھ کھلا دو حضرت انس ؓ جلدی سے اٹھے اور کچھ خرمے اور پانی لے کر حاضر ہوئے حضور ﷺ نے سحری کھائی اور پھر نماز فجر کے لیے تیار ہوئے۔

داخلہ خیبر کے وقت جب کہ نبوت کا جاہ و جلال فاتح کی شان و شوکت رکھتا تھا، حضرت انس ؓ کے قدم حضور ﷺ کے قدم سے چھو گئے جس سے ازار مبارک کھسک گیا اور حضور ﷺ کے زانوے مقدس کی سفیدی لوگوں کو نظر آ گئی حضور نے کچھ خیال نہ فرمایا اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس خطا سے در گزر کی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام کام نہایت مستعدی اور تندہی سے بجا لاتے اور اپنی فرمانبرداری سے حضور کو خوش رکھتے تھے فرماتے ہیں کہ میں نے ۱۰ برس حضور کی خدمت کی،

لیکن اس مدت میں آپ کبھی خفانہ ہوئے اور نہ کبھی کسی کام کی نسبت یہ فرمایا کہ اب تک کیوں نہ ہوا، حضور کو ان سے خاص محبت ہو گئی تھی ان کو بیٹا اور کبھی کبھی پیار میں انیس کہہ کر مخاطب فرماتے تھے، اکثر ان کے گھر تشریف لے جاتے چھوارے نوش فرماتے کھانا موجود ہوتا تو کھانا تناول فرماتے دوپہر کا وقت ہوتا تو آرام کرتے نماز پڑھتے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کے لیے دعا فرماتے۔

پہلے گزر چکا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ماں حضرت ام سلیم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتے میں خالہ ہوتی تھیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہت محبت کرتی تھی،

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ان کا حد درجہ خیال تھا غزوہ خیبر میں صفیہ رضی اللہ عنہا اسیر ہو کر آئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نکاح کا خیال ظاہر فرمایا تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیا ام سلیم نے شادی کا سامان تیار کیا اور حضرت صفیہ کو دلہن بنا کر شب کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیمہ اطہر میں پہنچایا اسی طرح جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زینب سے عقد کیا تو ام سلیم نے ایک لگن میں مالیدہ بنا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں بھیجا آپ نے صحابہ کو طلب فرمایا اور ایک مختصر دعوت ترتیب دی۔

غرض ان مختلف خصوصیتوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو خاندان نبوت کا ایک اہم رکن بنا دیا تھا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی کبھی خوش طبعی میں ان سے مزاح فرماتے تھے ابو حمزہ ان کی کنیت اسی مزاح کا نتیجہ تھی ایک مرتبہ مزاح میں ارشاد فرمایا یا ذالاذنین! اے

دو کانوں والے۔

عام حالات:

بارگاہ اقدس میں حضرت انسؓ کو جو قرب واختصاص تھا وہ آپ اوپر پڑھ چکے ہیں آپ نے دیکھا ہوگا کہ سفر و حضر خلوت اور جلوت میں وہ کس استقلال سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے شریک صحبت رہتے تھے، یہی جوش محبت تھا جس نے میدان جنگ میں بھی آقا سے علیحدہ نہ ہونے دیا غزوہ بدر میں ان کی عمر کچھ نہ تھی ۱۲ برس کا سن تھا لیکن مجاہدین اسلام کے پہلو بہ پہلو میدان جنگ میں موجود تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت میں خدمت گزاری کا فرض بجالا رہے تھے ان کی اس کمسنی سے لوگوں کو شرکت بدر میں اشتباہ ہوتا تھا چنانچہ ایک شخص نے پوچھا کہ آپ بدر میں موجود تھے حضرت انسؓ نے فرمایا میں بدر سے کہاں غائب ہو سکتا تھا؟

واقعہ بدر سے ایک سال بعد غزوہ احد واقعہ ہوا اس میں بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ بہت کم عمر تھے ذیقعدہ چھ ہجری میں حدیبیہ اور بیعت رضوان پیش آئی جس وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ کا عنفوان شباب تھا یعنی ۱۶ برس کا سن تھا، اور وہ میدان جنگ میں نبرد آزمائی کے قابل ہو گئے تھے سات ہجری میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عمرۃ القضا کیا ہے اس میں حضرت انس رضی اللہ عنہ تمام جانثاروں کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہم رکاب تھے، اسی سنہ میں خیبر پر فوج کشی ہوئی اس غزوہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ اونٹ پر سوار تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس قدر قریب تھے کہ ان کا قدم حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قدم سے مس کر رہا تھا آٹھ ہجری میں مکہ اور طائف میں معرکوں کا بازار گرم ہوا اور ۱۰ ہجری میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حجۃ الوداع یعنی

آخری حج کیا ان سب واقعات میں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے شرکت کی اور سعادت دنیاوی اور اخروی سے بہرہ اندوز ہوئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غزوات کی تعداد اگرچہ ۲۶، ۲۷ تک پہنچتی ہے لیکن جن مقابلوں میں جنگ و قتال کی نوبت آئی ہے وہ صرف نو ہیں بدر، احد، خندق، قریظہ، مصطلق، خیبر، مکہ، حنین، طائف حضرت انس رضی اللہ عنہ ان سب میں موجود تھے، موسی بن انس رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ آپ کے پدر بزرگوار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کتنے معرکوں میں شریک تھے انہوں نے کہا آٹھ میں۔ غالباً انہوں نے بدر کو شامل نہیں کیا جس کا سبب یہ ہے کہ بدر میں حضرت انس رضی اللہ عنہ اس عمر تک نہیں پہنچے تھے جو جہاد میں شرکت کے لیے ضروری قرار دی گئی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے، انہوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو بحرین میں صدقات کا افسر بنانا چاہا پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا انہوں نے کہا کہ انس رضی اللہ عنہ بہت ہوشیار شخص ہیں آپ نے جو خدمت ان کے لیے تجویز کی ہے میں اس کی تائید کرتا ہوں چنانچہ حضرت انس کو بارگاہ خلافت میں طلب کیا اور بحرین کا عامل بنا کر بھیجا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں حضرت انس کو تعلیم فقہ کے لیے ایک جماعت کے ساتھ بصرہ روانہ کیا اس جماعت میں تقریبا ۱۰ اشخاص تھے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مستقل طور سے بصرہ میں سکونت اختیار کی اور زندگی کا بقیہ حصہ یہیں بسر کیا۔

ان مشاغل کے ماسوا اس عہد کی تمام لڑائیوں میں حضرت انس رضی اللہ عنہ نے خصوصیت سے

حصہ لیا، فتوح عجم میں واقعہ تستر خاص اہمیت رکھتا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ اس معرکہ میں پیدل فوج کے افسر اعلیٰ تھے شہر فتح ہونے کے بعد سپہ سالار عساکر عجم جس کا نام ہرمزان تھا اور ایران کے شاہی خاندان سے تعلق رکھتا تھا مع اپنے اہل و عیال کے قید ہو کر اسلامی سپہ سالار اعظم حضرت ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہ کے روبرو حاضر کیا گیا حضرت ابو موسی نے ہرمزان کو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہمراہ بارگاہ خلافت میں روانہ کیا اور تین سو سپاہیوں کا ایک دستہ ہرمزان کی حفاظت کے لیے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ماتحتی میں دیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ پہنچے اور اپنے مقدس وطن کی زیارت سے محبت کی آنکھیں روشن کیں۔

کچھ دنوں مدینہ منورہ ٹھہر کر بصرہ واپس ہوئے ذوالحجہ ۲۳ ہجری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شہادت پائی۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ مسند آرائے خلافت ہوئے ان کی خلافت کا ابتدائی زمانہ انتہائی پرامن تھا لیکن کچھ دنوں بعد حالات نے نہایت خوفناک صورت اختیار کر لی اور فتنوں کا دروازہ دفعتاً کھل گیا آفاق عالم سے مفسدین اٹھ کھڑے ہوئے جابجا باغیانہ تحریکیں نشوونما پانے لگیں ملک کے ہر ہر گوشہ میں فتنہ فساد کی آگ مشتعل ہوئی اس سیلاب نے دارالخلافہ مدینہ منورہ کا رخ کیا۔

لیکن اس وقت اسلامی مملکت کے مختلف حصوں میں بہت سی ایسی شخصیتیں موجود تھیں جن کو تعدی و جور مرعوب نہیں کر سکتے تھے چنانچہ جب امام مظلوم کی صدائے حق دارالخلافہ کے ایک مقدس گوشہ سے بلند ہوئی تو سب سے پہلے ان حاملان صداقت نے اسے سنا اور حمایت حق پر کمر ہمت باندھ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

سلطنت اسلامیہ کے ہر حصہ میں ان بزرگوں کا وجود تھا بصرہ میں بھی جو عراق عرب کا صدر مقام تھا۔ان بزرگوں سے خالی نہ تھا چنانچہ جب بصرہ میں ان ہولناک واقعات کی خبر پہنچی تو حضرت انس بن مالک حضرت عمران بن حصین(رضوان اللہ علیہم اجمعین) اور دوسرے بزرگوار نصرت دین اور تائید اسلام کے لیے مستعد ہو گئے اور اپنی پرجوش تقریروں سے تمام شہر میں آگ لگادی لیکن یہ امداد پہنچنے بھی نہ پائی تھی کہ خلیفہ اسلام شہید ہو چکا تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے مسند خلافت کو اپنے جلوس سے زینت بخشی، خلافت کو چھ ماہ بھی نہ گزرے تھے کہ ایک بڑے فتنہ نے بصرہ سے سر اٹھایا جس کی لپیٹ میں صحابہ بھی آ گئے بصرہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا مستقل قرار گاہ تھا اور وہاں ان کا خاص اثر تھا، لیکن انہوں نے اس فتنہ سے اپنا دامن بالکل محفوظ رکھا اور وہ دوسرے صحابہ کرام کی طرح گوشہ نشین رہے اور اس وقت تک نہ نکلے جب تک آتش فساد سرد نہ ہو گئی۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بعد وہ عرصہ تک زندہ رہے اور انقلاب زمانہ کے عجیب و غریب مناظر دیکھتے رہے لیکن انہوں نے گوشہ خلوت کو مقدم جانا اور شہرت کی گوناگوں دل فریبیوں پر اپنے نفس کو مائل نہ کیا۔

بایں ہمہ وہ عمال حکومت کے دست ستم سے محفوظ نہ رہ سکے۔عبدالملک بن مروان کے زمانہ خلافت میں حجاج بن یوسف ثقفی جو سلطنت امویہ کے مشرقی ممالک کا گورنر تھا اور ظلم و جور میں اپنا نظیر نہیں رکھتا تھا جب بصرہ آیا تو حضرت انس رضی اللہ عنہ کو بلا کر نہایت سخت تنبیہ کی اور لوگوں میں ذلیل کرنے کی خاطر گردن پر مہر

لگوادی، حجاج کا خیال تھا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ ہوا کے رخ چلتے ہیں چنانچہ ان کو دیکھ کر کہا انس یہ چال بازی! کبھی مختار کا ساتھ دیتے ہو اور کبھی ابن اشعث کا۔ میں نے تمہارے لیے بڑی سخت سزا تجویز کی ہے، حضرت انس رضی اللہ عنہ نے نہایت تحمل سے کام لے کر پوچھا! خدا امیر کو صلاحیت دے کس کے لیے سزا تجویز ہوئی ہے۔ حجاج نے کہا تمہارے لیے، حضرت انس رضی اللہ عنہ خاموش ہو کر اپنے مکان واپس تشریف لائے اور خلیفہ عبدالملک کے پاس ایک خط جس میں حجاج کی شکایت لکھی تھی روانہ کیا، عبد الملک نے خط پڑھا تو غصے سے بے تاب ہو گیا۔ حجاج کو ایک سخت خط لکھا کہ حضرت انس سے فوراً ان کے مکان پر جا کر معافی مانگو ورنہ تمہارے ساتھ بہت سخت برتاؤ کیا جائے گا، حجاج اب مع اپنے درباریوں کے خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور معافی مانگی اور درخواست کی کہ خوشنودی کا ایک خط خلیفہ کے پاس بھیج دیجئے چنانچہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے اس کی یہ عرضداشت منظور کی۔ اور دمشق ایک خط روانہ کیا۔

وفات:

عمر شریف اس وقت سو سے متجاوز ہو چکی تھی ۹۳ ہجری میں پیمانہ عمر لبریز ہو گیا چند مہینوں تک بیمار رہے، شاگردوں اور عقیدت مندوں کا ہجوم رہتا تھا اور دور دور سے لوگ عیادت کو آتے تھے جب وفات کا وقت قریب ہوا تو ثابت بنانی سے جو کہ تلامذہ خاص میں سے تھے۔ فرمایا کہ میری زبان کے نیچے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا موئے مبارک رکھ دو ثابت نے تعمیل کی، اسی حالت میں روح مطہر نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

وفات کے وقت حضرت انسؓ کی عمر ۱۰۳ سال تھی، بصرہ میں سوائے ان کے اور کوئی صحابی نہ زندہ نہ تھا، اور عموماً عالم اسلامی (بجز ابو الطفیل) صحابہ کرام کے وجود سے خالی ہو چکا تھا۔ نماز جنازہ میں اہل و عیال، تلامذہ اور احباب خاص کی معتد بہ تعداد موجود تھی۔ قطن بن مدرک کلابی نے نماز جنازہ پڑھائی، اور اپنے محل کے قریب موضع طف میں دفن کیے گئے

حضرت انس کی وفات سے لوگوں کو سخت صدمہ ہوا اور واقعی رنج والم کا مقام تھا تربیت یافتگان نبوت ایک ایک کر کے اٹھ گئے تھے صرف دو شخص باقی تھے جن کی آنکھیں شمع نبوت کے دیدار سے روشن ہوئی تھیں اب ان میں سے بھی ایک نے دنیائے فانی سے قطع تعلق کر لیا۔

آل واولاد اور گھریلو حالات:

حضرت انس کثرت اولاد میں تمام انصار پر فوقیت رکھتے تھے اور یہ حضور ﷺ کی دعا کا اثر تھا، ایک مرتبہ آپ ان کے مکان پر تشریف لے گئے، ام سلیم نے عرض کی انس کے لیے دعا فرمایئے چنانچہ حضور ﷺ نے دیر تک دعا کی اور اخیر میں یہ فقرہ زبان مبارک سے ارشاد فرمایا:

اللهم اكثر ماله وولده وادخله الجنة "حضرت انس کا بیان ہے کہ دو باتیں پوری ہوئی اور تیسری کا منتظر ہوں، مال کی یہ حالت تھی کہ انصار میں کوئی شخص ان کے برابر متمول نہ تھا، اولاد کی اتنی زیادتی تھی کہ خاص حضرت انسؓ کے ۸۰ لڑکے اور دو لڑکیاں (لڑکیوں کے نام حفصہ اور ام عمرو تھا) تولد پیدا ہوئیں، اور پوتوں کا ایک پورا کنبہ چھوڑا تھا جن کا شمار ۱۰۰ سے اوپر تھا حضرت انسؓ کے مشہور بیٹوں اور

بیٹیوں کے نام یہ ہیں عبد اللہ ،عبید اللہ ،یحی، خالد موسی، نضر، ابو بکر، براء علاء، عمر، رملہ، امیمہ، ام حرام

(نزهة الابرار فی الاسامي ومناقب الاخیار تالیف وجیه الدین ابو الفضائل عمر بن عبد المحسن بن ابی بکر قلمی)

حضرت انسؓ کو اپنی اولاد سے بہت محبت تھی، وہ اکثر اپنے مکان میں رہتے تھے ازدیاد الفت کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ اپنے لڑکوں کو خود تعلیم دیتے۔

تھے ،لڑکیوں کو بھی حلقہ درس میں بیٹھنے کی اجازت تھی ان کے کئی لڑکے فن حدیث میں شیخ اور امام کا منصب رکھتے تھے اور طبقہ تابعین میں خاص عظمت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے، جو حضرت انس کی تعلیم کا اثر تھا۔

تعلیم کے ماسوا حضرت انسؓ بہت بڑے تیر انداز تھے، اپنے لڑکوں کو تیر اندازی کی بھی مشق کراتے تھے پہلے لڑکے نشانہ لگاتے، جس میں بسا اوقات غلطی ہو جاتی تو خود حضرت انسؓ ایسا تیر جوڑ کر مارتے کہ نشانہ خالی نہ جاتا تھا لڑکوں کو تیر اندازی کی مشق کرانا انصار میں ایام جاہلیت سے رائج تھا، مورخ طبری نے تاریخ کبیر میں اس کی تصریح کی ہے۔

عام حالات، حلیہ اور لباس:

حضرت انس کا مفصل حلیہ معلوم نہیں اس قدر معلوم ہے کہ خوبصورت اور موزوں اندام تھے مہندی کا خضاب لگاتے تھے ہاتھوں میں خلوق (ایک قسم کی خوشبو تھی) ملتے تھے جس کی زردی سے چمک پیدا ہوتی تھی، انگوٹھی پہنتے تھے۔ صاحب اسد الغابہ نے روایت کی ہے کہ انگوٹھی کے نگینہ پر شیر کی صورت کندہ

تھی، ایام بڑھاپے میں دانت ہلنے لگے تو سونے کی تاروں سے کسوائے تھے بچپن میں ان کے گیسو تھے، حضور ﷺ ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے تھے تو ان بالوں کو بھی ہاتھ سے مس فرمایا کرتے تھے ایک وفعہ حضرت انسؓ نے گیسو کٹوانا چاہے توام سلیم نے کہا کہ حضور ﷺ نے ان بالوں کو چھوا ہے۔ان کو نہ کٹاؤ، حضرت انسؓ کے مزاج میں نفاست اور پاکیزگی تھی اور چونکہ دنیا نے بھی ساتھ دیا تھا اس لیے زندگی امیرانہ بسر کرتے تھے۔ کپڑے قیمتی پہنتے تھے، خز کا لباس اس زمانہ میں اکثر امراء پہنا کرتے تھے، حضرت انس بھی خز کے کپڑے زیب تن کرتے اور اسی کا عمامہ باندھتے تھے خوشبودار چیزوں کو پسند کرتے،مزاج میں تکلف تھا، ایک باغ نہایت اہتمام سے لگایا تھا جو سال میں دو مرتبہ پھلتا تھا اس میں ایک پھول تھا جو مشک کی طرح مہکتا تھا۔

حضرت انسؓ نے بصرہ سے دو فرسخ باہر مقام طف میں ایک محل بنوایا تھا اور وہیں اقامت پذیر تھے اس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ شہر کے اندر رہنے سے باہر بود و باش رکھنا زیادہ پسند کرتے تھے، کھانا اچھا کھاتے تھے دستر خوان پر اکثر چپاتی اور شوربہ ہوتا تھا، کبھی کبھی ترکاری بھی ڈالی جاتی تھی لوکی کی فصل میں اکثر لوکی پڑتی تھی جو ان کو محبت رسول اللہ ﷺ کی وجہ سے بہت مرغوب تھی ،طبیعت فیاض اور سیر چشم واقع ہوئی تھی کھانے کے وقت شاگرد موجود ہوتے تو ان کو بھی شریک کر لیتے تھے۔

صبح کو ناشتہ کرتے اور تین یا پانچ یا اس سے زیادہ چھوہارے نوش فرماتے، پانی پیتے تو تین مرتبہ میں ختم کرتے۔

گفتگو بہت صاف کرتے اور ہر فقرہ کو تین بار بولتے کسی کے مکان پر تشریف لے جاتے تو تین مرتبہ اندر جانے کی اجازت طلب کرتے تھے۔

بایں ہمہ علوّ مرتبت طبیعت میں انکسار و تواضع تھی، لوگوں سے نہایت بے تکلفانہ ملتے تھے۔ شاگردوں سے بھی چنداں تکلف نہ تھا اکثر فرماتے تھے کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں ہم لوگ بیٹھے ہوتے اور حضور تشریف لاتے، لیکن ہم میں سے کوئی تعظیم کے لیے نہ اٹھتا تھا، حالانکہ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ ہم کو کون محبوب ہو سکتا تھا اور اس کا سبب یہ تھا کہ آپ ﷺ ان تکلفات کو ناپسند فرماتے تھے۔

☆ تحمل اور بردباری بھی ان میں انتہا درجہ کی تھی وہ جس رتبہ کے شخص تھے اسلام میں ان کا جو اعزاز تھا رسول اللہ ﷺ نے ان کے جو مناقب بیان فرمائے تھے حامل نبوت کی بارگاہ میں ان کو جو تقرب حاصل تھا ان باتوں کا یہ اثر تھا کہ ہر شخص ان کو محبت اور عظمت کی نگاہ سے دیکھتا تھا، لیکن حکومت امویہ کے چند حکام و عمال ایسے متکبر اور بانخوت تھے کہ اپنے جبروت اور سطوت کے سامنے کسی کی عظمت و بزرگی کو خاطر میں نہ لاتے تھے، حجاج بن یوسف ان تمام متکبرین کا سر گروہ تھا اس نے حضرت انسؓ کو جن الفاظ میں مخاطب کیا تھا اور حضرت انسؓ نے جس حلم سے کام لیا تھا اسکا ذکر گزر چکا ہے۔ اگر حضرت انسؓ کے بجائے کسی دوسرے شخص کے ساتھ یہ واقعہ پیش آتا تو بصرہ میں ایک قیامت برپا ہو جاتی ۔ اس تحمل کے ساتھ عظمت و جلال کا یہ عالم تھا کہ ان کے صرف ایک خط پر خلیفہ عبد الملک اموی نے حجاج بن یوسف ثقفی جیسے باختیار امیر کو جو محض سلطنت کا رعب و دبدبہ قائم کرنے کے لیے بھیجا گیا تھا ایسا عتاب آمیز خط لکھا کہ خواص تو کجا

ایک عام آدمی بھی اپنے لیے وہ الفاظ سننا گوارانہ کرے گا اور جس کا یہ انجام ہوا کہ حجاج کو حضرت انسؓ سے معذرت کرنا پڑی۔

☆ شجاعت وبسالت کا کافی حصہ پایا تھا۔ بچپن میں اس قدر تیز دوڑتے تھے کہ ایک مرتبہ مــــر الظہران میں خرگوش کو دوڑ کر پکڑ لیا تھا حالانکہ ان کے تمام ہم عمر ناکام واپس آئے تھے۔

بڑے ہوئے تو فنون سپہ گری میں کمال حاصل کیا، وہ بہت بڑے شہسوار تھے تیر اندازی میں ان کو خاص ملکہ تھا اور گھوڑ دوڑ میں بہت دلچسپی لیتے تھے۔

☆ صحابہ میں ارباب روایت تو سینکڑوں ہیں، لیکن ان میں ایک مخصوص جماعت ان لوگوں کی ہے جو روایات میں صاحب اصول تھے، حضرت انس بھی انہی لوگوں میں تھے چنانچہ ان کی روایات کے استقصاء سے حسب ذیل اصول مستنبط ہوتے ہیں۔

۱) روایات کے بیان کرنے میں نہایت احتیاط کی۔

مسند احمد بن حنبل میں ہے

"کان انس بن مالك حدث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم حديثا ففزع منه قال أو كماقال رسول الله صلى الله عليه وسلم

یعنی حضرت انسؓ حدیث بیان کرتے وقت گھبرا جاتے تھے اور اخیر میں کہتے تھے کہ اس طرح یا جیسا حضور ﷺ نے فرمایا تھا۔

۲) جن حدیثوں کے سمجھنے میں غلطی ہو سکتی تھی ان کو بیان نہیں کیا۔

۳) جو حدیث صحابہ سے سنی تھی اور جو حضور ﷺ سے بلاواسطہ سنی۔

تھی اس میں امتیاز قائم کیا۔

حضرت انسؓ نے علم حدیث کی کیا خدمت کی کیونکر تعلیم حاصل کی؟ شاگردوں تک کس طرح اس فن شریف کو پہنچایااوران کی مجموعی روایات کی تعداد کیا ہے؟ اس کا جواب آگے نقل کروں گا۔

کسی علم کی سب سے بڑی خدمت اس کی اشاعت اور تعمیم ہوتی ہے

حضرت انسؓ اس باب میں اکثر صحابہ میں پیش پیش ہیں۔انہوں نے اس مستعدی اور اہتمام سے نشر حدیث کی خدمت کی ہے جو سب سے زیادہ مشکل ہے اور انہوں نے تمام عمر اس دائرہ (تعلیم حدیث) سے باہر قدم نہ نکالا جس زمانہ میں تمام صحابہ میدان جنگ میں مصروف جہاد تھے رسول اللہ ﷺ کا خاص خادم جامع بصرہ میں دنیا سے الگ قال رسول اللہ کا نغمہ خلائق کو سنارہا تھا۔توسیع علم کا حال شاگردوں کی تعداد سے معلوم ہوتا ہے حضرت انس کے حلقہ درس میں مکہ معظمہ مدینہ منورہ، کوفہ ،بصرہ اور شام کے طلبا شامل تھے جس طرح ظاہری اور صلبی اولاد کی کثرت کے لحاظ سے وہ خوش قسمت تھے اسی طرح معنوی اولاد کی بہتات میں ان کا پلہ بہت بھاری تھا۔

حضرت انسؓ مکثرین صحابہ میں سے ہیں،یعنی ان کی روایات کا شمار ہزاروں تک ہے صحیح بخاری میں ان سے ۸۰ حدیثیں منقول ہیں، صحیح مسلم میں ۷۰ اور متفق علیہ روایات کی تعداد (۱۲۸) ہے۔

☆ حضرت انسؓ نے ابتداءً خود حامل وحی سے اکتساب کیا۔آپ کے بعد جن صحابہ کرام کے دامن فیض سے وابستہ رہے ان کے نام نامی یہ ہیں،

حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت فاطمہ زہراؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابوذرؓ، حضرت ابو طلحہؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت عبادہ بن صامتؓ، حضرت عبداللہ ابن رواحہؓ، حضرت ثابت بن قیسؓ بن شماس، حضرت مالک بن صعصعہؓ، حضرت ام سلیمؓ (والدہ حضرت انسؓ) حضرت ام حرامؓ
(خالہ حضرت انسؓ) حضرت ام الفضلؓ (زوجہ حضرت عباسؓ)

☆ حضرت انس کے دائرہ تلمذ میں اگرچہ ایک جہان داخل تھا، لیکن وہ بزرگ جو امام فن ہو کر نکلے اور آسمان حدیث کے مہر و ماہ ثابت ہوئے۔

ان کے نام نامی درج ذیل ہیں۔

حسن بصری، سلیمان تیمی، ابو قلابہ، اسحاق بن ابی طلحہ، ابو بکر بن عبداللہ مزنی، قتادہ ثابت بنانی، حمید الطویل، ثمامہ بن عبداللہ (حضرت انس کے پوتے ہیں) جعد، ابو عثمان، محمد بن سیرین انصاری، انس بن سیرین، زہری، یحیی بن سعید انصاری، ربیعہ الرائے، سعید بن جبیر اور سلمہ بن وردان (رحمہم اللہ تعالی)

فقہ:

علم حدیث کی طرح علم فقہ میں بھی حضرت انس کو کمال حاصل تھا، فقہائے صحابہ کے تین طبقے ہیں، حضرت انسؓ کا شمار دوسرے طبقہ میں ہے جن کے اجتہادات و فتاوی اگر ترتیب دیئے جائیں تو ایک مستقل رسالہ تیار ہو سکتا ہے۔

ہم سیرت عمرؓ میں لکھ آئے ہیں کہ حضرت عمر نے حضرت انس کو ایک جماعت کے ساتھ فقہ سکھانے کے لیے بصرہ روانہ کیا اس سے زیادہ ان کی فقہ دانی کی اور کیا

دلیل ہوسکتی ہے۔

صحابہ کے زمانہ میں تعلیم کا طریقہ عموماً حلقہ درس تک محدود تھا، حضرت انسؓ بھی با قاعدہ تعلیم دیتے تھے اثنائے درس میں کوئی شخص سوال کرتا، اس کو جواب سے سرفراز فرماتے تھے اس قسم کے سوال و جواب کا ایک مجموعہ ہے جس کا احاطہ طوالت سے خالی نہیں۔

اخلاق:

حضرت انسؓ کے گل دستہ اخلاق میں چار پھول ایسے نازک لطیف اور شگفتہ ہیں ،جن پر گلدستہ کی خوبصورتی کا تمام تر انحصار ہے حب رسول، اتباع سنت ،امر بالمعروف، حق گوئی، یہ حضرت انس کے خاص اوصاف ہیں، حب رسول کا نقشہ آپ شروع میں دیکھ چکے ہیں جس زمانہ میں وہ دس برس کے نابالغ اور نا سمجھ بچے تھے جوش محبت کا یہ عالم تھا کہ صبح اٹھ کر کاشانہ نبوت کی زیارت سے آنکھوں کو مشرف کرتے تھے، صبح کاذب کی تاریکی میں ام سلیم کا کمسن بچہ بستر راحت سے اٹھتا تھا اور حضور ﷺ کا سامان وضو مہیا کرنے کے لیے مسجد نبوی کا راستہ لیتا تھا، ایام شباب میں ان کی محبت کی کوئی حد نہ تھی، وہ شمع نبوت پر پروانہ وار گرتے تھے۔

حضور ﷺ کی ایک نگاہ کرم حضرت انسؓ کے لیے باعث صد طمانیت و تسلی تھی اور آقائے نامدار کی ایک آواز ان کے قالب عقیدت میں نئی روح پھونکنے کا سبب بن جاتی تھی رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد اگرچہ ظاہر آنکھیں دیدار محبوب کو ترس گئی تھیں، لیکن محبت کی معنوی آنکھوں پر باب فیض اب تک بند نہ ہوا تھا، چنانچہ اکثر خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوتے تھے، اور

صبح کو واقعات شبینہ کی یاد میں گریہ وزاری کا ایک طوفان بپا کرتے تھے ،عاشق صادق کے تڑپانے اور تلملانے کے لیے محبوب کی ایک ایک چیز نشتر کا کام کرتی ہے حضرت انس بن مالکؓ کا بعنیہ یہی حال تھا وہ محبوب دو عالم کا ذکر کرتے تھے اور فرط محبت سے بے قرار ہو جاتے تھے ،ایک دن حضور ﷺ کا حلیہ مبارک بیان کر رہے تھے آپ کا ایک ایک خال وخط زبان مدح میں نبات محبت گھول رہا تھا،الفاظ جو ادا ہو رہے تھے اس عالم میں شوق زیارت کا زبردست جذبہ ظہور پذیر ہوا،

حرماں نصیبی اور برگشتہ بختی نے وہ ایام سعید یاد دلائے جب ہادی برحق عالم مادی کے گلی کوچے میں پھرا کرتا اور حضرت انسؓ اس کے شرف غلامی پر ناز کیا کرتے تھے ،دفعتہً حالت میں ایک تغیر پیدا ہوا،اور زبان سے بے اختیارانہ یہ جملہ نکلا کہ قیامت میں رسول اللہ کا سامنا ہو گا تو عرض کروں گا کہ حضور ﷺ کا ادنی غلام انس حاضر ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ہر مجلس حضور ﷺ کے ذکر خیر سے لبریز ہوتی تھی، وہ عہد نبوت کے واقعات اپنے تلامذہ کے گوش گزار کیا کرتے تھے اثنائے ذکر میں دل میں ایک ٹیس اٹھتی جس سے حضرت انس بے چین ہو جاتے تھے لیکن یہ وہ درد تھا جس کا علاج طبیبوں کے اختیار سے باہر تھا ناچار ہو کر گھر تشریف لے جاتے اور حضور ﷺ کے تبرکات نکال لاتے ان ظاہری یادگاروں کو دیکھ کر دل کو تسکین دیتے۔

☆ حضرت انس کا جوش محبت اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ اس سے تمام مجلس متاثر تھی ان کے تلامذہ کو رسول اللہ ﷺ سے جو خاص محبت پیدا ہو گئی تھی، وہ حضرت انس ہی کے ولولہ محبت کا کرشمہ تھا،ثابت حضرت انس کے شاگرد رشید

تھے وہ بالکل اپنے استاد کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے۔ ہمیشہ عہد نبوت کی نسبت سوال کرتے۔ ایک روز حضرت انسؓ سے پوچھا آپ نے کبھی حضور ﷺ کا دست مبارک چھوا تھا؟ حضرت انسؓ نے کہا ہاں ثابت کے دل میں سوز محبت نے بے قراری پیدا کر دی حضرت انسؓ سے کہا کہ اپنا ہاتھ بڑھایئے میں چوموں گا۔

حب رسول کے بعد اتباع سنت کا درجہ ہے، محب صادق کی یہ شناخت ہے جو چیز اس کے محبوب کے مرغوب خاطر ہو خود بھی اس کو پسند کرے حضرت انسؓ کو حضور ﷺ کی ذات وصفات سے جو عشق تھا اس کا یہ لازمی نتیجہ تھا کہ وہ آپ کے اقوال وافعال کی پورے طور سے تقلید کریں، چنانچہ حضرت انسؓ کی تمام زندگی مطہر کے متعدد واقعات اس پر روشنی ڈالتے ہیں۔

☆ اسلام کا سب سے بڑا رکن کلمہ توحید کے بعد نماز ہے، حضور ﷺ جس خضوع و خشوع اور جس آداب کے ساتھ نماز ادا کرتے تھے صحابہ کوشش کرتے تھے کہ خود بھی اس طریقہ پر کاربند ہوں، چنانچہ متعدد صحابہ حضور ﷺ کی نماز سے ملتی جلتی نماز پڑھتے تھے، لیکن حضرت انسؓ نے آپ کے طرز و طریقہ سے جو مشابہت اختیار کی تھی وہ ایک چراغ ہدایت تھا، جو نبوت کے قلب مبارک سے حضرت انسؓ کے قلب مصفاء میں روشن ہوا تھا، حضرت ابوہریرہ نے حضرت انس کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو کہا کہ میں نے ابن ام سلیمؓ (انس) سے بڑھ کر کسی کو حضور ﷺ کے مشابہ نماز پڑھتے ہوئے نہیں دیکھا۔

☆ نماز کے ماسوا حضور ﷺ کا ہر قول اور فعل صحابہ کی نگاہ میں تھا، حضرت انسؓ نے سال حضور ﷺ کی خدمت انجام دی تھی اور ہمیشہ ہی ساتھ رہے تھے

ایسی حالت میں رسول اللہ ﷺ کا کوئی عمل ایسا نہ تھا جو انسؓ سے مخفی رہ سکتا؟ حضور ﷺ جو کچھ ارشاد فرماتے یا اپنے طریق عمل سے مخفی رہ سکتا؟ حضور ﷺ جو کچھ ارشاد فرماتے یا اپنے طریق عمل سے کسی امر کو ثابت کرتے تو حضرت انسؓ اس کو اپنے حافظہ کے سپرد کر دیتے تھے جب اس قسم کی کوئی صورت پیش آتی تو قوت حافظہ سے اپنی امانت طلب کرتے اور اس پر اس کو منطبق کرتے تھے خلیفہ دمشق نے حضرت انسؓ کو شام میں طلب کیا تھا وہاں سے واپسی کے وقت عین التمر میں قیام کرنا چاہا، شاگردوں اور جان نثاروں کو آمد آمد کی خبر پہلے سے معلوم ہو چکی تھی اور وہ لوگ عین التمر میں موجود تھے آبادی سے باہر ایک میدان پڑتا ہے، حضرت انسؓ کا اونٹ اسی طرف سے آ رہا تھا نماز کا وقت تھا اور حضرت انسؓ چوپایہ کی پیٹھ پر خالق دو جہاں کی حمد وستائش کر رہے تھے، لیکن اونٹ قبلہ رخ نہ تھا ،تلامذہ نے تو استعجاب کے لہجہ میں پوچھا کہ آپ کس طرح نماز پڑھ رہے ہیں؟ حضرت انسؓ نے فرمایا اگر میں نے نبی کریم ﷺ کو اس طرح نماز پڑھتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں کبھی نہ پڑھتا۔

☆ ابراہیم بن ربیعہ حضرت انسؓ کے حضور میں آئے نماز کا وقت تھا، حضرت انسؓ ایک کپڑا باندھے اور اسی کو اوڑھے یاد الٰہی میں مصروف تھے ایک چادر پاس رکھی ہوئی تھی۔ نماز سے فارغ ہوئے تو ابراہیم نے پوچھا آپ ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہیں؟ حضرت انسؓ نے فرمایا ہاں! میں نے اسی طرح حضور ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا تھا حضور ﷺ نے اپنی حیات اقدس میں سب سے اخیر نماز جو حضرت ابو بکرؓ کے پیچھے پڑھی تھی ایک کپڑے میں ادا فرمائی تھی (دیکھئے

مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۹)

حضور ﷺ کی حیات طیبہ کا ہر نقش حضرت انسؓ کے لیے چراغ ہدایت تھا، وہ اس کی روشنی میں شاہراہ عمل پر قدم رکھتے تھے فرائض سے اتر کر واجبات و سنن تک میں بھی آپ کا اسوہ پیش نظر رہتا تھا، قربانی ہر صاحب استطاعت پر ضروری ہے حضرت انسؓ رئیس اعظم تھے جس قدر جانور چاہتے ذبح کر سکتے تھے لیکن خیر القرون میں متابعت رسول کا درجہ نام و نمود سے بالاتر ہے، وہاں قربانی شہرت کے لیے نہیں بلکہ ثواب کے لیے ہوتی تھی حضور ﷺ نے دو جانور قربانی کئے تھے اس لیے حضرت انسؓ بھی وہی کرتے تھے۔

حضرت انسؓ کے بچپن میں حضور ﷺ کا گزر لڑکوں کی طرف ہوا، تو آپ نے ان کو السلام علیکم فرمایا تھا اس لیے حضرت انسؓ بھی ضعف بڑھاپے میں بھی بچوں سے سلام میں سبقت کرتے تھے۔

اظہار حق گوئی اور حق پسندی حضرت انسؓ کے نمایاں اوصاف ہیں خلافت شیخین کے بعد ایسے نوجوان جو اسلامی تعلیم سے بیگانہ تھے حکومت کے ذمہ دار عہدوں پر مقرر ہوئے اس لیے بیشتر اوقات ان سے ایسے افعال سرزد ہو جاتے تھے جو قرآن و حدیث کے بالکل خلاف تھے اصحاب رسول جنہوں نے اپنی جان بیچ کر اسلام کا سودا کیا تھا اس طرز کو گوارا نہ کر سکتے تھے اور ان کے جوش ایمانی میں ایک ہیجان پیدا ہوتا تھا، اور وہ بلا لومۃ لائم اظہار حق پر آمادہ ہو جاتے تھے۔

حضرت انسؓ حضور ﷺ کے بعد زمانہ دراز تک بقید حیات رہے، بڑے بڑے جبار اور قہار امراء سے ان کا واسطہ پڑا، جو کھلم کھلا احکام شریعت کی خلاف ورزی

کرتے تھے، حضرت انس سنت نبوی ﷺ کو پامال دیکھ کر آپے سے باہر ہو جاتے تھے اور مجمع عام میں ایسے امراء کو تنبیہ کرتے تھے۔

عبید اللہ بن زیاد یزید کی طرف سے عراق کا گورنر تھا۔ حضرت امام حسین کے سر مبارک کو طشت میں رکھوا کر اپنے سامنے منگوایا اس کے ہاتھ میں چھڑی تھی اس کو آنکھ پر مار کر آپ کے حسن کی نسبت نامناسب الفاظ استعمال کیے تو حضرت انسؓ سے نہ دیکھا گیا، غصے سے بے تاب ہو کر فرمایا یہ چہرہ حضور ﷺ کے چہرہ سے مشابہ ہے۔

مشہور جفا کار حجاج بن یوسف ثقفی اپنے بیٹے کو بصرہ کا قاضی بنانا چاہتا تھا، حدیث شریف میں قضا یا امارت کی خواہش کی ممانعت آئی ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ حضور ﷺ نے اس کو منع کیا ہے۔

حکم بن ایوب حکومت امویہ کا ایک امیر تھا، اس کی سفاکی انسانوں سے متجاوز کر کے حیوانوں تک پہنچی تھی ایک دفعہ حضرت انسؓ اس کے مکان پر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ ایک مرغی کے پاؤں باندھ کر لوگ نشانہ لگا رہے ہیں۔ جب تیر لگتا تو بے اختیار پھڑ پھڑاتی۔ یہ دیکھ کر حضرت انسؓ برہم ہوئے، اور لوگوں کو اس حرکت پر تنبیہ کی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز ایام شہزادگی میں دولت امیہ کی طرف سے مدینہ منورہ کے گورنر تھے اور چونکہ خاندان شاہی میں پرورش پائی تھی، اس لیے رموز دین میں تجربہ نہ تھا لیکن رواج زمانہ کے موافق نماز خود پڑھاتے اور اس میں بعض غلطیاں ہو جاتی تھیں، حضرت انسؓ ان کو ہمیشہ ٹوکتے تھے بار بار ٹوکنے پر انہوں

نے حضرت انسؓ سے کہا کہ آپ میری کیوں مخالفت کرتے ہیں؟ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو جس طرح نماز پڑھتے دیکھا ہے اگر آپ اسی طرح نماز پڑھائیں تو میری عین خوشی ہے ورنہ آپ کے ساتھ نماز نہیں پڑھوں گا، عمر بن عبدالعزیز کی طبیعت صلاحیت پذیر واقع ہوئی تھی ان جملوں نے خاص اثر کیا اور اسرار دین سیکھنے کی طرف توجہ کی، حضرت انسؓ سے زیادہ اس کام کے لیے اور کون موزوں ہو سکتا تھا چنانچہ کچھ دنوں ان کی صحبت و تعلم کے اثر سے ایسی معتدل نماز پڑھانے لگے کہ ان کے قعدہ و قیام کی موزونیت دیکھ کر حضرت انسؓ کو بھی اعتراف کرنا پڑا کہ اس لڑکے سے زیادہ کسی شخص کی نماز حضرت محمد ﷺ کی نماز سے مشابہ نہیں ہے۔

وہ کسی موقعہ پر بھی تعلیم دین و تبلیغ سنت سے غافل نہ رہتے تھے، ایک مرتبہ خلیفہ عبدالملک اموی نے حضرت انسؓ اور بعض انصار کو جن کی تعداد ۴۰ کے قریب تھی، دمشق بلایا وہاں سے واپسی کے وقت فج الناقہ پہنچ کر عصر کا وقت آیا، چونکہ سفر ابھی ختم نہ ہوا تھا اس لیے حضرت انسؓ نے دو رکعت نماز پڑھائی اور اپنے خیمے تشریف لے گئے باقی تمام آدمیوں نے دو اور بڑھا کر چار رکعتیں پوری کیں ، حضرت انسؓ کو معلوم ہوا تو نہایت برہم ہوئے اور فرمایا کہ جب خدا نے اس کی اجازت دی ہے تو لوگ اس رعایت سے کیوں فائدہ نہیں اٹھاتے، میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ ایک زمانہ میں لوگ دین میں بال کی کھال نکالیں گے اور تعمیق سے کام لیں گے لیکن حقیقت میں وہ بالکل کورے رہیں گے۔

ایک مرتبہ کچھ لوگ نماز ظہر پڑھ کر حضرت انسؓ کی ملاقات کو آئے انہوں

نے کنیز سے وضو کے لیے پانی مانگا لوگوں نے کہا کس وقت کی نماز کی تیاری ہے؟ فرمایا عصر کی حاضرین میں سے ایک شخص بولا کہ ہم تو ابھی ظہر پڑھ کر آرہے ہیں، امراء کی سہل انگاری اور عوام کی غفلت دینی کو دیکھ کر حضرت انسؓ کو سخت غصہ آیا اور ان سے خطاب کر کے فرمایا وہ منافق کی نماز ہوتی ہے کہ آدمی بیکار بیٹھا رہتا ہے، نماز کے لیے نہیں اٹھتا جب آفتاب غروب ہونے کے قریب آتا ہے تو جلدی سے اٹھ کر مرغ کی طرح چونچیں مار لیتا ہے ، جس میں یاد الٰہی کا بہت تھوڑا حصہ ہوتا ہے۔

حق گوئی کے بعد مگر اس سے متصل امر بالمعروف کا مرتبہ ہے قرآن مجید میں جہاں متبعین دین حنیف کی مدح سرائی کی گئی ہے وہاں امر بالمعروف کو امت اسلامیہ کے خیر الامم ہونے پر سب سے پہلے بطور استشہاد پیش کیا ہے ، حضرت انسؓ میں یہ وصف خاص طور سے پایا جاتا تھا۔

عبیداللہ بن زیاد کی مجلس میں ایک مرتبہ حوض کوثر کا ذکر آیا، اس نے اس کے وجود کی نسبت شک ظاہر کیا، حضرت انسؓ کو اس کی خبر ہوئی تو لوگوں سے فرمایا کہ اسے میں جا کر سمجھاؤں گا اور عبید اللہ کے ایوان امارت میں جا کر فرمایا تمہارے ہاں حوض کوثر کا ذکر ہوا تھا، اس نے کہا جی ہاں کیا حضور ﷺ نے اس کے متعلق کچھ فرمایا ہے ؟ حضرت انسؓ نے حوض کوثر کے متعلق حدیث پڑھی اور مکان پر تشریف لائے۔

ایک انصاری سردار کے متعلق مصعب بن زبیر کو کچھ اطلاع ملی (غالباً سازش کی خبر) اس نے انصاری کو اس جرم میں سزا دینی چاہی، لوگوں نے حضرت انسؓ کو خبر

کی۔ وہ سیدھے دار الامارت پہنچے امیر تخت پر بیٹھا تھا، حضرت انسؓ نے اس کے سامنے جاکر یہ حدیث سنائی کہ حضورﷺ نے انصار کے امراء کو یہ وصیت کی ہے کہ ان کے ساتھ خاص رعایت کی جائے ،ان کے اچھوں سے سلوک کا برتاؤ اور بروں سے در گزر کا برتاؤ کرنا چاہیئے،اس حدیث کا مصعب پراس قدر اثر ہوا کہ تخت سے اتر گیااور فرش پر اپنار خسارر کھ کر کہا حضورﷺ کا فرمان ان سر آنکھوں پر! میں ان کو چھوڑتا ہوں ۔

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ

نام ونسب اور ابتدائی حالات:

ابی نام، ابوالمنذر وابوالطفیل کنیت، سید القراء سید الانصار اور سید المسلمین القاب ہیں، قبیلہ نجار (خزرج) کے خاندان معاویہ سے تھے جو بنی جدیلہ کے نام سے مشہور تھا (جدیلہ معاویہ کی ماں کا نام تھا جو جشم بن خزرج کی اولاد میں تھی) سلسلہ نسب یہ ہے:

ابی بن کعب بن قیس بن عبید بن زیاد بن معاویہ بن عمر بن مالک بن نجار والدہ کا نام صہیلہ تھا، جو عدی بن نجار کے سلسلہ سے تعلق رکھتی تھیں، اور حضرت ابو طلحہؓ انصاری کی حقیقی پھوپھی تھیں، اس بناپر حضرت ابو طلحہؓ اور حضرت ابیؓ پھوپھی زاد بھائی تھے۔ حضرت ابیؓ کی دو کنیتیں تھیں، ابو المنذر اور ابوالطفیل، پہلی کنیت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکھی تھی اور دوسری حضرت عمرؓ نے ان کے بیٹے طفیل کے نام سے پسند فرمائی۔

حضرت ابیؓ کے ابتدائی حالات بہت کم معلوم ہیں، حضرت انس بن مالکؓ کی زبانی اتنا معلوم ہوتا ہے کہ اسلام سے پہلے مے نوشی ابی بن کعبؓ کی فطرت ثانیہ بن گئی تھی اور حضرت ابو طلحہؓ نے شرابیوں کا جو حلقہ قائم کیا تھا، حضرت ابی بن کعبؓ اس کے ایک ضروری رکن تھے۔

اسلام:

مدینہ میں یہود کا کافی مذہبی اقتدار تھا، غالباً وہ اسلام سے پہلے توراۃ پڑھ چکے تھے۔ اسی مذہبی واقفیت نے ان کو اسلام کی آواز کی طرف متوجہ کیا ہوگا، چنانچہ مدینہ کے جن انصار نے دوسری دفعہ جا کر حضور ﷺ کے دست مبارک پر عقبہ میں بیعت کی تھی، ان میں حضرت ابیؓ بھی تھے اور یہی ان کے اسلام کی تاریخ ہے۔

مواخات:

ہجرت کے بعد مہاجرین اور انصار میں برادری و مواخات قائم ہوئی تھی، اس میں سعید ابن زید بن عمرو بن نفیل سے جو عشرہ مبشرہ میں تھے ان کی مواخاۃ ہوئی۔

غزوات اور عام حالات:

حضرت ابیؓ عہد نبوت کے غزوات میں بدر سے لے کر طائف تک کے تمام معرکوں میں شریک رہے غزوہ احد میں ایک تیر ہفت اندام میں لگا تھا، حضور ﷺ نے ایک طبیب بھیجا جس نے رگ کاٹ دی پھر اس رگ کو اپنے ہاتھ سے داغ دیا۔ حضرت ابیؓ نے عہد رسالت سے لے کر خلافت عثمان تک اہم مذہبی اور ملکی خدمات انجام دیں۔ ۹ ہجری میں جب زکوۃ فرض ہوئی اور حضور ﷺ نے تحصیل صدقات کے لیے عرب کے صوبہ جات میں عمال روانہ فرمائے تو حضرت ابیؓ بھی خاندان ہائے بلی، عذرہ اور بنی سعد میں عامل صدقہ مقرر ہو کر گئے، تو نہایت تدین کے ساتھ یہ خدمت انجام دی۔ ایک دفعہ ایک شخص نے حسب

معمول تمام جانور لا کر کھڑے کر دیئے کہ ان میں سے جس کو چاہیں انتخاب کر لیں حضرت ابیؓ نے اونٹ سے ایک دو برس کے بچہ کو چھانٹا، صدقہ دینے والے نے کہا اس کے لینے سے کیا فائدہ؟ نہ دودھ دیتی ہے اور نہ سواری کے قابل ہے اگر آپ کو لینا ہے تو یہ اونٹنی حاضر ہے موٹی تازی بھی ہے اور جوان بھی، حضرت ابیؓ نے کہا یہ کبھی نہ ہوگا رسول اللہ ﷺ کی ہدایت کے خلاف میں نہیں کر سکتا، اس سے یہ بہتر ہے کہ تم میرے ساتھ چلو، مدینہ یہاں سے کچھ دور نہیں، حضور ﷺ جو ارشاد فرمائیں اس کی تعمیل کرنا، وہ اس پر راضی ہو گیا، اور حضرت ابیؓ کے ساتھ اس اونٹنی کو لے کر مدینہ آیا حضور ﷺ کے سامنے تمام قصہ دہرایا آپ نے فرمایا کہا گر تمہاری مرضی یہی ہے تو اونٹنی دے دو قبول کر لی جائے گی اور خدا تم کو اس کا اجر دے گا اس نے منظور کر لیا اور اونٹنی آپ کے حوالے کر کے اپنے مکان واپس آیا۔

۱۱ھ میں حضور ﷺ نے انتقال فرمایا اور حضرت ابو بکر خلافت کی مسند پر متمکن ہوئے ان کے عہد میں قرآن مجید کی ترتیب و تدوین کا اہم کام شروع ہوا، صحابہ کی جو جماعت اس خدمت پر مامور کی گئی تھی، حضرت ابیؓ اس کے سر گروہ تھے وہ قرآن کے الفاظ بولتے تھے اور لوگ ان کو لکھتے جاتے تھے یہ جماعت چونکہ ارباب علم پر مشتمل تھی، اس لیے کسی کسی آیت پر مذاکرہ و مباحثہ بھی رہتا تھا۔ چنانچہ جب وہ سورہ براۃ کی یہ آیت ”ثم انصرفوا صرف اللہ قلوبھم بانھم قوم لا یفقھون“، لکھی گئی تو لوگوں نے کہا کہ یہ سب سے اخیر میں نازل ہوئی تھی، حضرت ابیؓ نے کہا نہیں اس کے بعد دو آیتیں مجھ کو رسول ﷺ نے اور پڑھائی تھیں ،سب سے اخیر آیت ”لقد جاء کم رسول من انفسکم“ ہے۔

حضرت ابو بکرؓ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کے جانشین ہوئے حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں سینکڑوں مفید باتوں کا اضافہ فرمایا جس میں ایک مجلس شوری کا قیام بھی ہے۔ یہ مجلس انصار و مہاجرین کے مقتدر اصحاب پر مشتمل تھی، جن میں قبیلہ خزرج کی طرف سے حضرت ابی بن کعبؓ بھی ممبر تھے۔

خلافت فاروقی میں حضرت ابیؓ مدینہ منورہ میں بالاستقلال مقیم رہے زیادہ تر درس و تدریس سے کام رہتا تھا، جب مجالس شوری منعقد ہو تیں یا کوئی مہم آپڑتی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے مشورہ فرماتے تھے

حضرت ابی بن کعبؓ حضرت عمر کے پورے عہد حکومت میں مسند افتاء پر متمکن رہے اور اس کے سوا حکومت کا کوئی منصب ان کو نہیں ملا ایک مرتبہ انہوں نے حضرت عمرؓ سے پوچھا کہ آپ مجھے کسی جگہ کا عامل کیوں نہیں مقرر فرماتے بولے کہ میں آپ کے دین کو دنیا میں ملوث نہیں دیکھنا چاہتا۔

حضرت عمرؓ نے جب اپنے زمانہ خلافت میں نماز تراویح کو باجماعت کیا تو حضرت ابی بن کعبؓ رضی اللہ عنہ کو امامت کے لیے منتخب فرمایا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں قرآن مجید میں لب و لہجہ کا اختلاف تمام ملک میں عام ہو چکا تھا، اس بنا پر آپ نے اس اختلاف کو مٹانا چاہا اور خود اصحاب قرأت کو طلب فرما کر ہر شخص سے جدا جدا قرأت سنی، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور معاذ بن جبلؓ سب کے لہجہ (تلفظ) میں اختلاف نظر آیا، یہ دیکھ کر حضرت عثمان نے فرمایا کہ تمام مسلمانوں کو ایک تلفظ کے قرآن پر جمع کرنا چاہتا ہوں۔

قریش اور انصار میں بارہ شخص تھے جن کو قرآن پر پورا عبور تھا، حضرت عثمانؓ نے ان لوگوں کو یہ اہم کام تفویض فرمایا اور حضرت ابی بن کعبؓ کو اس مجلس کا رئیس مقرر کیا وہ قرآن کے الفاظ بولتے تھے اور زید لکھتے تھے آج قرآن مجید کے جس قدر نسخے ہیں، وہ حضرت ابیؓ کی قرأت کے مطابق ہیں۔

وفات:

۳۹ھ میں عمر طبعی کو پہنچ کر حضرت عثمانؓ کے زمانہ خلافت میں جمعہ کے دن وفات پائی، حضرت عثمان نے نماز جنازہ پڑھائی اور مدینہ منورہ میں دفن کیے گئے۔

آل واولاد:

حضرت ابیؓ کی اولاد کی صحیح تعداد اگرچہ نامعلوم ہے لیکن جن کے نام معلوم ہیں وہ یہ ہیں، طفیل، محمد بن عبد اللہ، ربیع، ام عمر، ان میں سے اول الذکر دو بزرگ عہد رسالت میں پیدا ہوئے تھے۔

حضرت ابیؓ کی زوجہ کا نام ام الطفیل ہے وہ صحابیہ ہیں اور روایات حدیث کی فہرست میں ان کا نام داخل ہے۔

حلیہ:

حضرت ابیؓ کا حلیہ یہ تھا قد میانہ رنگ گورا مائل بہ سرخی بدن دبلا

اخلاق وعادات:

مزاج میں تکلف تھا، مکان میں گدوں پر نشست رکھتے تھے غالباً دیوار میں آئینہ لگایا

تھا اور کنگھی کرتے تھے اس طرف بیٹھتے تھے۔ ایام بڑھاپے میں جب سر اور داڑھی کے بال سفید ہو گئے تھے تو کنیز سر کے بال بناتی تھی۔

حضرت ابیؓ نے ایک شخص کو ایک آیت پڑھائی تھی، حضرت عمر نے سنا تو پوچھا یہ کس سے سیکھی اس نے حضرت ابیؓ کا نام لیا حضرت عمرؓ اس کو ساتھ لے کر ان کے مکان پر تشریف لے گئے اور استفسار کیا، انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ کے منہ سے ایسا ہی سیکھا تھا، حضرت عمرؓ نے مزید تحقیق کے لیے پوچھا کیا رسول کے منہ سے تم نے ایسا ہی سیکھا ہے جواب دیا ہاں، حضرت عمرؓ نے اس جملہ کو پھر دہرایا تیسری مرتبہ حضرت ابیؓ رضی اللہ عنہ کو غصہ آگیا بولے واللہ یہ آیت خدا نے جبرئیل پر نازل کی تھی اور جبرئیل نے قلب محمد پر نازل کی اس میں خطاب اور اس کے بیٹے سے مشورہ نہیں لیا تھا، حضرت عمرؓ کانوں پر ہاتھ رکھ کر ان کے گھر سے تکبیر کہتے ہوئے نکل گئے۔

اسی طرح ایک مرتبہ ایک آیت کے متعلق اختلاف ہوا، حضرت عمرؓ نے حضرت ابیؓ کو بلا کر ان سے وہ آیت پڑھوائی۔ انہوں نے پڑھ کر حضرت عمرؓ کی ناک کی طرف انگلی سے اشارہ کیا، حضرت عمرؓ نے اس کو دوسری طرح پڑھا اور حضرت ابیؓ کی ناک کی طرف اشارہ کیا۔ حضرت ابیؓ نے کہا واللہ مجھ کو رسول ﷺ نے اسی طرح پڑھایا تھا، حضرت عمر نے کہا اب ہم آپ کی متابعت کرتے ہیں۔

حضرت ابو درداء شامیوں کی ایک بڑی جماعت کو تعلیم قرآن کے لیے مدینہ لائے ان لوگوں نے حضرت ابیؓ سے قرآن پڑھا ایک دن ان میں سے ایک شخص نے حضرت عمرؓ کے سامنے کوئی آیت پڑھی، انہوں نے ٹوکا اس نے کہا مجھ کو ابی بن

کعبؓ نے پڑھایا ہے حضرت عمرؓ نے اس کے ساتھ ایک آدمی کر دیا کہ ابیؓ کو بلالاؤ اس وقت حضرت ابیؓ اپنے اونٹ کو چارہ دے رہے تھے آدمی نے پہنچ کر کہا آپ کو امیر المومنین بلاتے ہیں انہوں نے پوچھا کیا کام ہے انہوں نے واقعہ بیان کیا، حضرت ابیؓ دونوں پر بگڑے اور کہا تم لوگ باز نہیں آتے اور غصہ میں اسی طرح دامن چڑھائے ہاتھ میں چارہ لیے ہوئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے انہوں نے ان سے اور زید بن ثابتؓ سے آیت پڑھوائی دونوں کی قرأت میں اختلاف تھا حضرت عمر نے زید کی تائید کی حضرت ابیؓ برہم ہوئے اور کہا خدا کی کی قسم عمر! تم خوب جانتے ہو کہ میں رسول اللہ کے پاس اندر ہوتا تھا اور تم لوگ باہر کھڑے رہتے تھے اب آج میرے ساتھ یہ برتاؤ کیا جاتا ہے واللہ اگر تم کہو تو میں گھر میں بیٹھا رہوں نہ کسی سے بولوں اور نہ درس قرآن دوں یہاں تک کہ موت میرا خاتمہ کر دے حضرت عمرؓ نے فرمایا نہیں، جب خدا نے آپ کو علم دیا ہے تو آپ شوق سے پڑھایئے۔

طبعاً نہایت آزاد اور خوددار تھے۔ ایک مرتبہ حضرت ابن عباس مدینہ منورہ کے کسی کوچہ میں ایک آیت پڑھتے ہوئے جا رہے تھے۔ پیچھے سے آواز آئی، ابن عباسؓ کھڑے رہو مڑ کر دیکھا تو حضرت عمرؓ تھے فرمایا کہ میرے غلام کو لیتے جاؤ ابیؓ ابن کعب سے پوچھنا کہ فلاں آیت اس نے اس طرح پڑھی ہے؟ حضرت ابن عباسؓ حضرت ابیؓ کے مکان پر پہنچے تھے کہ خود حضرت عمرؓ بھی تشریف لے آئے اور اجازت لے کر سب اندر پہنچے حضرت ابیؓ بال بنوا رہے تھے دیوار کی طرف رخ تھا، حضرت عمرؓ کو گدے پر بٹھایا، حضرت ابیؓ کی پشت حضرت عمرؓ کی طرف تھی، وہ اسی

حالت میں بیٹھے رہے اور ان کی طرف متوجہ نہ ہوئے تھوڑی دیر کے بعد پھر حضرت عمرؓ سے مخاطب ہو کر کہا، مرحبا یا امیر المومنین میری ملاقات کے لیے تشریف لانا ہوا یا کوئی اور غرض ہے؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا کام سے آیا ہوں اور ایک آیت پڑھ کر کہا یہ تو بہت سخت ہے (یعنی تلفظ میں) حضرت ابیؓ نے کہا میں نے قرآن اس سے سیکھا جس نے جبرئیل سے سیکھا تھا وہ تو نہایت نرم اور تر ہے حضرت عمر نے فرمایا آپ تو احسان جتانا چاہتے ہیں مگر مجھے جواب سے تشفی نہیں، ہوئی۔

ایک مرتبہ حضرت عمر کی خلافت کے زمانہ میں دونوں میں ایک باغ کی بابت جھگڑا ہو گیا۔ حضرت ابیؓ رونے لگے اور کہا آپ کے عہد میں یہ باتیں؟ حضرت عمرؓ نے کہا نہیں میری یہ نیت نہ تھی، آپ جس مسلمان سے جی چاہے فیصلہ کر لیجیے میں راضی ہوں انہوں نے زید بن ثابت کا نام لیا، حضرت عمرؓ راضی ہو گئے اور حضرت زید کے سامنے مقدمہ پیش ہوا گو حضرت عمر خلیفہ اسلام تھے تاہم ایک فریق کی حیثیت سے حضرت زید بن ثابتؓ کے اجلاس میں حاضر ہوئے حضرت عمر کو ابیؓ کے دعوے سے انکار تھا انہوں نے ان سے کہا آپ بھولتے ہیں، سوچ کر یاد کیجئے حضرت ابیؓ کچھ دیر سوچتے رہے پھر کہا مجھے کچھ یاد نہیں آتا تو خود حضرت عمرؓ نے واقعہ کی صورت بیان کی، حضرت زید نے حضرت ابیؓ سے پوچھا آپ کے پاس ثبوت کیا ہے انہوں نے کہا کچھ نہیں بولے تو آپ امیر المومنین سے قسم نہ لیجئے حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر مجھ پر قسم ضروری ہے تو مجھے اس میں تامل نہیں۔

طبیعت غیور پائی تھی، ایک شخص حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہاں

فلاں آدمی اپنے باپ کی عورت (سوتیلی) سے ہم بستر ہوتا ہے حضرت ابیؓ موجود تھے بولے کہ میں تو ایسے شخص کی گردن مار دیتا حضور ﷺ نے تبسم فرمایا اور کہا ابیؓ کس قدر غیرت مند ہیں، لیکن میں ان سے زیادہ غیور ہوں اور خدا مجھ سے زیادہ غیرت والا ہے۔

بڑے مہمان نواز تھے لیکن تکلف نہ تھا ایک بار براء بن مالکؓ ملاقات کو آئے پوچھا کیا کھاؤ گے ؟ انہوں نے کہا ستو اور چھوہارے اندر جاکر ستو لے آئے اور شکم سیر ہو کر کھلایا براء بن مالکؓ حضور ﷺ کے پاس گئے اور اس واقعہ کا ذکر آپ سے کیا آپ نے فرمایا یہ تو بڑی عمدہ بات ہے۔

علم وفضل:

حضرت ابی بن کعبؓ کی حیات سعید کا ایک ایک لمحہ علم کے لیے وقف تھا، عین اس وقت جب مدینہ میں مہاجرین اور انصار سے تجارت اور زراعت کا بازار گرم رہتا تھا حضرت ابیؓ مسجد نبوی میں نبوت کے علمی جواہر سے اپنے علوم وفنون کی دکان سجاتے تھے انصار میں ان سے بڑا کوئی عالم نہ تھا، اور قرآن کے سمجھنے اور حفظ وقرأت میں مہاجرین وانصار دونوں میں ان کی فوقیت مسلم تھی، یہاں تک کہ خود رسول اللہ ﷺ ان سے قرآن مجید پڑھوا کر سنتے تھے۔

علوم اسلامیہ کے علاوہ کتب قدیمہ سے بھی پوری واقفیت رکھتے تھے تورات اور انجیل کے عالم تھے۔

رسول اللہ ﷺ کے متعلق ان کتابوں میں جو بشارتیں مذکور ہیں، وہ ان کو خاص طور پر معلوم تھیں، اس علمی جلالت شان کی بنا پر حضرت فاروق اعظمؓ ان کی

تعظیم اور ان کالحاظ کرتے تھے اور خود جاکر گھر میں ان سے مسائل پوچھتے تھے۔
حضرت عبداللہ بن عباسؓ جو اسلام کی تاریخ میں حبر کے لقب سے مشہور ہیں۔
حضرت ابیؓ ابن کعب کی درسگاہ میں حاضری کو اپنا فخر سمجھتے تھے۔
حضرت ابیؓ کا فضل و کمال خزانہ نبوت کا کچھ نہ کچھ حصول تھا انھوں نے حامل وحی سے اس قدر سیکھ لیا تھا کہ پھر کسی کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت باقی نہ رہی، صحابہ کرام میں حضرت ابو بکرؓ کے سوا کوئی شخص ایسا نہ تھا، جو حضور ﷺ کے بعد کسب علم سے بے نیاز رہا ہو صرف ابی بن کعبؓ ایسی شخصیت تھی جو اس سے مستغنی تھی۔
حضرت ابی بن کعبؓ اگرچہ مختلف علوم کے جامع تھے لیکن وہ خاص فن جن میں ان کو امامت اور اجتہاد کا منصب حاصل تھا قرآن تفسیر، شان نزول، ناسخ و منسوخ حدیث وفقہ تھے اور ہم انہیں علوم میں اپنی بساط کے مطابق ان کے کمالات بتائیں گے۔

قرآن مجید:

سب سے پہلے ہمیں قرآن مجید کا ذکر کرنا ہے اور یہ ہے کہ حضرت ابیؓ اس کو کس نظر سے دیکھتے تھے، حضرت ابیؓ مجتہد تھے وہ قرآن مجید پر مجتہدانہ انداز سے غور کرتے تھے ایک دن حضور ﷺ نے ان سے دریافت فرمایا کہ قرآن میں کون سی نہایت معظم آیت ہے حضرت ابیؓ نے کہا آیتہ الکرسی حضور ﷺ نہایت مسرور ہوئے اور فرمایا ابیؓ تمہیں یہ علم مبارک ہو۔
اس واقعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ قرآن کی آیتوں میں کیسا غور و خوض کرتے تھے

اب خود ان کی زبان سے قرآن کی حقیقت سنو۔ایک شخص نے ان سے درخواست کی کہ مجھے نصیحت کیجئے فرمایا قرآن کو دلیل راہ بناؤ اس کے فیصلوں اور حکموں پر راضی رہو رسول اللہ ﷺ نے یہی چیز تمہارے لیے چھوڑی ہے اس میں تمہارا اور تمہارے قبل والوں کا اور جو کچھ زمانہ بعد میں ہو گا سب حال درج ہے۔

حضرت ابیؓ نے اس رائے میں حسب ذیل خیالات کا اظہار کیا ہے۔

۱) قرآن مجید اسلام کا مکمل قانون ہے۔

۲) مسلمانوں کا بہترین دستور العمل ہے۔

۳) اس کے قصص وحکایات نتیجہ خیز ہیں جو عمل اور عبرت کے لیے ہیں سجاوٹ محفل کے لیے نہیں۔

۴) اس میں تمام قوموں کا نہایت کافی تذکرہ ہے۔

غور کریں! جو شخص ان حیثیتوں سے قرآن کریم کو دیکھتا ہو گا اس کی وسعت معلومات اور دقت نظر میں کیا کلام ہو سکتا ہے۔

حضرت ابیؓ نے ابتداءً ہی سے قرآن مجید کے ساتھ غیر معمولی شغف ظاہر کیا تھا چنانچہ رسول اللہ ﷺ مدینہ میں ورود فرما ہوئے، تو سب سے پہلے جس نے وحی لکھنے کا شرف حاصل کیا، وہ حضرت ابی رضی اللہ عنہ تھے۔

قرآن مجید حفظ کرنے کا خیال بھی اسی زمانہ سے پیدا ہوا جس قدر آیتیں نازل ہوتیں وہ حفظ کر لیتے تھے یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں پورا قرآن یاد کر لیا۔ صحابہ میں پانچ بزرگ تھے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے عہد مقدس میں پورا قرآن یاد کیا تھا، لیکن حضرت ابیؓ ان سب میں ممتاز تھے۔ خود رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس باب میں ان کی مدح کرتے تھے۔

حضرت ابیؓ نے قرآن کا ایک ایک حرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دہن مبارک سے سن کر یاد کر لیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان کے شوق کو دیکھ کر ان کی تعلیم کی طرف توجہ مبذول فرماتے تھے نبوت کا رعب بڑے بڑے صحابہ کو سوال کرنے سے مانع ہوتا تھا، لیکن حضرت ابیؓ بلا جھجھک جو چاہتے تھے سوال کرتے تھے ان کے شوق کو دیکھ کر بعض اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود ابتداءً فرماتے تھے اور بغیر پوچھے بتاتے تھے ایک مرتبہ حضرت ابیؓ سے فرمایا کہ میں تمہیں ایک ایسی سورہ بتاتا ہوں جس کی نظیر نہ تورات وانجیل میں ہے اور نہ قرآن میں یہ کہہ کر باتوں میں مصروف ہو گئے حضرت ابیؓ کہتے ہیں کہ میرا خیال تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیان فرمائیں گئے اس لیے جب آپ گھر جانے کے لیے اٹھے تو میں بھی ساتھ ہو لیا آپ نے میرا ہاتھ پکڑ کر باتیں شروع کر دیں اور گھر کے دروازے

تک اسی طرح چلے آئے میں نے عرض کی وہ سورۃ بتادیجیے آپ نے بتادی۔

ایک مرتبہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز فجر پڑھائی اس میں ایک آیت پڑھنا بھول گئے، حضرت ابیؓ نماز میں شروع سے شریک نہ تھے بیچ میں شریک ہوئے تھے نماز ختم کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں سے پوچھا کہ کسی نے میری قرأت پر خیال کیا تھا؟ تمام لوگ خاموش رہے پھر پوچھا ابی بن کعب کہاں ہیں؟ حضرت ابیؓ نماز ختم کر چکے تھے بولے کہ آپ نے فلاں آیت نہیں پڑھی کیا منسوخ ہو گئی یا آپ پڑھنا بھول گئے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں پڑھنا بھول گیا۔ اس کے بعد فرمایا میں جانتا تھا کہ تمہارے سوا اور کسی کو ادھر خیال نہیں ہوا

ہو گا۔

ان باتوں کا یہ اثر تھا کہ جب کوئی مسئلہ حضرت ابی بن کعبؓ کی سمجھ میں نہ آتا تو وہ صحابہ کی طرح خاموش نہیں رہتے تھے بلکہ رسول اللہ ﷺ سے دیر تک مذاکرہ جاری رکھتے اور جب سمجھ میں آجاتا تو تب اٹھتے، مسجد نبوی میں عبداللہ بن مسعودؓ نے ایک آیت پڑھی، چونکہ وہ قبیلہ ہذیل سے تھے ان کی قرأت علیحدہ تھی، حضرت ابی بن کعبؓ نے سنا تو کہا۔ آپ نے یہ آیت کسی سے پڑھی؟ میں نے تو رسول اللہ ﷺ سے اس طرح پڑھی ہے۔ انہوں نے کہا مجھ کو بھی رسول اللہ ﷺ نے پڑھایا ہے حضرت ابیؓ کہتے ہیں اس وقت میرے دل میں خیالات فاسدہ کا غلبہ ہوا اور عجیب عجیب باتیں ذہن میں آئیں، میں ابن مسعود کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آیا اور کہا میرے اور ان کے درمیان قرأت کا اختلاف ہو گیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے یہ آیت پڑھوائی اور فرمایا تم ٹھیک پڑھتے ہو پھر حضرت ابن مسعودؓ سے پڑھوائی اور فرمایا تم بھی ٹھیک پڑھتے ہو پھر میں نے ہاتھ کے اشارہ سے کہا یا رسول اللہ ﷺ دونوں ٹھیک ٹھاک پڑھتے ہیں، یہ کیونکر! اس قدر سوال پر حضرت ابیؓ پسینہ پسینہ ہو گئے تھے رسول اللہ ﷺ نے ان کی گھبراہٹ دیکھی تو ان کے سینہ پر دست مبارک رکھ کر فرمایا الٰہی ابیؓ کا شک دور کر! دست مبارک کی تاثیر تسلی بن کر قلب میں اتر گئی اور ان کو کامل تشفی ہو گئی۔

حضرت ابیؓ کا خاص فن قرأت ہے اس فن میں ان کو اتنا کمال حاصل تھا کہ خود رسول اللہ ﷺ نے ان کی تعریف و توصیف کی تھی، صحابہ میں چند بزرگ تھے

جن کے کمالات کی حامل وحی نے خود تعیین کر دی تھی ان میں سے حضرت ابی بن کعبؓ کی نسبت نے یہ جملہ ارشاد فرمایا تھا واقراھم ابی بن کعبؓ یعنی صحابہ میں سب سے بڑے قاری ابیؓ ہیں۔

رسول اللہ ؐ کے بعد حضرت عمرؓ نے اس جملہ کی یاد کوئی مرتبہ تازہ کیا، ایک مرتبہ مسجد نبوی کے منبر پر کہا کہ سب سے بڑے قاری ابیؓ ہیں شام کے مشہور سفر میں مقام جابیہ کے خطبہ میں فرمایامن اراد القرآن فلیات ابیا یعنی جس کو قرآن کا ذوق ہو وہ ابیؓ کے پاس آئے

☆ فن قرأت میں حضرت ابیؓ کو دخل تھا۔ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ خود حامل نبوت ان سے قرآن کا دورہ فرمایا کرتے تھے چنانچہ جس سال آپ نے وفات پائی حضرت ابیؓ کو قرآن سنایا اور فرمایا مجھ سے جبریل علیہ السلام نے کہا تھا کہ ابیؓ کو قرآن سنا دیجئے۔

☆ جو سورہ نازل ہوتی اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ابیؓ کو سناتے اور یاد کراتے تھے۔

سورہ لم یکن نازل ہوئی تو فرمایا کہ خدا نے تم کو قرآن سنانے کا حکم مجھے کیا ہے۔ انہوں نے عرض کی خدا نے میرا نام لیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں حضرت ابیؓ یہ سن کر فرط مسرت میں بے اختیار رو پڑے۔

☆ عبدالرحمن بن ابی ابزیؓ حضرت ابی بن کعبؓ کے شاگرد تھے ان کو استاد کا یہ واقعہ معلوم ہوا تو پوچھا! یاابا المنذر (حضرت ابیؓ کی کنیت) اس وقت آپ کو خاص مسرت ہوئی ہو گی، فرمایا کیوں نہیں! خداوند تعالی خود فرماتا ہے۔ قل بفضل اللہ

وبرحمته فبذالك فيليفرحواهم خير مما يجمعون

اسی قرآت دانی کا نتیجہ تھا کہ ایک قرأت خاص طور پر ان کی جانب منسوب ہوئی جس کا نام ''قرات ابی بن کعب'' تھا۔ اہل دمشق اسی قرأت میں قرآن مجید پڑھتے تھے۔ حضرت ابیؓ کی قرأت کو ان کے رتبہ کے لحاظ سے عالمگیر ہونا چاہیے تھا، لیکن اس وقت تک زیادہ رواج نہ پاسکی اس کا بڑا سبب یہ تھا کہ بہت سی آیتیں جو منسوخ ہو چکی تھیں۔ اس میں موجود تھیں، حضرت عمرؓ نے بار بار کہا کہ ابیؓ ہم میں سب سے زیادہ قرآن کے جاننے والے ہیں لیکن ہم کو بعض مواقع پر ان سے اختلاف کرنا پڑا ہے ان کو اصرار ہے کہ انہوں نے جو کچھ سیکھا رسول اللہ ﷺ سے سیکھا ہے یہ سچ ہے لیکن جب بہت سی آیتیں منسوخ ہو چکی ہیں اور ان کو اس کا علم نہیں ہوا تو پھر ہم ان کی قرأت پر کیونکر قائم رہ سکتے ہیں۔

لیکن بعد میں اس کی اصلاح ہو گئی، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں جب قرآن مجید کو جمع کیا گیا تو اس میں منسوخ شدہ آیتوں کا خاص خیال رکھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت جلد ان کی قرأت نے قبول عام کی سند حاصل کر لی اور تمام ممالک اسلامیہ جن کی وسعت مغرب سے مشرق تک تھی حضرت ابیؓ کی قرأت پر مجتمع ہو گئے۔

حضرت ابیؓ نے انتقال کے بعد اس فن میں اپنے دو جانشین چھوڑے جو اپنے عہد میں مرجع انام تھے، حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ۔

قراء سبعہ میں نافع بن عبدالرحمن ابورویم مدنی حضرت ابوہریرہ کے سلسلہ سے اور عبداللہ بن کثیر مکی حضرت عبداللہ بن عباس کے واسطہ سے حضرت ابی بن کعبؓ

کے سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں۔

درس وتدریس:

حضرت ابیؓ بن کعب کا مدرسہ قرأت اس وقت ایک مرکزی حیثیت رکھتا تھا عرب وعجم روم وشام اور دیگر صوبہ جات اسلامیہ سے طلبہ مدینہ منورہ کارخ کرتے اور ان کی درس گاہ قرأت سے فیض یاب ہوتے تھے

طلبہ کے علاوہ بعض اکابر صحابہ دور دراز مقامات سے شائقین کو لے کر مدینہ منورہ تشریف لاتے اور حضرت ابیؓ سے استفادہ کرتے تھے، حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں حضرت ابودرداؓ انصاری شام میں تعلیم قران کے لیے بھیجے گئے تھے وہ اس درجہ کے تھے کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں جن پانچ بزرگوں نے پورا قرآن حفظ کیا تھا ان میں ایک وہ بھی تھے لیکن بایں ہمہ وہ حضرت ابیؓ کی قرأت سے مستغنی نہ تھے حضرت عمرؓ کے عہد مقدس میں شامیوں کا ایک مجمع ساتھ لے کر حضرت ابیؓ کی خدمت میں آئے خود قرآن پڑھا اور دوسرے لوگوں کو بھی پڑھوایا۔

حضرت ابیؓ اگرچہ تلامذہ کی تعلیم سے خاص دلچسپی لیتے تھے۔ لیکن مزاج تیز تھا اس لیے بہت جلد ان کا حلم و تحمل غیظ وغضب میں بدل جاتا تھا۔ اس لیے تلامذہ خاص کوئی سوال کرتے تو خوف لگا رہتا کہ کہیں غصہ میں جھنجھلانہ اٹھیں، زربن حبیش جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد رشید تھے اور جن کو حضرت ابیؓ کے تلمذ کا بھی شرف حاصل تھا کوئی بات پوچھنا چاہتے تھے مگر ہمت نہ پڑتی تھی ایک دن ایک سوال کیا تو تمہید سے کہ مجھ پر نظر عنایت فرمایئے، میں آپ سے علم سیکھنا چاہتا ہوں، حضرت ابیؓ نے کہا ہاں شاید یہ ارادہ ہوگا کہ قرآن مجید کی کوئی آیت پوچھنے

سے باقی نہ رہ جائے

اسی وجہ سے ان کی مجلس لایعنی سوالات سے پاک ہوتی تھی وہ قبل از وقت باتوں کا جواب نہیں دیتے تھے بلکہ ناراض ہوتے تھے مسروق نے ایک دن ایک سوال کیا حضرت ابیؓ نے کہا کہ ایسا بھی ہے؟ انہوں نے کہا نہیں، فرمایا ابھی ٹھہریئے جب ایسا واقعہ پیش آئے گا تو آپ کے لیے اجتہاد کی تکلیف کی جائے گی۔

لیکن معقول سوالات سے خوش ہوتے تھے اور جوابات مرحمت فرماتے تھے زیاد انصاری نے پوچھا حضور ﷺ کی تمام بیویاں قضا کر جاتیں تو آپ نکاح کر سکتے تھے یا نہیں؟ انہوں نے کہا کر سکتے تھے زیاد نے کہا پھر اس آیت کے معنی (لا یحل لك النساء من بعد) حضرت ابیؓ نے کہا حضور ﷺ کے لیے عورتوں کی ایک قسم حلال تھی (مسند احمد ج ۵ ص ۱۳۲)

☆ حضرت ابیؓ کی زندگی بڑی پر تکلف اور باوقار تھی، اس کا اثر ان کے حلقہ درس میں نظر آتا تھا گھر اور مجلس دونوں جگہوں میں ان کی نشست گدے پر ہوتی تھی اور تلامذہ عام صف میں بیٹھتے تھے۔

نشست و برخاست میں تلامذہ کی تعظیم کے لیے سروقد کھڑے ہوتے تھے اس زمانہ میں یہ دستور بالکل نیا تھا۔ ایک مرتبہ سلیم بن حنظلہ حضرت ابیؓ کی خدمت میں مسئلہ پوچھنے آئے۔ جب وہ اٹھے، تو شاگردوں کا پورا مجمع پیچھے پیچھے ساتھ ہو گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو ان کی یہ روش ناپسند ہوئی۔ حضرت ابیؓ سے فرمایا کہ یہ آپ کے لیے فتنہ اور ان لوگوں کے لیے ذلت ہے۔

☆ تلامذہ سے تحائف و ہدایا قبول کر لیتے تھے اور اس میں کچھ مضائقہ نہ

جانتے تھے۔

حضور ﷺ کے عہد مقدس میں انہوں نے طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ عنہ کو قرآن پڑھایا تھا، انہوں نے ایک کمان ہدیۃً پیش کی، حضرت ابیؓ اس کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے پوچھا یہ کہاں سے لائے۔ انہوں نے کہا ایک شاگرد کا ہدیۃ ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو واپس کر دو۔ اور آئندہ ایسے ہدیہ سے پرہیز کرنا۔

اسی طرح ایک شاگرد نے کپڑا ہدیہ میں پیش کیا، اس میں بھی یہی صورت پیش آئی اس لیے بعد میں ان باتوں سے اجتناب کلی کر لیا تھا، چنانچہ ملک شام کے لوگ جب آپ سے قرآن مجید پڑھنے مدینہ آئے تو مدینہ کے کاتبوں سے اس کو لکھواتے بھی تھے اور کتابت کا معاوضہ اس طرح ادا ہوتا تھا کہ شامی اپنے ساتھ کاتبوں کو کھانے میں شریک کر لیتے تھے لیکن حضرت ابیؓ ایک وقت بھی ان کی دعوت منظور نہ کرتے تھے، حضرت عمر نے ایک دن ان سے دریافت کیا ملک شام کا کھانا کیسا ہوتا ہے؟ حضرت ابیؓ نے کہا میں ان کے ہاں کھانا نہیں کھاتا۔

قرأت پڑھاتے وقت حروف مخارج سے ادا کرنے کی کوشش کرتے تھے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے باشندوں کے ساتھ تو چنداں دشواری پیش نہ آتی تھی، لیکن اعراب اور بدوؤں یا دیگر ملکوں کے باشندوں کو جن سے حرف صاف صاف ادا نہ ہو سکتے تھے ان کا پڑھانا نہایت مشکل کام تھا، لیکن حضرت ابیؓ اس مشکل کو بھی آسان کر لیتے تھے۔

حضور ﷺ کے زمانہ مبارک میں حضرت ابیؓ ایک ایرانی کو قرآن پڑھاتے تھے

جب اس کو یہ آیت پڑھائی ان شجرة الزقوم طعام الاثیم تو اس سے اثیم نکلتا نہ تھا وہ یتیم کہتا تھا، حضرت ابیؓ نہایت پریشان تھے حضور ﷺ وہاں سے گزرے اور ان کی حیرانی دیکھ کر خود ان کے شریک ہو گئے اور ایرانی میں فرمایا کہو طعام الظالم اس نے اس کو صاف طور سے ادا کر دیا آپ نے حضرت ابیؓ سے فرمایا کہ اسکی زبان درست کرو۔

اس سے حرف نکلواؤ خدا تمہیں اس کا اجر دے گا۔

مصحف ابی بن کعب رضی اللہ عنہ:

حضرت ابیؓ حضور ﷺ سے جس قدر قرأت پڑھتے تھے گھر پر اس کو قلمبند کرتے جاتے تھے یہی قرآن ہے جو فن تاریخ قرأت میں "مصحف ابیؓ" کے نام سے مشہور ہے۔ یہ مصحف حضرت عثمان کے عہد تک موجود تھا۔

اس مصحف کی شہرت دور تک تھی، حضرت ابیؓ کی وفات کے بعد ان کے بیٹے کے پاس کہ جن کا نام محمد تھا اور مدینہ ہی میں رہتے تھے عراق سے کچھ لوگ آئے اور کہا کہ ہم لوگ مصحف کی زیارت کو آئے ہیں انہوں نے کہا وہ تو حضرت عثمان نے لیے لیا تھا۔

تفسیر:

حضرت ابیؓ مفسرین صحابہ میں سے ہیں اور ان سے اس فن میں ایک بڑا نسخہ روایت کیا گیا ہے جس کے راوی امام ابو جعفر رازی ہیں، تین واسطوں سے حضرت ابیؓ تک یہ سلسلہ منتہی ہوتا ہے۔

فن تفسیر میں حضرت ابیؓ کے اگرچہ متعدد شاگرد تھے جن کی روایتیں عموماً تفسیر کی کتابوں میں مندرج ہیں، لیکن اس کا بڑا حصہ ابو العالیہ کے ذریعہ سے ہم تک پہنچا ہے۔ابو العالیہ کے تلمیذ ربیع بن انس تھے۔ جن پر امام رازی کے سلسلہ روایات کا اختتام ہوتا ہے۔

اس تفسیر کی روایتیں ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے کثرت سے نقل کی ہیں، حاکم نے مستدرک میں اور امام احمد نے اپنی مسند میں بھی بعض روایتوں کو درج کیا ہے حضرت ابیؓ سے اس فن میں دو قسم کی روایتیں ہیں، پہلی قسم میں وہ سوالات داخل ہیں جو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کیے تھے اور حضور ﷺ نے ان کے جوابات عنایت فرمائے تھے۔ دوسری قسم میں وہ تفسیریں ہیں جو خود حضرت ابیؓ کی طرف منسوب ہیں۔

حضرت ابیؓ کی تفسیر کا پہلا حصہ جو حضور ﷺ سے روایت کیا گیا ہے، ظن و قیاس کے رتبہ سے بلند ہو کر یقین کے درجہ تک پہنچتا ہے کیونکہ حامل وحی سے زیادہ قرآن کا مطلب کون سمجھ سکتا ہے۔

دوسرا حصہ حضرت ابیؓ کی رائے کا مجموعہ ہے اس میں مختلف حیثیتیں پیش نظر رکھی گئی ہیں، بعض آیتوں میں تفسیر القرآن بالقرآن کا اصول مد نظر ہے بعض میں خیالات عصریہ کی جھلک ہے بعض میں اسرائیلیات کا رنگ ہے اور کہیں کہیں ان سب سے الگ ہو کر مجتہدانہ روش اختیار کی ہے اور یہی ان کا علم تفسیر میں سب سے بڑا کارنامہ ہے۔

شان نزول:

حضرت ابیؓ سے شان نزول کی متعدد روایتیں ہیں جو تفسیر کی کتابوں میں مندرج ہیں۔

حدیث:

صحابہ کرام میں جو بزرگ علم حدیث کے ماہر خیال کیے جاتے تھے ان میں ایک حضرت ابی بن کعبؓ بھی تھے محدث ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں

وکان احده من سمع الکثیر

یعنی حضرت ابیؓ ان بزرگوں میں ہیں جنہوں نے حضور ﷺ سے احادیث کا بہت بڑا ذخیرہ سنا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے علمائے صحابہ جو اپنے مجالس درس میں، مسند روایت پر متمکن تھے حضرت ابیؓ کے حلقہ تعلیم میں شاگردی کا زانوئے ادب تہ کرتے تھے۔

چنانچہ ان کے حلقہ میں تابعین سے زیادہ صحابہ کا مجمع ہوتا تھا حضرت عمر بن الخطاب حضرت ابوایوب انصاری، عبادہ بن صامت ابوہریرہ ابوموسیٰ اشعری، انس بن مالک، عبد اللہ بن عباس، سہل بن سعد، سلیمان بن صرد (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کہ تمام صحابہ میں انتخاب تھے حضرت ابیؓ سے علم حدیث میں استفادہ کرتے تھے۔

حضرت ابیؓ کے اوقات درس اگرچہ متعین تھے تاہم ان وقتوں کے علاوہ بھی باب فیض مسدود نہ ہوتا تھا، چنانچہ جب مسجد نبوی میں نماز کو تشریف لاتے اور اس

وقت بھی کسی کو تعلیم کی حاجت ہوتی تو اس کی تشفی فرماتے تھے۔
قیس بن عباد مدینہ میں صحابہ کے دیدار سے مشرف ہونے آئے تھے ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابی بن کعبؓ سے بڑھ کر کسی کو نہ پایا نماز کا وقت تھا، لوگ جمع تھے اور حضرت عمرؓ بھی تشریف رکھتے تھے کسی چیز کی تعلیم دینے کی ضرورت نہ تھی، نماز ختم ہوئی تو محدث جلیل اٹھا اور رسول اللہ ﷺ کی حدیث لوگوں تک پہنچائی ذوق وشوق کا یہ عالم تھا کہ تمام لوگ ہمہ تن گوش تھے، قیس پر حضرت ابیؓ کی اس شان عظمت کا بڑا اثر پڑا۔
روایت حدیث میں حضرت ابیؓ حزم واحتیاط سے کام لیتے تھے باوجود اس کے وہ حامل نبوت کے مقرب بارگاہ تھے اور زندگی کا بیشتر وقت رسول اللہ ﷺ کے حضور میں صرف کیا تھا بایں ہمہ روایت حدیث میں شدت تھی کہ روایات کی مجموعی تعداد ۱۶۴ سے متجاوز نہیں ہے۔

فقہ:

صحابہ میں کئی بزرگ تھے جو اجتہاد کا منصب رکھتے تھے اور استنباط مسائل کرتے تھے حضرت ابیؓ کا بھی ان میں شمار ہوتا تھا اور وہ حامل قرآن کی مقدس زندگی ہی میں مسند افتاء پر جلوہ افروز ہو چکے تھے حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ خلافت میں بھی اہل الرائے اور اہل فقہ میں شامل رہے اور لوگ انہی سے استفتاء کرتے تھے حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں بھی یہ منصب عظیم ان کو حاصل رہا۔
آفاق عالم سے فتوے آتے تھے جن کے مستفتیوں میں صحابہ کا نام بھی داخل ہوا تھا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بڑے رتبہ کے صحابی تھے وہ نماز میں تکبیر کہنے اور سورہ

پڑھنے کے بعد ذرا توقف کرتے تھے لوگوں نے ان پر اعتراض کیا انہوں نے حضرت ابیؓ کے پاس فتویٰ لکھ کر بھیجا کہ مجھ پر حقیقت مجہول ہو گئی ہے اس کے متعلق تحریر فرمائیے واقعیت کیا ہے؟ حضرت ابیؓ نے نہایت مختصر جواب تحریر کیا اور لکھا کہ آپ کا طریق عمل شرع شریف کے مطابق ہے اور معترضین غلطی پر ہیں۔

☆ استنباط مسائل کا یہ طریقہ تھا کہ پیشتر قرآن مجید میں غور و خوض کرتے تھے پھر احادیث کی تلاش ہوتی تھی اور جب ان دونوں میں کوئی صورت نہ ملتی تو قیاس کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ کے پاس ایک عورت آئی اور کہا کہ میرا شوہر مر گیا، میں حاملہ تھی۔ اب وضع حمل ہوا ہے، لیکن عدت کے ایام بھی پورے نہیں ہوئے اس صورت میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ میعاد معین تک رکی رہو وہ حضرت عمرؓ کے پاس سے حضرت ابیؓ کے پاس آئی اور حضرت عمرؓ سے فتوی پوچھنے کا حال اور ان کا جواب ان کے گوش گزار کیا، حضرت ابیؓ نے کہا جاؤ اور عمرؓ سے کہنا کہ ابیؓ کہتے ہیں کہ عورت حلال ہو گئی۔ اگر وہ میرا پوچھیں تو یہیں بیٹھا ہوں آ کر بلا لینا' عورت حضرت عمرؓ کے پاس گئی۔ انہوں نے کہا بلا لاؤ حضرت ابیؓ آئے حضرت عمرؓ نے پوچھا آپ نے یہ کہاں سے کہا۔ انہوں نے جواب دیا قرآن سے اور یہ آیت پڑھی (و اولات الاحمال اجلھن ان یضعن حملھن) اس کے بعد کہا کہ جو حاملہ بیوہ ہو گئی ہو وہ بھی اس میں داخل ہے اور میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کے متعلق حدیث سنی ہے حضرت عمرؓ نے عورت سے کہا کہ جو یہ کہہ رہے ہیں اس کو سنو۔

☆ حضرت عباسؓ عم رسول اللہ کا گھر مسجد نبوی کے متصل تھا حضرت عمرؓ نے جب مسجد کو وسیع کرنا چاہا تو ان سے کہا کہ اپنا مکان فروخت کر دیجیئے میں اس کو مسجد میں شامل کر دوں گا۔ حضرت عباسؓ نے کہا یہ نہ ہو گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اچھا تو ہبہ کر دیجیئے انہوں نے اس سے بھی انکار کیا، حضرت عمرؓ نے فرمایا تو آپ خود مسجد کو وسیع کر دیں اور اپنا مکان اس میں داخل کر دیں۔ وہ اس پر بھی راضی نہ ہوئے حضرت عمرؓ نے کہا ان تین باتوں میں سے کوئی بات آپ کو ماننا ہو گی، حضرت عباسؓ نے کہا میں ایک بات بھی نہ مانوں گا۔

آخر دونوں شخصوں نے حضرت ابی بن کعبؓ کو حکم بنایا انہوں نے حضرت عمرؓ سے کہا بلا رضامندی آپ کو ان کی چیز لینے کا کیا حق ہے؟ حضرت عمرؓ نے پوچھا اس کے متعلق قرآن مجید کی رو سے حکم نکالا ہے یا حدیث سے؟ حضرت ابیؓ نے کہا حدیث سے وہ یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جب بیت المقدس کی عمارت بنوائی تو اس کی ایک دیوار جو کسی دوسرے کی زمین پر بنوائی تھی گر پڑی، حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس وحی آئی کہ اس سے اجازت لے کر بنائیں حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے لیکن حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی غیرت اس کو کب گوارا کر سکتی تھی انھوں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ میں اس کو مسجد میں شامل کرتا ہوں۔

☆ سوید بن غفلہؓ، زید بن صوحانؓ اور سلیمان بن ربیعہؓ کے ہمراہ کسی غزوہ میں گئے تھے مقام عذیب میں ایک کوڑا پڑا ہوا تھا سوید نے اٹھا لیا ان لوگوں نے کہا اسے پھینک دو شاید کسی مسلمان کا ہو۔ انہوں نے کہا میں ہر گز نہ پھینکوں گا۔ پڑا رہے گا تو بھیڑیے کی غذا بنے گا۔ اس سے تو بہتر ہے کہ میں اسے کام

میں لاؤں، اس کے کچھ دنوں بعد سوید حج کے ارادہ سے روانہ ہوئے راستہ میں مدینہ طیبہ پڑتا تھا حضرت ابیؓ کے پاس گئے اور کوڑے والا واقعہ بیان کیا حضرت ابیؓ نے کہا اس قسم کا واقعہ مجھ کو پیش آ چکا ہے میں نے حضور ﷺ کے عہد میں ۱۰۰ دینار (۵۰۰ روپے) دیئے تھے حضور ﷺ نے حکم دیا تھا کہ سال بھر تک لوگوں کو خبر کرتے رہو۔ سال گزرنے کے بعد فرمایا کہ روپے کی تعداد تھیلی کا نشان وغیرہ یاد رکھنا اور ایک سال اور انتظار کر کے دیکھنا اگر کوئی اس نشان کے موافق طلب کرے تو اس کے حوالہ کرنا ورنہ وہ تمہارا ہو چکا ہے۔

حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ ارادہ کیا کہ حج تمتع سے لوگوں کو روک دیں، حضرت ابیؓ نے کہا آپ کو اس کا کوئی اختیار نہیں، پھر ارادہ کیا کہ حیرہ کے حلے پہننے سے منع کر دیں۔ (کیونکہ اس کے رنگ میں پیشاب کی آمیزش ہوتی تھی حضرت ابیؓ نے کہا اس کے بھی آپ مجاز نہیں خود رسول اللہ ﷺ نے اس کو پہنا ہے اور ہم لوگوں نے بھی پہنا ہے۔ (یہ فتویٰ عموم بلوی کی بنیاد پر تھا)

لکھنا جانتے تھے:

حضرت ابیؓ لکھنا بھی جانتے تھے اور یہ اس زمانہ میں نعمت غیر مترقبہ تھی، چنانچہ وحی کی اکثر آیتیں وہی لکھتے تھے مدینہ منورہ میں جب حضور ﷺ تشریف لائے تو وحی لکھنے کا سب سے پہلے انہی کو شرف حاصل ہوا۔ اس زمانہ تک کتاب یا قرآن کے اخیر میں کاتب کا نام لکھنے کا دستور نہ تھا سب سے پہلے حضرت ابیؓ نے اس کی ابتداء کی بعد میں اور بزرگوں نے بھی اس کی تقلید کی۔

حب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

بدعات سے اجتناب، جرأت ،اظہار حق یہ اوصاف حضرت ابیؓ میں خاص طور پر موجود تھے۔ عبادت الٰہی کا ذوق و شوق ایک مرتبہ اس درجہ ترقی کر گیا تھا کہ حضرت ابیؓ تمام علائق ظاہری سے قطع تعلق کر کے زاویہ روحانیت میں معتکف ہو گئے تھے۔

رات کی ہولناک تاریکی میں جب تمام کائنات بستر راحت پر سرمست نشہ خواب ہوتی تھی، وہ اپنے گھر کے ایک گوشہ میں معبود برحق کی عظمت و جلال کے تصور سے سرتاپا عجز و نیاز ہوتے تھے زبان پر کلام الٰہی رواں ہوتا تھا اور آنکھوں کی اشک باری ان کے کشت عبادت کو سیراب کرتی تھی۔

قرآن مجید تین راتوں میں ختم کرتے تھے رات کے ایک حصہ میں درود و سلام کا ورد کرتے تھے۔ محبت رسول کا یہ عالم تھا کہ ستون حنانہ کو اپنے گھر میں بطور تبرک رکھ لیا تھا اور جب تک دیمک نے چاٹ کر اس کو راکھ نہ کر دیا حضرت ابیؓ نے اس کو مکان سے علیحدہ نہ کیا۔

بدعات سے اس قدر اجتناب تھا کہ جو باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقدس عہد میں نہ ہوئیں تھیں، ان کا ارتکاب نہایت قبیح سمجھتے تھے حضرت عمرؓ اپنے خلافت کے زمانہ میں مسجد نبوی میں آئے تراویح کا وقت تھا لوگ الگ الگ نماز پڑھ رہے تھے حضرت عمر نے چاہا کہ اس کو باجماعت کر دیں، حضرت ابیؓ سے کہا آپ کو امام بناتا ہوں آپ تراویح پڑھایا کریں، حضرت ابیؓ نے کہا جو بات پہلے نہیں کی ہے اس کو کیسے کر سکتا ہوں؟ حضرت عمرؓ نے کہا میں یہ جانتا ہوں۔ لیکن یہ کوئی بری بات

نہیں ہے۔

ان کا قلب مز کی صغائر کی خفیف سی گرد کا بھی متحمل نہ تھا رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم لوگ بیمار ہوتے ہیں یا اور تکلیفیں اٹھاتے ہیں اس میں کچھ ثواب ہے؟ آپ نے فرمایا گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے حضرت ابیؓ موجود تھے پوچھا چھوٹی چھوٹی تکلیفیں بھی گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہیں۔ حضور نے فرمایا ایک کانٹا تک کفارہ ہے۔ حضرت ابیؓ کا جوش ایمان اب اندازہ سے باہر تھا۔ عذاب و ثواب کا تصور آتش زیر پا بنا چکا تھا۔ خدا کی قہاریت و جباریت کی تصویر آنکھوں میں پھر رہی تھی۔ اس بے اختیاری کے عالم میں زبان سے نکلا کاش مجھے ہمیشہ تپ چڑھی رہتی لیکن حج، عمرۂ جہاد اور نماز با جماعت ادا کرنے کے قابل رہتا، دعا قلب صمیم سے نکلی تھی حریم اجابت تک پہنچی، حرارت کی ایک خفیف مقدار رگ و پے میں سرایت کر گئی۔ چنانچہ جب جسد اطہر پر ہاتھ رکھا جاتا تھا، حرارت معلوم ہوتی تھی۔

حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ

نام و نسب اور ابتدائی حالات:

زید نام، ابو طلحہ کنیت، خاندان نجار کی شاخ عمرو بن مالک سے ہیں، جن کے افراد شہر یثرب میں معزز حیثیت رکھتے تھے نسب نامہ یہ ہے زید بن سہل ابن اسود بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن مالک بن النجار والدہ کا نام عبادہ ہے اور وہ مالک بن عدی بن زید بن مناۃ کی بیٹی تھیں جو حضرت ابو طلحہؓ کے جدی رشتے میں تھے قبیلہ عمرو بن مالک مسجد نبوی سے غربی جانب باب الرحمہ کی طرف سکونت پذیر تھا اور حضرت ابو طلحہؓ اپنے زمانہ میں اس قبیلہ کے رئیس تھے۔

قبل از اسلام ابو طلحہؓ عام اہل عرب کی طرح بت پرست تھے اور بڑے اہتمام سے شراب پیتے تھے اور اس کے لیے ان کے یاروں کی ایک مجلس تھی۔

اسلام:

ابھی زمانہ شباب کا آغاز تھا بہ مشکل بیس سال کی عمر ہو گی کہ آفتاب نبوت طلوع ہوا حضرت ابو طلحہؓ نے ام سلیم (حضرت انس کی والدہ ماجدہ) کو نکاح کا پیغام دیا اور انہوں نے اسلام کی شرط کے ساتھ نکاح کو وابستہ کر دیا جس کا آخری اثر یہ مرتب ہوا کہ ابو طلحہ دین حنیف قبول کرنے پر آمادہ ہو گئے یہ وہ وقت تھا جب مصعب بن عمیرؓ اسلام کے پر جوش شیدائی شہر یثرب میں دین اسلام کی تبلیغ کر رہے تھے مدینہ

کا جو مختصر قافلہ بیعت کے لیے روانہ ہوا تھا اس میں حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے

اس بیعت میں حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو یہ شرف مزید حاصل ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو انصار کا نقیب تجویز فرمایا۔

مواخاۃ:

بیعت کے چند مہینے کے بعد خود حامل وحی نے مدینہ کا ارادہ فرمایا اور یہاں پر مہاجرین وانصار میں اسلامی برادری قائم کی، مہاجرین میں سے حضرت ابو طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کا جس کو بھائی بنایا گیا وہ حضرت ابو عبیدہ بن جراح قرشی تھے، جن کو ایمان کی پختگی کی بدولت دربار رسالت سے امین الا مہ کا خطاب عطا ہوا تھا، اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو جنت کی بشارت دی تھی

غزوات:

غزوہ بدر اسلام کی تاریخ میں پہلا غزوہ ہے حضرت ابو طلحہ نے اس میں کافی حصہ لیا تھا بدر کے بعد غزوہ احد واقع ہوا وہ حضرت ابو طلحہ کی جانبازی کی خاص یادگار ہے۔ معرکہ اس شدت کا تھا کہ بڑے بڑے بہادروں کے قدم اکھڑ گئے تھے لیکن حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے ڈھال کی طرح سینہ تانے کھڑے تھے کہ آپ کی طرف جو تیر آئے اس کا آماجگاہ خود بنیں، اور نہایت جوش میں یہ شعر پڑھ رہے تھے:

ووجهي بوجهك الوقاء نفسي لنفسك الفداء

میری جان آپ پر قربان !اور میرہ چہرہ آپ کے چہرہ کی ڈھال ہو۔

اور تیر دان میں سے تیر نکال کر ایسا جوڑ کر مارتے کہ مشرکوں کے جسم میں پیوست ہو جاتا۔ جب حضور ﷺ یہ تماشا دیکھنے کے لیے سر اٹھاتے تو حضرت ابو طلحہؓ حفاظت کے لیے سامنے آجاتے اور کہتے نحری دون نحرك آپ کے گلے سے پہلے میرا گلہ۔ حضور ﷺ اس جان نثاری اور سر وفروشی سے خوش ہو کر فرماتے فوج میں ابو طلحہ کی آواز سو آدمیوں سے بہتر ہے۔

حضرت ابو طلحہؓ نے احد میں نہایت پامردی سے مشرکین کا مقابلہ کیا وہ بڑے تیر انداز تھے اس دن میں دو تین کمانیں ان کے ہاتھ سے ٹوٹیں اس وقت ان کے سامنے دو قسم کے خطرے تھے ایک مسلمانوں کی شکست کا خیال، دوسرے رسول اللہ کی حفاظت کا مسئلہ، رسول اللہ کی حفاظت کی کہ جس ہاتھ سے بچاؤ کرتے تھے وہ شل ہو گیا تھا، مگر انہوں نے اف تک نہ کی۔

غزوہ خیبر میں حضرت ابو طلحہؓ کا اونٹ حضور ﷺ کے اونٹ کے بالکل برابر تھا اس غزوہ میں بھی وہ اس حیثیت سے نمایاں ہیں کہ جب حضور ﷺ نے گدھے کے گوشت کی ممانعت کرنا چاہی تو منادی کرنے کے لیے ان کو ہی مخصوص فرمایا

غزوہ حنین میں حضرت ابو طلحہ نے شجاعت کے خوب جوہر دکھائے ۲۰ - ۲۱ کافروں کو قتل کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا جو شخص جس آدمی کو مارے اس کے سارے اسباب کا مالک سمجھا جائے گا۔ چنانچہ حضرت ابو طلحہؓ نے اکیس آدمیوں کا سامان حصہ حاصل کیا تھا۔

حضور ﷺ کے غزوات میں یہ اخیر غزوہ تھا اور ۸ ہجری میں واقع ہوا تھا۔

عام حالات:

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے وقت حضرت ابو طلحہؓ اپنے مکان میں تھے ادھر سے مسجد نبوی میں صحابہ میں گفتگو ہوئی کہ حضور ﷺ کی قبر کون تیار کرے مدینہ میں بغلی اور مکہ میں صندوقی قبروں کا رواج تھا۔ لیکن حضور ﷺ بغلی قبر پسند فرماتے تھے۔ مسلمانوں میں دو شخص قبریں کھودتے تھے، مہاجرین میں ابو عبیدہؓ اور انصار میں حضرت ابو طلحہؓ۔ حضرت ابو عبیدہؓ صندوقی اور حضرت ابو طلحہؓ بغلی قبر بناتے تھے۔ اس لیے دونوں کے پاس آدمی بھیجا گیا۔ اور یہ رائے قرار پائی کہ جو پیشتر پہنچے اس شرف کو حاصل کرے اور چونکہ حضور ﷺ کی مرضی بغلی کی تھی اس لیے بہت سے مسلمان دست بدعا تھے کہ مہاجری کے آنے میں دیر ہو اور ابو طلحہؓ جلد آجائیں، یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ حضرت ابو طلحہؓ پہنچ گئے اور اپنے ہاتھ سے بغلی قبر کھودی۔

رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد بہت سے صحابہ نے مدینہ کی سکونت ترک کر دی تھی اور شام چلے گئے تھے، حضرت ابو طلحہؓ بھی ان ہی غم زدوں میں داخل تھے لیکن جب زیادہ پریشانی بڑھتی تو آستانہ نبوت کا رخ کرتے اور مہینوں کا سفر طے کر کے رسول اللہ ﷺ کے مزار پر حاضر ہوتے اور تسلی کا سرمایہ حاصل کرتے۔

حضرت ابو بکر کا عہد خلافت حضرت ابو طلحہ نے شام میں گزارا۔ حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کا بیشتر حصہ بھی وہیں بسر ہوا البتہ حضرت فاروق کی وفات کے قریب وہ مدینہ میں تشریف فرما تھے، حضرت فاروق اعظم کو ان کی ذات پر جو اعتماد اور ان کی منزلت کا جو خیال تھا وہ اس سے ظاہر ہے کہ جب انہوں نے چھ

آدمیوں کو خلافت کے لیے نامزد فرمایا تو حضرت ابو طلحہؓ کو بلا کر کہا کہ آپ لوگوں کے سبب سے خدا نے اسلام کو عزت دی انصار کے ۵۰ آدمی لے کر ان لوگوں پر متعین رہیے اگر چار آدمی ایک طرف ہوں اور دو مخالفت کریں تو دو کی گردن مار دیجیے اور اگر پلہ برابر ہو تو اس فریق کو قتل کیجیے جس میں عبدالرحمن بن عوفؓ نہ ہوں اور اگر تین دن گزر جائیں اور کوئی فیصلہ نہ ہو تو سب کے سر اڑا دیجیے۔

غرض مسور بن مخرمہ کے گھر میں ان چھ آدمیوں کی مجلس شوری قائم ہوئی اور حضرت ابو طلحہؓ دروازہ پر حفاظت کے لیے کھڑے ہوئے بنو ہاشم شروع سے اس مشورہ کے خلاف تھے وہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کو چاہتے تھے اس لیے حضرت عباسؓ نے حضرت علی کرم اللہ وجہ سے آہستہ سے کہا کہ آپ اپنا معاملہ ان لوگوں کے ہاتھ میں نہ دیجیئے اپنا خود فیصلہ کیجئے حضرت علیؓ نے اس کا کچھ جواب دیا، حضرت ابو طلحہ پاس کھڑے یہ باتیں سن رہے تھے حضرت علیؓ کی نظر ان پر پڑی تو کچھ خیال پیدا ہوا حضرت ابو طلحہؓ نے کہا لم ترع ابا الحسن ! اے ابو الحسن خوف نہ کیجیے۔

اسی طرح ایک دن جلسہ کے وقت عمرو بن العاصؓ اور مغیرہ بن شعبہؓ بھی پہنچے اور دروازہ پر بیٹھ گئے، حضرت ابو طلحہؓ نے کچھ نہ کہا، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ جھلا آدمی تھے ان سے نہ رہا گیا، کنکری مار کر بولے یہ لوگ اس لیے آئے ہیں کہ مدینہ میں مشہور کریں گے کہ ہم بھی اصحاب شوری میں تھے کنکری مارنے پر عمروؓ اور مغیرہؓ بھی برہم ہوئے اور بات بڑھنے لگی حضرت ابو طلحہؓ نے کہا مجھے خوف ہے کہ آپ لوگ ان جھگڑوں میں الجھ کر اصل مسئلہ کو چھوڑ بیٹھیں ! اس ذات کی قسم

جس نے عمرؓ کو وفات دی میں تین دن سے زیادہ کبھی مہلت نہ دوں گا، پھر گھر میں بیٹھ کر تماشا دیکھوں گا کہ آپ لوگ کیا کرتے ہیں؟

اس کے بعد حضرت ابو طلحہؓ کے خانگی حالات میں دو چیزیں بہت نمایاں ہیں نکاح اور اولاد ان کا نکاح حضرت ام سلیمؓ سے ہوا تھا اس کا واقعہ یہ ہے کہ مالک بن نضر حضرت انسؓ کے والد) ہجرت سے قبل اپنی بیوی ام سلیم سے ان کے اسلام قبول کرنے پر ناراض ہو کر شام چلے گئے تھے وہاں انہوں نے انتقال کیا، حضرت ابو طلحہؓ نے ام سلیمؓ کو پیام دیا انہوں نے کہا کہ میں تمہارا پیام رد نہیں کرتی، لیکن تم کافر ہو اور میں مسلمان، میرا نکاح تمہارے ساتھ جائز نہیں، اگر تم اسلام قبول کر لو تو مجھے نکاح میں عذر نہ ہو گا اور وہی میرا مہر ہو گا۔ حضرت ابو طلحہؓ مسلمان ہو گئے اور اسلام مہر قرار پایا ثابت کہتے ہیں کہ میں نے کسی عورت کا مہر ام سلیمؓ سے افضل نہیں سنا۔

حضرت ام سلیمؓ سے حضرت ابو طلحہؓ کی کئی اولادیں ہوئیں لیکن سوائے عبداللہ کے کوئی زندہ نہ رہا حضرت ابو طلحہؓ کے ایک بیٹے کا نام ابو عمیر تھا۔ اس نے بچپن میں ایک لال پالا تھا۔ اتفاق سے لال مر گیا' اس کو نہایت غم ہوا رسول اللہ ﷺ ان کے گھر آئے تو اسکو غمگین پا کر لوگوں سے پوچھا آج یہ سست کیوں ہے؟ لوگوں نے واقعہ بیان کیا۔ حضور ﷺ نے اس کو ہنسانے کے لیے فرمایا! یاابا عمیر مافعل النغیر یعنی اے عمیر لال کہاں گیا؟

(یہ ایک چڑیا جیسے پرندے کا نام ہے۔)

ایک اور لڑکا تھا جو کچھ دنوں بیمار رہ کر مر گیا، اس کی وفات کا واقعہ نہایت پر اثر ہے

ایک دن اس کی بیماری کے زمانہ میں حضرت ابو طلحہؓ مسجد نبوی آ گئے اور ادھر وہ فوت ہو گیا۔ ام سلیمؓ نے اس کو دفن کر دیا اور گھر والوں کو تاکید کی کہ ابو طلحہؓ سے اس واقعہ کا ذکر نہ کرنا ابو طلحہ مسجد سے آئے تو کچھ صحابہ ساتھ تھے پوچھا لڑکا کیسا ہے؟ ام سلیمؓ نے کہا پہلے سے اچھا ہے۔ ابو طلحہؓ صحابہ سے باتیں کرتے رہے کہ کھانا آیا سب نے کھایا جب صحابہ چلے گئے تو ابو طلحہ اندر آئے اور رات کو میاں بیوی نے ایک بستر پر آرام کیا، اخیر رات میں ام سلیمؓ نے لڑکے کی وفات کا ذکر کیا اور کہا کہ خدا کی امانت تھی اس نے لے لی اس میں کسی کا کیا اجارہ ہے ابو طلحہ نے انا اللہ پڑھا اور صبر کیا۔ اس لڑکے کے بعد عبداللہ پیدا ہوئے اور حضور ﷺ نے ان کو گھٹی دی یہ اپنے زمانہ میں تمام لوگوں پر فضیلت رکھتے تھے۔ ان ہی سے حضرت ابو طلحہؓ کی نسل چلی ان کے دو بیٹے تھے اسحاق اور عبداللہ ۔ اور اسحاق کے صاحبزادے یحییٰ تھے اور یہ سب اپنے عہد میں مرجع انام اور علم حدیث کے امام تھے۔

حلیہ:

حضرت ابو طلحہؓ کا حلیہ یہ تھا رنگ گندم گوں، قد متوسط سر اور داڑھی سفید خضاب نہیں کرتے تھے چہرہ نورانی۔

وفات:

عمر ۷۰ سال کی ہوئی تو پیغام اجل آیا، حضرت ابو طلحہؓ کی وفات کا قصہ بھی عجیب ہے ایک دن سورہ برات کی تلاوت فرمارہے تھے۔ جب اس آیت (انفرو

اخفافا وثقالا) پر پہنچے تو ولولہ جہاد تازہ ہوا گھر والوں سے کہا کہ خدا نے بوڑھے اور جوان سب پر جہاد فرض کیا ہے میں جہاد کو جانا چاہتا ہوں سفر کا انتظام کر دو۔ (دو مرتبہ کہا) بڑھاپے کے علاوہ روزے رکھتے تھے نہایت نحیف اور لاغر ہو گئے تھے گھر والوں نے کہا خدا آپ پر رحم کرے! عہد نبوی کے کل غزوات میں شریک ہو چکے ابو بکرؓ و عمرؓ کے زمانہ خلافت میں برابر جہاد کیا اب بھی جہاد کی حرص باقی ہے آپ گھر میں بیٹھیے، ہم لوگ آپ کی طرف سے غزوہ میں جائیں گئے حضرت ابو طلحہؓ بھلا کب رک سکتے تھے شہادت کا شوق ان کو اپنی طرف کھینچ رہا تھا بولے جو میں کہتا ہوں اس کی تعمیل کرو، گھر والوں نے چار و ناچار سامان سفر درست کیا اور یہ ستر برس کا بوڑھا مجاہد خدا کا نام لے کر چل پڑا، غزوہ بحری تھا اور اسلامی بیڑا روانہ ہونے والا تھا۔ حضرت ابو طلحہؓ جہاز پر سوار ہوئے اور غزوہ کے منتظر تھے کہ ساعت مقررہ آ پہنچی اور ان کی روح عالم قدس کو پرواز کر گئی

بحری سفر تھا، زمین کہیں نظر نہ آتی تھی ہوا کے جھونکے جہاز کو غیر معلوم سمت میں لیے جا رہے تھے اس مجاہد فی سبیل اللہ کی لاش غربت کی حالت میں جہاز کے تختہ پر بے گور و کفن پڑی رہی، آخر ساتویں روز جہاز خشکی پر پہنچا اس وقت لوگوں نے لاش کو ایک جزیرہ میں اتر کر دفن کیا۔ لاش بعینہ صحیح و سالم تھی۔

سنہ وفات میں اختلاف ہے، بعض کے نزدیک ۳۱ھ اور بعض کے قول کے مطابق ۳۲ھ سال وفات ہے لیکن اس میں زیادہ صحیح روایت حضرت انسؓ کی ہے اس کی رو سے ۵۱ھ میں حضرت ابو طلحہؓ نے انتقال فرمایا۔

فضل وکمال:

فضل وکمال میں حضرت ابو طلحہؓ کو خاص رتبہ حاصل ہے علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو بڑے پایہ کے محدث تھے، اصابہ میں حضرت ابو طلحہؓ کے فضل و کمال کی طرف اس طرح اشارہ کیاہے کہ وہ فضلائے صحابہ میں تھے۔

روایت میں نہایت احتیاط کرتے تھےان کی احادیث مرویہ میں مسائل یا غزوات کا ذکر ہے فضائل اعمال کا بیان نہیں باوجود یہ کہ وہ مدت دراز تک رسول اللہ ﷺ کے شرف صحبت سے ممتاز رہے اور رسول اللہ ﷺ کے بعد بھی ایک عرصہ تک زندہ رہے لیکن روایتوں کی مجموعی تعداد ۹۲ سے زیادہ نہ ہوسکی اس کا اصلی باعث حدیث میں احتیاط تھی۔

حسب ذیل روایات ان کے علمی پایہ کو نمایاں کرتی ہیں

حدیث شریف میں وارد ہے لا تدخل الملئکة بیتاً فیه صورة یعنی جس گھر میں تصویر ہو وہاں فرشتے نہیں آتے

حضرت ابو طلحہؓ کی بیماری میں عقیدت مندوں کاایک گروہ عیادت کو آیاتو دیکھا کہ دروازہ پرایک پردہ پڑاہے جس میں تصویر بنی ہوئی ہے آپس میں گفتگو شروع ہوئی، زید بن خالد بولے کل تو تصویر کی ممانعت پر حدیث بیان کی تھی، عبید اللہ خولانی سے کہاہاں لیکن یہ بھی تو کہاتھاکہ کپڑے پر جو تصویر ہو وہ اس میں داخل نہیں ہے

ایک دن حضرت ابو طلحہؓ کھانانوش فرمارہے تھے دستر خوان پر حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت انس نے کہاشاید گوشت کھانے کی وجہ سے وضو کا خیال پیدا ہواہے؟ حضرت انس نے کہاجی ہاں اس پر فرمایاکہ تم طیبات کھاکر وضو کی ضرورت سمجھتے

ہو حالانکہ خود رسول اللہ ﷺ وضو کی حاجت نہیں سمجھتے تھے۔

ایک دن حضرت ابو طلحہؓ نے نفلی روزہ رکھا تھا اتفاق سے اسی دن برف پڑی وہ اٹھے اور اولے چن کر کھانے لگے۔ لوگوں نے کہا روزے میں آپ اولے کھا رہے ہیں، انہوں نے جواب دیا کہ یہ برکت ہے، جس کا حاصل کرنا ضروری ہے۔

حضرت ابو طلحہؓ کو شعر و سخن کا بھی ذوق تھا، میدان جنگ میں آپ نے ان کو رجز پڑھتے سنا ہو گا، یہ شعر انہی کا ہے:

انا ابو طلحة واسمى زيد وكل يوم في سلاحي صيد

اخلاق:

حضرت ابو طلحہؓ کا سب سے بڑا اخلاقی جوہر حب رسول ہے، ایسی حالت میں کہ تمام مسلمان جنگ کی شدت سے مجبور ہو کر میدان میں منتشر ہو گئے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس معدودے چند صحابہ باقی رہ گئے تھے حضرت ابو طلحہؓ کا اپنے کو رسول اللہ ﷺ پر قربان کرنے کے لیے بڑھنا اور آپ کے سامنے کھڑے ہو کر کفار کے وار سہنا حامل نبوت پر جو تیر آئے ان کو اپنے سینے پر روکنا اور آخر اسی حالت میں اپنا ہاتھ بیکار کر دینا حب رسول کا وہ لازوال نشان ہے جو ابد تک نہیں مٹ سکتا۔

اس محبت کا اثر تھا کہ حضرت ابو طلحہؓ کو حضور ﷺ سے خاص خصوصیت تھی وہ عموماً تمام معرکوں میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہتے تھے اور ان کا اونٹ رسول اللہ ﷺ کے اونٹ کے برابر چلتا تھا۔ غروہ خیبر سے واپسی کے وقت حضرت صفیہ رضی اللہ عنھا حضور ﷺ کے اونٹ پر سوار تھیں مدینہ کے قریب پہنچ کر

ناقہ ٹھوکر لے کر گری اور رسول اللہ اور صفیہ زمین پر آ رہے حضرت ابو طلحہؓ سواری سے فوراً کود پڑے اور رسول اللہ کے پاس پہنچ کر پوچھا یا رسول اللہ جعلني الله فداك چوٹ تو نہیں آئی؟ حضور نے فرمایا نہیں عورت کی خبر لو حضرت ابو طلحہؓ منہ پر رومال ڈال کر حضرت صفیہ کے پاس پہنچے اور ان کا کجاوہ درست کر کے اونٹ بٹھایا۔

اسی طرح ایک مرتبہ مدینہ میں دشمنوں کا کچھ خوف معلوم ہوا رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو طلحہؓ کا گھوڑا جس کا نام مندوب تھا مستعار لیا اور سوار ہو کر جس طرف اندیشہ تھا روانہ ہوئے حضرت ابو طلحہؓ پیچھے پیچھے چلے، لیکن ابھی پہنچنے نہ پائے تھے کہ حضور ﷺ تشریف لائے راستے میں ملاقات ہوئی فرمایا وہاں کچھ نہیں اور تمہارا گھوڑا تیز رفتار ہے۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو جو حضور ﷺ سے محبت تھی اس کا اثر چھوٹی چھوٹی چیز میں بھی ظاہر ہوتا تھا۔ جب ان کے گھر میں کوئی چیز آتی تو خود رسول اللہ ﷺ کے حضور میں بھیج دیتے تھے ایک مرتبہ حضرت انسؓ ایک خرگوش پکڑ لائے حضرت ابو طلحہؓ نے اس کو ذبح کیا اور ایک ران حضور ﷺ کی خدمت میں بھیج دی۔ آپ نے یہ حقیر لیکن پر خلوص ھدیہ قبول فرمایا اسی طرح ام سلیم نے ایک طباق میں خرمے بھیجے۔ حضور نے قبول فرما کر ازواج مطہرات اور صحابہ میں تقسیم کیے رسول اللہ ﷺ بھی اس محبت کی نہایت قدر کرتے تھے چنانچہ جب آپ حج کے لیے تشریف لے گئے اور منی میں حلق کرایا تو سر مبارک کے داہنے طرف کے بال اور لوگوں میں تقسیم ہو گئے اور بائیں طرف کے کل موئے مبارک حضرت

ابو طلحہؓ کو مرحمت فرمائے حضرت ابو طلحہؓ اس قدر خوش ہوئے کہ گویا دونوں جہان کا خزانہ ہاتھ آ گیا۔

اسی طرح جب عبد اللہ بن ابی طلحہ پیدا ہوئے تو حضرت ابو طلحہؓ نے ان کو حضور ﷺ کی خدمت بھیجا۔ آپ نے کچھ چھوہارے چبا کر اس لڑکے کو گھٹی دی۔ لڑکے نے مزے سے اس آب حیات کی گھٹی لی اور چھوہارے کو مسوڑھے سے دابنے لگا۔ حضور نے فرمایا؟ دیکھو انصار کو چھوہاروں سے فطری محبت ہے۔ اس لڑکے کا نام حضور ﷺ نے عبد اللہ رکھا۔ رسول اللہ ﷺ کے لعاب مبارک کا یہ اثر تھا کہ حضرت عبد اللہ تمام نوجوانان انصار پر فوقیت رکھتے تھے۔

جوش ایمان کا یہ عالم تھا کہ شراب حرام ہونے سے قبل ایک روز فضیح جو چھوہارے کی بنتی ہے پی رہے تھے کہ اسی حالت میں ایک شخص نے آکر خبر دی کہ شراب حرام ہو گئی یہ سن کر حضرت انسؓ سے کہا کہ تم اس گھڑے کو توڑ دو انہوں نے توڑ دیا جب یہ آیت نازل ہوئی:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتَّى تُنْفِقُوا مِمَّا تُحِبُّونَ)(آل عمران ۸۱)جب تک اس میں سے خرچ نہ کرو جو تم کو محبوب ہے نیکی نہیں پا سکتے۔

تو امرائے انصار میں سے جس کے پاس جو قیمتی چیزیں تھیں حضور ﷺ کے حضور میں پیش کیں، حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی خدمت میں آئے اور بیر حا کو خدا کی راہ میں وقف کیا۔

بیر حا ان کی قیمتی جائیداد تھی، اس میں ایک کنواں تھا، اس کا پانی نہایت شیریں اور خوشبو دار تھا اور حضور ﷺ بہت شوق سے اس کو پیتے تھے یہ اراضی حضرت

ابو طلحہؓ کے محلہ میں اور مسجد نبوی کے سامنے واقع تھی، (بعد میں اس مقام پر قصر بنی عدیلہ بنایا تھا) حضرت ابو طلحہؓ کے اس وقف سے حضور ﷺ نہایت محظوظ ہوئے اور فرمایا بخ بخ ! ذالك مال رائج ذالك مال رائج اور حکم دیا کہ اپنے اعزہ میں اس کو تقسیم کردو چنانچہ حضرت ابو طلحہؓ نے اپنے بنی اعمام اور اقارب میں جن میں حسان بن ثابتؓ اور ابی بن کعبؓ تھے تقسیم کردیا۔

ایک مرتبہ ایک شخص آیا اس کے قیام کا کوئی سامان نہ تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس کو جو اپنے ہاں مہمان رکھے اس پر خدا رحم کرے گا حضرت ابو طلحہؓ نے اٹھ کر کہا میں لیے جاتا ہوں گھر میں کھانے کو نہ تھا صرف بچوں کے لیے کھانا پکا تھا، حضرت ابو طلحہؓ نے بیوی سے کہا بچوں کو سلادو اور مہمان کے پاس بیٹھ کر چراغ گل کردو۔ اس طور پر وہ کھانا کھالے گا اور ہم بھی فرضی طور پر منہ چلاتے رہیں گے غرض اس طرح اس کو کھلا کر تمام گھر فاقہ سے پڑا رہا۔ صبح کے وقت حضور ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے ان کی شان میں یہ آیت پڑھی جو اسی موقع پر نازل ہوئی تھیں

یوثرون علی انفسهم ولو کان بهم خصاصه

اور حضرت ابو طلحہؓ سے کہا رات تمہارے کام سے خدا کو بہت تعجب ہوا حضرت ابو طلحہؓ کا ایک خاص وصف خلوص تھا، وہ شہرت پسندی، ریا اور نمود و نمائش سے دور رہتے تھے بیر حا کو وقف کرتے وقت رسول اللہ ﷺ سے قسم دے کر کہا کہ یہ بات اگر چھپ سکتی تو کبھی میں ظاہر نہ کرتا۔

انہوں نے رسول اللہ کے بعد ۴۰ سال زندگی پائی یہ تمام عمر روزوں میں بسر کی عید اور بقر عید کے سوا ۳۶۵ دنوں میں کوئی دن ایسا نہ تھا (بجز بیماری کے ایام کے) جس

میں وہ صائم نہ رہے ہوں۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ

نام و نسب اور ابتدائی حالات:

عویمر نام ابو درداء کنیت قبیلہ خزرج کے خاندان عدی بن کعب سے ہیں۔ نسب نامہ یہ ہے عویمر بن زید بن قیس بن امیہ بن مالک بن عامر بن عدی بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج اکبر۔ والدہ کا نام محبہ تھا۔ جو ثعلبہ بن کعب کے سلسلہ سے وابستہ تھیں۔

بعثت نبوی کے زمانہ میں تجارت کسب معاش کا ذریعہ تھا لیکن جب یہ شغل عبادت میں خلل انداز ہوا تو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہا اور رازق کون و مکان کے سفرۂ عام پر آ بیٹھے بعد میں تجارت سے ایسے دل برداشتہ ہوئے کہ فرماتے تھے کہ مجھے اب ایسی دوکان بھی پسند نہیں جس میں ۴۰ دینار یومیہ نفع ہو جس کو روزانہ صدقہ کرتا رہوں، اور نماز بھی قضا نہ ہوتی ہو لوگوں نے کہا اس کا سبب؟ فرمایا قیامت کے حساب کا خوف ہے۔

اسلام:

یہ عجیب بات ہے کہ حضرت ابو درداءؓ بایں ہمہ کمال عقل دوسرے اکابر انصار کے ایک سال بعد ۲ ہجری میں مشرف باسلام ہوئے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا اسلام تقلیدی نہ تھا اجتہادی تھا، ممکن ہے کہ یہ ایک سال مزید غور و فکر اور کاوش و تحقیق میں صرف ہوا ہو۔

لیکن قبول اسلام میں یہ ایک سالہ تاخیر تمام عمران کے لیے تکلیف دہ رہی، فرمایا کرتے تھے ایک گھڑی کی خواہش نفس، دیرپا غم پیدا کرتی ہے۔

غزوات اور عام حالات:

غزوہ بدر میں وہ مسلمان نہ تھے اس لیے اس میں شریک نہ تھے۔ غزوہ احد حالت ایمان میں پیش آیا اس میں نہایت سرگرمی سے حصہ لیا، گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں آئے حضور ﷺ نے ان کی شجاعت و بسالت کو دیکھ کر فرمایا نعم الفارس عویمر ! یعنی عویمر کس قدر اچھے سوار ہیں۔

احد کے علاوہ دیگر غزوات اور مشاہد میں حضور ﷺ کے ساتھ شرکت کی حضرت سلمان فارسیؓ نے اسلام قبول کیا تو حضور ﷺ نے ان کو ابو درداءؓ کا اسلامی بھائی تجویز فرمایا

☆ حضور ﷺ کی وفات کے بعد حضرت ابو درداءؓ نے مدینہ کی سکونت ترک کر دی۔ کہ یہاں ہر وقت آپ کی یاد تازہ رہتی تھی، نیز ملک بملک علم اسلام کی اشاعت وارثان نبوت کا فرض تھا۔ حضور ﷺ سے انہوں نے یہ بھی سنا تھا کہ فتنہ کی آندھی میں ایمان کا چراغ شام میں محفوظ رہے گا۔ اس بنا پر شام کے دارالحکومت دمشق کی سکونت اختیار کی۔

ان کے ترک وطن کے سلسلہ میں یہ واقعہ لائق ذکر ہے کہ سفر کی تیاری کے بعد انہوں نے حضرت عمرؓ سے ترک وطن کی اجازت چاہی، انہوں نے کہا اجازت تو نہیں دیتا؟ ہاں اگر حکومت کی کوئی خدمت قبول کیجیے تو منظور کر سکتا ہوں، حضرت ابو درداءؓ نے کہا میں حاکم بننا ناپسند کرتا ہوں، حضرت عمرؓ نے فرمایا پھر اجازت کی

امید فضول ہے حضرت ابو درداءؓ نے درخواست کی کہ حکومت کی بجائے لوگوں کو قرآن و حدیث سکھاؤں گا اور نماز پڑھاؤں گا فرمایا یہ البتہ قبول ہے چنانچہ اس ادائے فرض کی نیت سے شام کا سفر اختیار کیا۔

دمشق میں ان کا وقت زیادہ تر درس و تدریس، احکام شریعت کی تلقین اور عبادت و ریاضت میں گزرتا تھا، شام کے متوطن صحابہ کرام میں اکثر ایسے تھے جن کی زاہدانہ اور سادہ زندگی پر شام کی خصوصیات و تکلفات کا رنگ و روغن چڑھ گیا تھا۔ لیکن حضرت ابو درداءؓ برابر اپنی اصلی بے تکلفی و سادگی پر قائم رہے حضرت عمرؓ نے شام کا سفر کیا اور یزید بن ابی سفیان، عمرو بن عاصؓ اور ابو موسیٰ کے مکانوں پر جا کر ملاقات کی تو سب کے شاہانہ ٹھاٹھ دیکھے حضرت ابو درداءؓ کے گھر پہنچے تو خدم و حشم نقیب و چاؤش، تزک و احتشام زینت و آرائش ایک طرف مکان میں چراغ تک نہ تھا۔

کشور دین وملت کا تاجدار تاریک مکان میں ایک کمبل اوڑھے پڑا تھا، حضرت عمرؓ نے یہ حالت دیکھی تو آنکھوں میں پانی آگیا، پوچھا اس قدر عسرت سے زندگی گزارنے کا سبب کیا ہے؟ حضرت ابو درداءؓ نے فرمایا رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ دنیا میں ہم کو اتنا ساز و سامان رکھنا چاہیے جتنا ایک مسافر کے لیے درکار ہے۔ آہ حضور ﷺ کے بعد ہم لوگ کیا سے کیا ہو گئے اس پر اثر فقرہ کا یہ اثر ہوا کہ دونوں بزرگوں نے روتے روتے صبح کر دی۔

حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں تمام اکابر صحابہ کے نقد وظائف مقرر کر دیئے تھے مجاہدین بدر کی سب سے بڑی تنخواہ تھی۔ حضرت ابو درداءؓ مجاہدین بدر میں

داخل نہ تھے لیکن حضرت عمرؓ نے ان کا وظیفہ بدریوں کے برابر مقرر کیا۔
حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عثمانؓ کی منظوری سے ان کو دمشق کا قاضی مقرر کیا، کبھی کبھی جب حضرت امیر معاویہؓ کو باہر جانے کی ضرورت پڑتی تو وہ ان کو اپنا قائم مقام بنا جاتے، دمشق میں قضا کا یہ پہلا عہدہ تھا۔
بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ واقعہ عہد فاروقی کا ہے لیکن یہ صحیح نہیں، حافظ ابن عبدالبر نے پہلی روایت کو ترجیح دی ہے۔

اہل وعیال:

حضرت ابو درداءؓ کے ابواب فضائل میں یہ باب بھی قابل لحاظ ہے کہ ان کے حبالہ نکاح میں دو بیویاں آئیں اور دونوں فضل و کمال میں ممتاز تھیں، پہلی کا نام ام درداء کبری خیرۃ بنت ابی حدردا سلمی ہے اور دوسری کا نام ام درداء صغری ہجیمہ بنت حی و صابیہ تھا۔
ام درداء کبری مشہور صحابیہ اور بڑی عقل مند اور عبادت گزار بی بی تھیں ان سے حدیث کی کتابوں میں بہت سی روایتیں مروی ہیں۔
ام درداء صغری صحابیہ نہ تھیں، شوہر کے بعد بہت دنوں تک زندہ رہیں، امیر معاویہؓ نے نکاح ثانی کا پیغام دیا تھا، لیکن قبول نہ کیا، اولاد کے نام حسب ذیل ہیں بلال، یزید، درداء، نسیبہ۔
بلال ابو محمد دمشقی، یزید اور خلفائے مابعد کے عہد میں دمشق کے قاضی تھے عبد الملک نے اپنے زمانہ میں معزول کیا ۹۲ھ میں وفات پائی۔ام درداء صفوان بن

عبداللہ بن صفوان بن امیہ بن خلف قرشی سے منسوب تھیں، جو معزز تابعی اور مکہ کے ایک جلیل القدر خاندان کی یادگار تھے۔

حلیہ:

حلیہ یہ تھا، جسم خوبصورت ناک اٹھی ہوئی آنکھیں شربتی، داڑھی اور سر میں خضاب لگاتے تھے جس کا رنگ سنہرا ہوتا تھا۔

لباس عربی تھا، قلنسوہ ایک قسم کی ٹوپی پہنتے تھے عمامہ باندھتے تو اس کا شملہ پیچھے لٹکاتے تھے۔

وفات:

پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت ابو درداءؓ مسافرانہ زندگی بسر کرتے تھے ہجرت کا بتیسواں سال تھا کہ یہ مسافر کاروان دنیا سے وطن ابدی کو سدھارا وفات کا واقعہ عجیب حسرناک تھا، حضرت ابو درداءؓ گریہ وزاری میں مصروف تھے ام درداء (بیوی کا نام ہے) نے کہا آپ صحابی ہو کر روتے ہیں؟ حضرت ابو درداء نے فرمایا کیوں نہ روؤں خدا معلوم گناہوں سے کیونکر چھٹکارا ہو اسی حالت میں بلال کو بلایا اور فرمایا دیکھو! ایک دن تم کو بھی یہ واقعہ پیش آنا ہے اس دن کے لیے کچھ کر رکھنا، موت کا وقت قریب آیا تو جزع وفزع کی کوئی انتہاء نہ تھی، ایمان کے متعلق کہا گیا ہے کہ خوف ورجاء کے درمیان ہوتا ہے، حضرت ابو درداءؓ پر خوف الٰہی کا نہایت غلبہ تھا، بیوی جو پاس بیٹھی تسکین دے رہی تھیں کہا تم موت کو محبوب رکھتے تھے پھر اس وقت متعین میں پریشانی کیوں ہے؟ فرمایا یہ سچ ہے لیکن جس وقت سے موت کا

یقین ہوا سخت پریشانی ہے یہ کہہ کر روئے، پھر فرمایا یہ میرا آخیر وقت ہے کلمہ پڑھاؤ چنانچہ لوگ کلمہ کی تلقین کرتے رہے اور حضرت ابو درداءؓ اس کو دہراتے رہے یہاں تک کہ روح مطہر نے آخری سانس لی۔

وفات سے کچھ دن پیشتر حضرت یوسف بن عبد اللہ بن سلام ان کے پاس علم حاصل کرنے کے لیے آئے تھے لیکن اس وقت حضرت ابو درداءؓ بستر مرض پر تھے۔ پوچھا کیسے آئے عرض کیا، میرے والد اور آپ میں جو ارتباط تھا اس کی وجہ سے زیارت کو حاضر ہوا، فرمایا جھوٹ بھی کیا بری شے ہے، لیکن جو شخص استغفار کرلے تو معاف ہو جاتا ہے۔

حضرت یوسف ان کی وفات تک مقیم رہے انتقال سے پہلے یوسف کو بلا کر کہا کہ لوگوں کو میری موت کی خبر کر دو اس خبر کا مشتہر ہونا تھا کہ آدمیوں کا طوفان امنڈ آیا گھر سے باہر تک آدمی ہی آدمی تھے اندر اطلاع ہوئی تو فرمایا مجھ کو باہر لے چلو باہر آکر اٹھ کے بیٹھے اور تمام مجمع کو مخاطب کر کے ایک حدیث بیان کی۔ اللہ اکبر! اشاعت حدیث کا جوش اس وقت بھی قائم تھا۔

فضل وکمال:

حضرت ابو درداءؓ کا شمار علمائے اصحاب میں ہے، صحابہ کرام ان کو نگاہ عظمت سے دیکھتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہا کرتے تھے کہ دونوں باعمل عالموں کا ذکر کرو (معاذؓ اور ابو درداءؓ) یزید بن معاویہ کا قول تھا کہ ابو درداءؓ کا علم وتفقہ بہت سے امراض (جہل) کو شفا بخشتا ہے معاذ بن جبلؓ نے وفات کے وقت وصیت کی تھی کہ ابو درداءؓ سے علم سیکھنا کیونکہ ان کے پاس علم ہے حضرت ابوذر غفاری نے ابو

درداء سے خطاب کر کے کہا تھا کہ ما حملت ورقاء ولا اظلت خضراء اعلم منك یا أبا الدرداء یعنی زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے تم سے کوئی بڑا عالم نہیں، مسروق جو بڑے جلیل القدر تابعی اور اپنے زمانہ کے امام تھے کہتے ہیں کہ میں نے تمام صحابہ کا علم چھ شخصوں میں مجتمع پایا، جس میں ایک ابو درداءؓ ہیں۔ یہی سبب ہے کہ گو حجاز میں بڑے بڑے صحابہ مسند امامت پر متمکن تھے تاہم وہاں سے بھی طالبین جوق در جوق ان کے آستانہ کا رخ کرتے تھے۔

درس کے وقت تشنگان علم کا بڑا ہجوم رہتا تھا، مکان سے نکلتے تو طلبہ کا مجمع رکاب میں ساتھ ہوتا ایک روز مسجد جارہے تھے پیچھے لوگوں کا اتنا اژدہام تھا کہ مرکب شاہی کا دھوکا ہوتا تھا،اس مجمع کا ہر فرد کسی نہ کسی مسئلہ کا سائل ہو کر آیا تھا۔

حضرت ابو درداؓ کی تعلیم کا یہ طرز تھا کہ فجر کی نماز پڑھ کر جامع مسجد میں درس کے لیے بیٹھ جاتے تھے، شاگردان کے گرد ہوتے اور مسائل پوچھتے، وہ جواب عنایت فرماتے تھے۔

درس قرآن:

حضرت ابو درداءؓ اگرچہ فقہ و حدیث میں بھی ممتاز تھے لیکن ان کا اصل سرمایہ قرآن مجید کا درس و تعلیم تھا، وہ ان لوگوں میں تھے جو خود حضور ﷺ کی زندگی میں پورے قرآن کے حافظ تھے اسی بنا پر حضرت عمرؓ نے شام میں قرآن مجید کی تعلیم و اشاعت کے لیے نامزد فرمایا، دمشق کی جامع اموی میں یہ قرآن کا درس دیتے تھے اور گویا یہ قرآن کا ایک مدرسہ اعظم بن گیا تھا، حضرت ابو درداءؓ کے ماتحت اور مدرسین بھی تھے طلبہ کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز تھی دور دور سے

لوگ آکر شریک درس ہوتے تھے۔

نماز صبح کے بعد دس دس آدمیوں کی علیحدہ علیحدہ جماعت کر دیتے تھے اور ہر جماعت ایک قاری کے زیر نگرانی ہوتی تھی، قاری قرآن پڑھاتے اور خود ٹہلتے جاتے اور پڑھنے والوں کی طرف کان لگائے رہتے تھے جب کسی طالب علم کو پورا قرآن یاد ہو جاتا تو اس کو خود اپنی شاگردی میں لے لیتے یہ مدرسین جب طلبہ کے کسی سوال کا جواب نہ دے سکتے تو وہ مرکز درس کی طرف رجوع کرتے۔

طلبہ کا درس میں اتنا ہجوم رہتا تھا کہ ایک روز شمار کرایا تو سولہ سو طالب العلم حلقہ درس میں نکلے۔

☆ دارالقراء کے ممتاز اصحاب میں ابن عامر یحصبی ام درداء صغری، خلیفہ بن سعد، راشد بن سعد، خالد بن معدان تھے ان میں سے اول الذکر بزرگ ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں اہل مسجد کے رئیس تھے ام درداءؓ حضرت ابو درداءؓ کی زوجہ قرأت میں یگانہ تھیں، قرأت کا فن اپنے شوہر سے سیکھا تھا، عطیہ بن قیس کلابی کو انہی نے قرآت سکھائی تھی، خلیفہ بن سعد کو یہ خصوصیت حاصل تھی کہ صاحب ابی الدرداءؓ کہلاتے تھے اور شام کے مشہور قاریوں میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ باقی بزرگوں کو یہ شرف حاصل تھا کہ انہوں نے خود حضرت ابو درداءؓ کو قرآن سنایا تھا اور ان کے خاص تلامذہ میں داخل تھے۔

تفسیر:

علم تفسیر کا سرمایہ جن صحابہ سے جمع ہوا اگرچہ حضرت ابو درداءؓ کا نام نامی ان میں شامل نہیں، تاہم ان سے متعدد آیتوں کی تفسیریں مروی ہیں، ان کا قول تھا لا یفقه

الرجل کل الفقه حتی یجعل للقرآن وجوھا ! یعنی انسان تاوقتیکہ قرآن میں مختلف پہلو پیدا نہ کرے فقیہ نہیں ہو سکتا۔

مشکل سے مشکل آیتوں کے مطالب خود حضور ﷺ سے دریافت فرماتے تھے ایک روز دریافت کیا یارسول اللہ! الذین امنو و کانوا یتقون لھم البشري في الحیوۃ الدنیا سے کیا مراد ہے، حضور ﷺ نے فرمایا رویائے صالحہ خواہ خود دیکھے یا کوئی دوسرا شخص اس کے متعلق دیکھے۔

خود ابو درداءؓ سے جب کسی آیت کی تفسیر کے متعلق سوال کیا جاتا تو نہایت شافی جواب دیتے تھے ایک شخص نے سوال کیا ولمن خاف مقام ربه جنتان میں زانی اور سارق بھی داخل ہیں، فرمایا کہ اپنے رب کا خوف ہوتا تو زنا اور چوری کیوں کرتا ؟ سورہ قلم میں ایک کافر کے متعلق ہے

عتل بعد ذالك زنیم ،لفظ عتل کے معنی مختلف مفسروں نے مختلف بیان کیے ہیں۔ حضرت ابو درداء نے یہ جامع معنی بیان فرمائے ہیں۔

کل رحیب الجوف وثیق الحلق اکول شروب جموع للمال منوع لھا

(بڑے پیٹ اور مضبوط حلق والا کثیر الغذاء کثیر الشراب مال جمع کرنے والا اور نہایت بخیل)

سورہ طارق میں ہے "یوم تبلی السرائر" زبان کے لحاظ سے سرائر کے معنی مطلقاً پوشیدہ شے کے ہیں، جن میں عقائد، نیات یا جوارح کے اعمال کی کوئی قید نہیں حضرت ابو درداءؓ نے موقع و محل کے لحاظ سے اس تعمیم میں کسی قدر تخصیص کر دی چنانچہ فرمایا

خدانے چار چیزوں کا بندوں کو ضامن قرار دیا ہے نماز، زکوۃ، روزہ، طہارت سرائر انہیں چیزوں کو کہتے ہیں۔

حدیث:

کلام الٰہی کی تعلیم و خدمت کے بعد صحابہ کا سب سے مقدم فرض حدیث نبوی کی نشر و اشاعت تھا، حضرت ابو درداءؓ نے اس فرض کو بھی پوری طرح انجام دیا ہے۔
ایک دفعہ انہوں نے معدان بن طلحہ سے ایک حدیث بیان کی مسجد دمشق میں حضرت ثوبانؓ جو حضور ﷺ کے آزاد کردہ غلام تھے تشریف لائے تو معدان نے توثیق مزید کی غرض سے ان سے اس حدیث کے متعلق استفسار کیا۔ حضرت ثوبانؓ نے فرمایا کہ ابو درداءؓ نے بالکل سچ کہا میں خود اس واقعہ کے وقت رسول اللہ ﷺ کے پاس موجود تھا۔ حضرت معاذؓ نے اپنی وفات کے وقت ایک حدیث بیان کی تھی اور فرمایا تھا کہ شہادت کی ضرورت ہو تو عویمر بن زید (ابو درداء) موجود ہیں ان سے دریافت کرنا، لوگ حضرت ابو درداءؓ کے پاس پہنچے انہوں نے حدیث سن کر فرمایا میرے بھائی (معاذ) نے سچ کہا ہے۔
صحابہ گھل مل کر بیٹھتے تھے آپس میں احادیث نبوی کا مذاکرہ فرماتے، حضرت ابو درداءؓ بھی ان مجلسوں میں شریک رہتے تھے کبھی کبھی خود بھی مذاکرہ کی ابتداء فرماتے تھے۔
ایک مجمع میں حضرت ابو درداءؓ بھی عبادہ بن صامت، حارث بن معاویہ کندی اور مقدام ابن معدی کرب تشریف فرما تھے حدیثوں کا ذکر آیا حضرت ابو درداءؓ نے حضرت عبادہ سے کہا کہ فلاں غزوہ میں حضور ﷺ نے خمس کے متعلق کچھ ارشاد

فرمایا تھا آپ کو یاد ہے؟ حضرت عبادہ نے پورا واقعہ بیان کیا۔

حضرت ابو درداءؓ کی پوری زندگی کلام الٰہی اور حدیث نبوی کی تعلیم واشاعت میں صرف ہوئی، جس وقت روح مطہر عالم فنا سے عالم بقا کو پرواز کر رہی تھی اس وقت بھی آپ نے اہل شہر کو جمع کر کے نماز کے متعلق آخری وصیت سنائی۔

حضرت ابو درداء نے حدیث کا اکتساب زیادہ تر خود ذات اقدس نبوی سے کیا تھا آپ کی وفات کے بعد بعض روایتیں حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عائشہؓ سے بھی سنی تھیں۔ تلامذہ اور راویان حدیث کا دائرہ مختصر تھا حاشیہ نشینان نبوت میں سے متعدد بزرگ ان کے حلقہ حدیث سے بھی مستفید ہوئے جن کے نام نامی یہ ہیں۔

حضرت انس بن مالک، فضالہ بن عبید، ابوامامہ، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن عباس، ام درداء رضوان اللہ علیہم اجمعین

تابعین میں سے اکثر اعیان واجلائے علم ان کے شرف تلمذ سے بہرہ یاب تھے۔ بعض کے نام یہ ہیں:

سعید بن مسیب، بلال بن ابو درداء، علقمہ بن قیس، ابومرہ مولی ام ہانی، ابوادریس خولانی، جبیر بن نفیر، سوید ابن غفلہ، زید بن وھب، معدان بن ابی طلحہ، ابو حبیبہ طائی، ابوالسفر ہمدانی، ابو سلمہ ابن عبدالرحمن، صفوان بن عبداللہ، کثیر بن قیس، ابو بحر عبداللہ بن قیس، کثیر بن مرہ، محمد بن سیرین، محمد بن سعد بن ابی وقاص، محمد بن کعب قرظی، ہلال بن یساف وغیر ہم۔ حضرت ابو درداء کے سلسلہ سے جو روایات احادیث میں مدون ہیں، ان کی تعداد ۱۷۹ ہے جن میں سے بخاری میں ۱۳

اور مسلم میں ۸ ہیں

فقہ:

مسائل فقہ میں بھی ان کا ایک خاص درجہ ہے لوگ دور دراز مسافت طے کر کے ان سے مسائل پوچھنے آتے تھے چنانچہ ایک بزرگ کوفہ سے دمشق صرف ایک مسئلہ دریافت کرنے آئے۔ مسئلہ یہ تھا کہ شخص مذکورہ شادی پر رضا مند نہ تھا اس کی والدہ نے جبراً شادی کر دی شادی کے بعد میاں بیوی میں محبت زیادہ بڑھ گئی اس وقت ماں نے کہا کہ اس کو طلاق دے دو اب وہ طلاق کے لیے آمادہ نہ ہوا، حضرت ابو درداءؓ نے فرمایا کہ میں کسی شق کی تعین نہیں کرتا نہ طلاق دینے کا حکم دیتا ہوں اور نہ والدہ کی نافرمانی جائز سمجھتا ہوں، تمہارا دل چاہے تو طلاق دے دو یا موجودہ حالت پر قائم رہو لیکن یہ یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ماں کو جنت کا دروازہ کہا ہے

ابو حبیبہ نے استفسار کیا کہ میرے بھائی نے چند دینار فی سبیل اللہ دیے تھے۔ اور مرتے وقت وصیت کی تھی کہ میں ان کو کسی مصرف میں صرف کر دوں۔ اب فرمایئے کہ سب سے بہتر مصرف کون سا ہے؟ حضرت ابو درداءؓ نے جواب دیا کہ میرے نزدیک مجاہدین سب سے بہتر ہیں۔

اخلاق وعادات:

حضرت ابو درداءؓ فطرۃ نہایت نیک مزاج اور صالح تھے۔ اسلام کی تعلیم نے اس طلاء کو اور خالص بنا دیا تھا، حضرت ابو ذر غفاری تمام صحابہ میں سب سے زیادہ حق

گو اور حریت مجسم تھے اور ابتداءً شام میں رہتے تھے یہاں بہت کم لوگ ان کی سخت گیری سے محفوظ تھے امیر معاویہ ؓ وغیرہ کو بر سر دربار ٹوک دیتے تھے، ابو درداء ؓ کی نسبت خود ان سے انہوں نے کہا کہ اگر آپ رسول اللہ ﷺ کا زمانہ بھی پاتے اور حضور ﷺ کے بعد اسلام لاتے تب بھی صالحین اسلام میں آپ کا شمار ہوتا ہے اس سے زیادہ حضرت ابو الدرداء ؓ کی طہارت اخلاق کا کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔

بایں ہمہ کہ وہ بساط نبوت کے ہم مجلس تھے خالق کون و مکان کے جلال و جبروت کا تخیل ان کے جسم میں رعشہ پیدا کر دیتا تھا ایک روز منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ دیا تو فرمایا کہ میں اس روز سے بہت خائف ہوں جب خدا مجھ سے پوچھے گا کہ تم نے اپنے علم کے مطابق کیا عمل کیا؟ قرآن مجید کی ہر آیت مجسم بن کر نمودار ہو گی اور مجھ سے پوچھا جائے گا کہ تم نے اوامر کی کیا پابندی کی آیہ آمرہ کہے گی کہ اس نے کچھ نہیں کیا، پھر سوال ہو گا کہ نواہی سے کہاں تک پرہیز کیا، آیہ زاجرہ بولے گی بالکل نہیں، لوگو! کیا میں اس وقت چھوٹ جاؤں گا؟

عبادات میں قیام لیل اور نماز پنجگانہ کے علاوہ تین چیزوں کے نہایت سختی سے پابند تھے ہر ماہ تین دن روزے رکھتے وتر پڑھتے اور حضر و سفر میں چاشت کی نماز ادا کرتے ان چیزوں کے متعلق حضور ﷺ نے ان کو وصیت فرمائی تھی۔

ہر فرض نماز کے بعد تسبیح پڑھتے تھے۔ تسبیح ۳۳ مرتبہ تحمید ۳۳ مرتبہ تکبیر ۳۴ مرتبہ حضرت ابو درداء ؓ کی زندگی زاہدانہ بسر ہوتی تھی، وہ دنیائے دوں کی دلفریبیوں اور عالم فانی کے تکلفات سے ملوث نہ تھے فرمایا کرتے تھے کہ انسان کو

دنیا میں ایک مسافر کی حیثیت سے رہنا چاہیے۔

ایک دفعہ حضرت سلمان فارسیؓ ان سے ملنے ان کے گھر گئے یہ دونوں مواخاۃ کے قاعدے سے بھائی بھائی تھے بھاوج کو دیکھا تو نہایت معمولی وضع پایا سبب پوچھا تو نیک بی بی نے جواب دیا کہ تمہارے بھائی (ابوالدرداءؓ) دنیا سے بے نیاز ہو گئے ہیں ان کو اب ان چیزوں کی کچھ پرواہ نہیں، حضرت ابو درداء آئے سلمان کو مرحبا کہا اور کھانا پیش کیا سلمان نے کہا آپ بھی آیئے، حضرت ابو درداءؓ نے کہا میں تو روزہ سے ہوں سلمانؓ نے قسم کھا کر کہا آپ کو میرے ساتھ کھانا ہو گا ورنہ میں بھی نہ کھاؤں گا۔ رات کو سلمانؓ نے انہی کے مکان میں قیام کیا، حضرت ابو درداءؓ نماز کے لیے اٹھے، حضرت سلمانؓ نے روک لیا اور فرمایا بھائی آپ پر خدا کا بھی حق ہے بیوی کا بھی اور اپنے بدن کا بھی آپ کو ان سب کا حق ادا کرنا چاہیے صبح کا تڑکا ہوا تو حضرت سلمانؓ نے ابو درداءؓ کو جگایا اور کہا اب اٹھو۔ دونوں بزرگوں نے نماز پڑھی اس کے بعد ادائے دوگانہ کے لیے مسجد نبوی گئے حضرت ابو درداءؓ نے حضور ﷺ سے سلمانؓ کا واقعہ بیان کیا آپ نے فرمایا کہ سلمان نے ٹھیک کہا وہ تم سے زیادہ سمجھدار ہیں۔

امر بالمعروف تمام تربیت یافتگان نبوت کا فرض تھا، حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بھی اس فرض سے غافل نہ تھے امیر معاویہ نے کوئی چاندی کا برتن خریدا جس کی قیمت میں چاندی کے وزن سے کم و بیش روپے مالک کو دیئے اسلام میں یہ ناجائز ہے حضرت ابو درداءؓ نے فوراً ٹوکا معاویہ! یہ درست نہیں رسول اللہ ﷺ نے چاندی اور سونے میں برابر سرابر کا حکم دیا ہے۔

یوسف بن عبداللہ بن سلام ان کے پاس شام گئے مصر کا مقصد تحصیل علم تھا۔ یہ وہ ساعت تھی جب حضرت ابو درداء مرض الموت میں گرفتار تھے یوسف سے پوچھا۔ کیسے آئے؟ انہوں نے کہا آپ کی زیارت کو یوسف نے یہ بات چونکہ واقعہ کے خلاف کہی تھی حضرت ابو درداءؓ نے فرمایا جھوٹ بولنا بڑی بری بات ہے۔

امیر معاویہؓ نے حضرت ابوذر کو شام سے جلاوطن کر دیا حضرت ابو درداءؓ کو راستہ میں خبر ملی تو دس مرتبہ اناللہ پڑھا اور کہا کہ اب ان لوگوں کا بھی انتظام کرو جیسا کہ اصحاب ناقہ کے بارہ میں کہا گیا تھا۔ اس کے بعد نہایت جوش میں فرمایا خدایا ان لوگوں نے ابوذر کو جھٹلایا لیکن میں نہیں جھٹلاتا ہوں، لوگوں نے ان کو مہتم کیا، لیکن میں نہیں کرتا، اور ان لوگوں نے ان کو خارج البلد کیا، لیکن میں نے اس رائے میں شرکت نہیں کی کیونکہ میں جانتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ ان کے برابر کسی کو زمین پر نہیں سمجھتے تھے اور ان کے برابر کسی سے روانہ رکھتے تھے اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں ابو درداءؓ کی جان ہے اگر ابوذر میرا ہاتھ بھی کاٹ ڈالیں تو بھی میں ان سے بغض نہ رکھوں، حضور ﷺ نے فرمایا اور میں نے سنا تھا کہ ماظلت الخضراء ولا اقلت الغبراء من ذی الحجة اصدق من ابي ذر آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر ابوذر سے زیادہ سچا کوئی نہیں۔

حضور ﷺ نے ایک دن فرمایا کہ جو شخص توحید کا قائل ہو وہ جنتی ہے حضرت ابوذرؓ نے عرض کی خواہ زانی اور چور کیوں نہ ہو؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں یہ ایک ایسی خوشخبری تھی جو سب مسلمانوں کو سنانی چاہیے تھی ابو درداء رضی اللہ عنہ تین مرتبہ پوچھ کر مسلمانوں کو یہ مژدہ نجات بتانے چلے راستہ میں حضرت عمرؓ سے ملاقات

ہوئی انہوں نے منع کیا کہ اس اعلان سے لوگ عمل چھوڑ بیٹھیں گے، حضرت ابو درداءؓ نے حضور ﷺ سے عرض کیا آپ نے فرمایا کہ عمرؓ نے صحیح کہا ہے۔

ایک روز مکان میں تشریف لائے۔ چہرہ سے غیظ و غضب عیاں تھا بیوی نے پوچھا کیا حال ہے؟ فرمایا خدا کی قسم ! رسول اللہ ﷺ کی ایک بات بھی باقی نہیں رہی۔ لوگوں نے سب کو چھوڑ دیا صرف نماز باجماعت پڑھتے ہیں۔

ایک مرتبہ سعدان ابن ابی طلحہ العمری کو دیکھا پوچھا آپ کا مکان کہاں ہے؟ انہوں نے کہا گاؤں میں مگر شہر کے قریب ہے فرمایا تم شہر میں نماز پڑھا کرو کیونکہ جس مقام پر اذان یا نماز نہ ہوتی ہو وہاں شیطان کا دخل ہو جاتا ہے۔ دیکھو بھیڑیا اس بکری کو پکڑتا ہے جو ریوڑ سے دور رہتی ہے۔

تمام مسلمان ان کا نہایت ادب کرتے تھے غیظ و غضب کے عالم میں بھی جو کچھ کہہ دیتے تھے لوگ دل سے لگا لیتے تھے ایک دفعہ ایک قریشی نے ایک انصاری کا دانت توڑ دیا امیر معاویہؓ کے سامنے مقدمہ پیش ہوا امیر معاویہؓ نے قریشی کو مجرم ٹھہرایا اس نے کہا کہ پہلے انصاری نے میرے دانت کو صدمہ پہنچایا، امیر معاویہؓ نے کہا کہ ٹھہر، میں انصاری کو رضامند کروں گا، لیکن انصاری طالب قصاص تھا وہ راضی نہ ہوا امیر معاویہؓ نے کہا یہ ابو درداء بیٹھے ہیں جو فیصلہ کر دیں اس کو مان لینا، حضرت ابو درداءؓ نے ایک حدیث پڑھی کہ جو شخص کسی جسمانی تکلیف پہنچنے پر ایذاء دہندہ کو معاف کر دے تو اس کے مراتب بلند اور اس کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اس حدیث کے سنتے ہی انصاری جو مجسمہ قہر و غضب تھا پیکر تسلیم و رضا بن گیا۔ حضرت ابو دراءؓ سے پوچھا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا تھا؟ انہوں نے

کہا ہاں۔انصاری نے کہا تو میں معاف کرتا ہوں۔

فساد و شر سے دور بھاگتے تھے شام کا ملک حجاز سے کسی حال میں بہتر نہ تھا، لیکن فتنوں کے زمانہ میں شام ایک حکومت کے ماتحت بہر حال قائم رہا اور حجاز میں ہر سال نئی فوج کشی کا سامنا تھا، حضرت ابو درداءؓ کی سکونت شام کا یہی سبب تھا فرماتے تھے کہ جس مقام پر دو آدمی ایک بالشت زمین کے لیے منازعت کریں میں اس کو بھی چھوڑ دینا زیادہ پسند کرتا ہوں۔

نہایت ہشاش بشاش رہتے تھے لوگوں سے خندہ پیشانی سے ملتے تھے گفتگو کے وقت لب مبارک پر تبسم ظاہر ہوتا تھا، ام درداءؓ تبسم کو خلاف وقار سمجھتی تھیں ایک دن کہا کہ تم ہر بات پر مسکراتے ہو کہیں لوگ بیوقوف نہ بنائیں۔ حضرت ابو درداء نے فرمایا کہ خود رسول اللہ ﷺ بات کرتے وقت تبسم فرماتے تھے۔

مزاج فطرۃ سادہ تھا، مسجد دمشق میں خود اپنے ہاتھ سے درخت لگاتے تھے۔

لوگ دیکھتے تو تعجب کرتے کہ آغوش پروردۂ نبوت اور امام حلقہ مسجد ہو کر اپنے ہاتھ سے ایسے چھوٹے چھوٹے کام کرتے ہیں لیکن ان کو اس کی کچھ پرواہ نہ تھی ایک شخص نے ان کو اس حالت میں دیکھا تو بڑے تعجب سے پوچھا کہ آپ خود یہ کام کرتے ہیں؟ حضرت ابو درداءؓ نے اس کے تعجب کو ان الفاظ سے زائل کیا کہ اس میں بڑا ثواب ہے۔

بڑے مہمان نواز تھے تنگ دستی کے باوجود مہمانوں کی خدمت گزاری میں کوئی بھی کمی نہیں کرتے تھے اکثر ان کے ہاں لوگ ٹھہرا کرتے تھے جب کوئی مہمان آتا حضرت ابو درداءؓ دریافت کراتے کہ قیام کرنے کا ارادہ ہے یا جانے کا قصد

ہوتا تو مناسب زاد راہ بھی ساتھ کر دیتے تھے۔

بعض لوگ ہفتوں قیام کرتے۔ حضرت سلمان فارسی جب شام آتے تو انہی کے ہاں قیام فرماتے۔ دل کے نرم تھے ایک دن کسی طرف جارہے تھے کہ دیکھا کہ ایک شخص کو لوگ گالی دے رہے ہیں پوچھا تو معلوم ہوا کہ اس نے کوئی گناہ کیا تھا حضرت ابو درداء ؓ نے کہا کہ اگر ایک شخص کنوئیں میں گرے تو اس کو نکالنا چاہیے گالی دینے سے کیا فائدہ؟ اسی کو غنیمت سمجھو کہ تم اس سے محفوظ رہے لوگوں نے عرض کی کہ آپ اس شخص کو برا نہیں جانتے؟ فرمایا اس شخص میں طبعاً تو کوئی برائی نہیں البتہ اس کا یہ عمل برا ہے جب چھوڑ دے گا تو پھر میرا بھائی ہے۔

طبیعت میں استغناء اور بے نیازی بھی تھی، عبداللہ بن عامر شام آئے تو بہت سے صحابہ اپنے وظائف لینے گئے، لیکن حضرت ابو درداء اپنی جگہ سے بھی نہ ہلے عبداللہ خود ان کا وظیفہ لے کر ان کے مکان پر آئے اور کہا کہ آپ تشریف نہیں لائے اس لیے میں خود وظیفہ لے کر حاضر ہوا ہوں۔ انہوں نے جواب دیا کہ تم سے زیادہ خدا کے نزدیک کوئی ذلیل نہ تھا رسول اللہ ﷺ نے ہم سے فرمایا تھا کہ جب امراء اپنی حالت بدل لیں تو تم بھی اپنے آپ کو بدل لو۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

سعد نام ابو سعید کنیت خاندان خدرہ سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے سعد بن مالک بن سنان بن عبید بن ثعلبہ بن الجبر (خدرہ) ابن عوف بن حارث بن خزرج والدہ کا نام انیسہ بنت ابی حارثہ تھا وہ قبیلہ عدی بن نجار سے تھیں۔

دادا (سنان) شہید کے لقب سے مشہور اور رئیس محلہ تھے چاہ بصہ کے قریب اجرہ نامی قلعہ ان کی ملکیت تھا اسلام سے پیشتر قضا کی۔

باپ نے ہجرت سے چند سال قبل عدی بن نجار میں ایک بیوہ سے نکاح کیا تھا جو پہلے عمان اوسی کی زوجیت میں تھیں، حضرت ابو سعید انہی کے بطن سے تولد ہوئے یہ ہجرت سے ایک برس پیشتر کا واقعہ ہے۔

اسلام:

مدینہ میں تبلیغ اسلام کا سلسلہ بیعت عقبہ سے جاری تھا، خود انصار داعی اسلام بن کر توحید کا پیغام اپنے قبیلوں کو پہنچاتے تھے۔

مالک بن سنان نے اسی زمانہ میں اسلام قبول کیا، شوہر کے ساتھ بیوی بھی اسلام لائیں، اس لیے حضرت ابو سعیدؓ نے مسلمان ماں باپ کے دامن میں تربیت پائی۔

غزوات اور دیگر حالات:

ہجرت کے پہلے برس مسجد نبوی کی تعمیر شروع ہوئی حضرت ابو سعیدؓ نے اس کے کاموں میں شرکت کی۔ غزوہ احد میں باپ کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے حضور میں گئے اس وقت ۱۳ برس کا سن تھا رسول اللہ ﷺ نے سر سے پاؤں تک دیکھا، کمسن خیال کر کے واپس کیا مالک نے ہاتھ پکڑ کر دکھایا کہ ہاتھ تو پورے مرد کے ہیں تاہم آپ نے اجازت نہ دی۔

اس معرکہ میں رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی ہوا تو مالک نے بڑھ کر خون پونچھا اور ادب کے خیال سے زمین پر پھینکنے کی بجائے پی گئے حضور ﷺ نے فرمایا اگر کسی ایسے شخص کو دیکھنے کی خواہش ہو جس کا خون میرے خون سے مل گیا ہو تو مالک بن سنان کو دیکھے۔ اس کے بعد نہایت جانبازانہ لڑ کر شہادت حاصل کی۔

باپ نے کوئی جائیداد نہیں چھوڑی تھی اس سے ان کی شہادت سے بیٹے پر کوہ الم ٹوٹ پڑا فاقہ کشی کی نوبت آگئی پیٹ پر پتھر باندھا ماں نے کہا رسول اللہ ﷺ کے پاس جاؤ آج انہوں نے فلاں شخص کو دیا ہے تم کو بھی دیں گے۔ پوچھا گھر میں ہے۔ وہاں کیا دھرا تھا۔ اس لیے خدمت اقدس میں پہنچے اس وقت آپ خطبہ دے رہے تھے کہ جو شخص ایسی حالت میں صبر کرے خدا اس کو غنی کر دے گا۔ یہ سن کر دل میں کہا میری یاقوتہ (اونٹنی کا نام تھا) موجود ہے پھر مانگنے کی کیا ضرورت؟ یہ سوچ کر چلے آئے، لیکن رسول اللہ ﷺ کی زبان سے جو کچھ نکلا تھا پورا ہو کر رہا۔ رزاق عالم نے باب رزق کھول دیا یہاں تک کہ تمام انصار سے دولت و ثروت میں بڑھ گئے۔

احد کے بعد مصطلق کا غزوہ پیش آیااس میں شریک ہوئے۔اس کے بعد غزوہ خندق ہوااس میں وہ پندرہ سالہ تھے۔عمر کی طرح ایمان کا بھی شباب تھارسول اللہ صلی السلام کے ساتھ میدان میں داد شجاعت دی۔

صفر ۸ ہجری میں عبداللہ بن غالب لیثیؓ لشکر لے کر فدک روانہ ہوئے یہ بھی ساتھ تھے۔عبداللہ نے تمام لشکر کوتاکید کی کہ خبردار متفرق نہ ہونااوراس مصلحت کے لیے برادری قائم کرنے کی ضرورت ہوئی۔حویصہ جو بڑے رتبہ کے صحابی تھے ان کے بھائی بنائے گئے۔برادری کا نتیجہ عمدہ صورت میں نمودار ہوا۔

ربیع الثانی ۹ ہجری میں علقمہ بن محرز ایک سریہ کے ساتھ بھیجے گئے یہ بھی فوج میں تھے عبداللہ بن حذافہ نے اسی غزوہ میں صحابہ کو آگ میں کودنے کا حکم دیا تھا۔ لیکن دراصل ان کا یہ منشانہ تھا وہ نہایت خوش مزاج آدمی تھے طبیعت مذاق کی عادی تھی لوگوں نے اس کو صحیح سمجھ کر کودناچاہاتوخودروکا کہ میں تم سے مذاق کر رہا تھا۔اسی سلسلہ میں ایک سریہ جس میں ۳۰ آدمی شامل تھے اور دار قطنی کی روایت کے بموجب ابوسعیدؓ اس کے امیر تھے کسی مقام کی طرف روانہ ہوا،ایک جگہ پڑاؤ تھا،قریب کے گاؤں والوں سے کہلا بھیجا کہ ہم تمہارے مہمان ہیں۔ انہوں نے ضیافت کرنے سے انکار کیا۔اتفاق سے سردار قبیلہ کو بچھونے ڈنگ مارا لوگوں نے بہت علاج کیا لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔بعض نے مشورہ دیا کہ صحابہ کے پاس جاؤان کو شاید کچھ علاج معلوم ہو چنانچہ وہ لوگ آئے اور واقعہ بیان کیا،بعض روایتوں میں تصریح ہے کہ حضرت ابوسعیدؓ نے فرمایامیں دم کرسکتاہوں لیکن ۳۰ بکری اجرت ہوگی انہوں نے منظور کرلیا،آپ نے جاکر سورہ الحمدپڑھی اور زخم پر

تھوک دیا۔ وہ شخص بالکل اچھا ہو گیا اور بے تکلف چلنے پھرنے لگا اور ان لوگوں سے بکریاں لے کر مدینہ کا رخ کیا۔ سب کو تردد تھا کہ ان کا لینا جائز ہے کہ نہیں۔ آخر یہ رائے ٹھہری کہ خود حضور ﷺ سے پوچھا جائے آپ نے پورا واقعہ سن کر تبسم کیا اور فرمایا کہ تم کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ رقیہ کا کام دیتی ہے؟ پھر کہا تم نے ٹھیک کیا اس کو تقسیم کر لو اور میرا حصہ بھی لگانا۔

ان غزوات کے علاوہ حدیبیہ، خیبر، فتح مکہ، حنین، تبوک اور اوطاس میں بھی ان کی شرکت کا پتہ چلتا ہے لیکن چونکہ ان میں ان کا کوئی قابل ذکر کام نہیں ہے صحیح بخاری کی روایت کے مطابق عہد نبوت کے ۱۲ غزوات میں ان کو شرف شرکت حاصل تھا۔ عہد نبوت کے بعد مدینہ ہی میں قیام رہا، عہد فاروقی و عثمانی میں فتوی دیتے تھے۔

حضرت علیؓ کے زمانے میں جنگ نہروان پیش آئی اس میں نہایت جوش سے حصہ لیا، فرماتے تھے کہ ترکوں کی بہ نسبت خوارج سے لڑنا زیادہ ضروری جانتا ہوں۔

یزید کے مطالبہ بیعت کے وقت جب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے مدینہ چھوڑنے کا ارادہ فرمایا تو اور صحابہ کی طرح ابو سعید خدریؓ نے بھی یہ خیر خواہانہ مشورہ دیا تھا کہ آپ یہیں تشریف رکھیں مگر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے نہ مانا۔

۶۳ ہجری میں یزید کی بداعمالیوں کی وجہ سے اہل حجاز نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھوں پر جو رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی کے بیٹے تھے بیعت کی۔ حضرت ابو سعیدؓ بھی ان میں تھے۔

۶۳ ہجری میں اہلیان حرم رسول اللہ ﷺ نے علانیہ یزید سے فسخ بیعت کر کے

حضرت عبداللہ ابن حنظلہ الغسیل انصاری کے ہاتھ پر بیعت کی، لشکر شام سے مقابلہ پیش آیا جس میں اہل مدینہ کو شکست ہوئی اور حضرت عبداللہؓ نہایت جانبازی سے لڑ کر مارے گئے اس وقت عجیب تشویش اور اضطراب کا عالم تھا، مدینہ کا گلی کوچہ خون سے لالہ زار تھا مکان لوٹے جا رہے تھے عورتیں بے ناموس کی جا رہی تھیں اور وہ مقام جس کو رسول اللہ ﷺ نے مکہ کی طرح حرام کیا تھا، یزید کے لشکر کے ہاتھوں قتل و غارت گری کا مرکز بنا ہوا تھا۔ صحابہ سے یہ بے حرمتی دیکھی نہیں جاتی تھی اس لیے حضرت ابو سعید خدریؓ پہاڑ کے ایک کھوہ میں چلے گئے تھے لیکن یہاں بھی پناہ نہ تھی ایک شامی بلائے بے درماں کی طرح پہنچ گیا اور اندر اتر کر تلوار اٹھائی انہوں نے بھی دھمکانے کی خاطر تلوار کھینچ لی وہ آگے بڑھا۔ حضرت ابو سعید خدریؓ نے یہ دیکھ کر تلوار رکھ دی اور یہ آیت پڑھی لئن بسطت الی یدك لتقتلني ما انا بباسط يدى اليك لا قتلك اني اخاف الله رب العالمين. اگر تم مجھے مارنے کو ہاتھ بڑھاؤ گے تو میں تمہیں مارنے کو تیار نہ ہوں گا کیونکہ میں خدائے رب العلمین کا خوف کرتا ہوں۔

شامی یہ سن کر پیچھے ہٹا اور کہا خدا کے لیے بتائیے آپ کون ہیں فرمایا ابو سعید خدریؓ بولا رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں کہا ہاں۔ یہ سن کر غار سے نکل کر چلا گیا۔ غار سے مکان آئے تو یہاں عام دار و گیر تھی شامی ابن دبحہ کے پاس پکڑ کر لے گئے اس نے یزید کی خلافت پر بیعت لی۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو معلوم ہوا انہوں نے جا کر کہا میں نے سنا ہے آپ نے دو امیروں کی بیعت کی فرمایا ہاں، پیشتر ابن زبیر سے کی تھی پھر شامی پکڑ کر لے گئے اور یزید کی بیعت کی، ابن عمرؓ نے کہا اس

کا مجھے خوف تھا، کہا بھائی کیا کرتا؟ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ انسان کے شب و روز کسی امیر کی بیعت میں گزرنے چاہئیں، ابن عمرؓ نے کہا، لیکن میں دو امیروں کی بیعت پسند نہیں کرتا ہے۔

وفات:

۷۴ھ میں جمعہ کے دن وفات پائی، بقیع میں دفن کیے گئے اس وقت بہت کمزور تھے۔ ہاتھوں میں رعشہ تھا لوگوں نے عمر کا تخمینہ ۷۴ سال کیا ہے لیکن علامہ ذہبی نے لکھا ہے کہ ۸۶ برس کی عمر تھی اور یہی صحیح ہے۔

اولاد:

دو بیویاں تھیں، ایک کا نام زینب بنت کعب بن عجزہ تھا جو بعض کے نزدیک صحابیہ تھیں دوسری ام عبد اللہ بنت عبد اللہ مشہور تھیں اور قبیلہ اوس کے خاندان معاویہ سے تھیں۔ اولاد کے نام یہ ہیں عبد الرحمن، حمزہ، سعید۔

حلیہ:

حلیہ یہ تھا۔ مونچھیں باریک کٹی ہوئی داڑھی میں زرد خضاب۔

علم و فضل:

حضرت ابو سعید خدریؓ اپنے عہد کے سب سے بڑے فقیہ تھے، قرآن مجید ایک قاری سے پڑھا تھا، انصار کے کئی حلقہ درس قائم تھے جن میں علمائے انصار درس دیتے تھے حضرت ابو سعیدؓ کی طالب علمی کا زمانہ تھا، لوگوں کے پاس بدن کے

کپڑے تک نہ تھے ایک دوسرے کی آڑ میں چھپ چھپ کر بیٹھتے تھے ایک روز رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اس وقت قاری قرأت کر رہا تھا آپ کو دیکھ کر خاموش ہو گیا، آپ سب کے پاس بیٹھ گئے اور اشارہ کیا کہ لوگ دائرہ کی شکل میں بیٹھیں، چنانچہ سب حلقہ باندھ کر بیٹھ گئے اس تمام جماعت میں صرف ابو سعیدؓ کو حضور ﷺ پہچانتے تھے۔

حدیث و فقہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ سے سیکھی تھی، خلفائے اربعہ اور حضرت زید بن ثابتؓ سے روایتیں کیں۔

کثرت سے حدیثیں یاد تھیں، ان کی مرویات کی تعداد ۱۱۷۰ ہے ان صحابہ اور ممتاز تابعین کے نام جنہوں نے ان سے سماع حدیث کیا تھا یہ ہیں زید بن ثابتؓ، عبد اللہ بن عباسؓ، انس بن مالکؓ، ابن عمرؓ، ابن زبیرؓ، جابرؓ، ابو قتادہؓ، محمود بن لبیدؓ، ابو الطفیلؓ، ابو امامہ بن سہلؓ، سعید بن مسیب، طارق بن شہاب، عطاء، مجاہد ابو عثمان نہدی، عبید بن عمیر، عیاض بن ابی سرح، بشر بن سعید، ابو نصرہ، سعید بن سیرین، عبد اللہ بن محریز، ابو المتوکل ناجی وغیرہم۔

آپ کا حلقہ درس آدمیوں سے ہر وقت معمور رہتا تھا، جو لوگ کوئی خاص سوال کرنا چاہتے تو بہت دیر سے موقع ملتا۔

اوقات درس کے علاوہ بھی اگر کوئی شخص کچھ دریافت کرنا چاہتا تو جواب سے مشرف فرماتے۔ ایک مرتبہ حضرت ابن عباسؓ نے اپنے بیٹے علی اور غلام عکرمہ کو بھیجا کہ ابو سعیدؓ سے حدیث سن کر آؤ۔ اس وقت وہ باغ میں تھے ان لوگوں کو دیکھ کر ان کے پاس آ کر بیٹھے اور حدیث بھی بیان کی۔

روایت حدیث کے ساتھ سماع کی نوعیت بھی ظاہر فرمادیتے تھے۔

عبداللہ بن عمرؓ نے کسی سے ایک حدیث سنی تھی وہ ابو سعیدؓ سے راوی تھا ابن عمرؓ اس کو لے کر ان کے پاس گئے اور پوچھا، اس شخص نے فلاں حدیث آپ سے سنی ہے کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے یہ حدیث سنی تھی؟ فرمایا بصر عيني وسمع اذنی یعنی میری آنکھوں نے دیکھا اور کانوں نے سنا۔

ایک راوی قرعہ کو ایک حدیث بہت پسند آئی انہوں نے بڑھ کر پوچھا کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ سے اس کو سنا تھا اس سوال پر حضرت ابو سعیدؓ کو غصہ آگیا، فرمایا تو کیا میں بغیر سنے بیان کر رہا ہوں ہاں میں نے سنا تھا۔

جس حدیث کے الفاظ پر اعتماد نہ ہوتا اس کے بیان کرنے میں احتیاط کرتے تھے ایک مرتبہ ایک حدیث روایت کی، لیکن رسول اللہ ﷺ کا نام نہیں لیا، ایک شخص نے پوچھا یہ رسول اللہ ﷺ سے روایت ہے؟ فرمایا میں بھی جانتا ہوں۔

اخلاق وعادات:

نہایت حق گو تھے فرمایا کرتے تھے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو حق گوئی کی تاکید کرتے سنا تھا، لیکن کاش نہ سنا ہوتا۔ ایک مرتبہ اس حدیث کا جس میں حق گوئی کی تاکید تھی ذکر چھیڑا تو روک کر کہا کہ حدیث تو ضرور سنی، لیکن عمل بالکل نہ ہو سکا۔

امیر معاویہ کے عہد میں بہت سی نئی باتیں پیدا ہو گئی تھیں، حضرت ابو سعیدؓ سفر کر کے ان کے پاس گئے اور تمام خرابیاں گوش گزار کیں۔

ایک مرتبہ انہی سے انصار کے متعلق گفتگو آئی تو کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم کو

تکلیفوں پر صبر کرنے کا حکم دیا امیر نے کہا تو صبر کیجیے۔

ایک مرتبہ مروان سے فضیلت صحابہ کی حدیث بیان کی وہ بولا کیا جھوٹ بکتے ہو، زید بن ثابتؓ اور رافع بن خدیجؓ بھی اس کے تخت پر بیٹھے تھے ابو سعیدؓ نے کہا ان سے پوچھو لیکن یہ کیوں بتائیں گے ایک کو صدقہ کی افسری سے معزول ہونے کا خوف ہوگا دوسرے کو ڈر ہوگا کہ جنبش لب سے ریاست قوم چھنتی ہے یہ سن کر مروان نے مارنے کو درہ اٹھایا اس وقت دونوں بزرگوں نے ان کی تصدیق کی۔

اسی طرح مروان نے عید کے دن منبر نکلوایا اور نماز سے قبل خطبہ پڑھا ایک شخص نے اٹھ کر ٹوکا کہ دونوں باتیں خلاف سنت ہیں، بولا کہ اگلا طریقہ متروک ہو چکا ہے حضرت ابو سعیدؓ نے فرمایا چاہے کچھ ہو مگر اس نے اپنا فرض ادا کر دیا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا کہ جو شخص امر منکر دیکھے تو اس کو ہاتھ سے دفع کرنا چاہیے اگر اس پر قدرت نہ ہو تو زبان سے اور یہ بھی نہیں تو کم از کم دل سے ضرور برا سمجھے۔

امر بالمعروف کے ولولہ کا یہ حال تھا کہ یہی مروان ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہؓ کے ساتھ بیٹھا تھا کہ ایک جنازہ سامنے سے گزرا اس میں ابو سعیدؓ بھی شریک تھے دیکھا تو دونوں جنازہ کے لیے نہیں اٹھے فرمایا اے امیر! جنازہ کے لیے اٹھ کیونکہ رسول اللہ ﷺ اٹھا کرتے تھے یہ سن کر مروان کھڑا ہو گیا۔

جب مصعب بن زبیرؓ مدینہ کے حاکم مقرر ہوئے تو عید الفطر میں دریافت فرمایا کہ نماز اور خطبہ میں حضور ﷺ کا عمل کیا تھا، فرمایا خطبہ سے قبل نماز پڑھاتے تھے چنانچہ مصعبؓ نے اس دن اسی قول پر عمل کیا۔

ایک مرتبہ شہر بن حوشب کو سفر طور کا خیال دامن گیر ہوا وہ ملاقات کو آئے ابوسعیدؓ نے ان سے کہا تین مسجدوں کے علاوہ (اور کسی مقدس مقام کے لیے) شد رحال کی ممانعت ہے۔

ابن ابی صعصعہ مازنی کو جنگل پسند تھا ان کو ہدایت کی کہ وہاں زور سے اذان دیا کریں کہ تمام جنگل نعرہ تکبیر سے گونج اٹھے۔

نہی عن المنکر کی یہ کیفیت تھی کہ ان کی بہن متواتر بغیر کچھ کھائے پیئے روزے رکھتی تھیں، حضور ﷺ نے ایسے روزوں کی ممانعت فرمائی ہے۔ حضرت ابوسعیدؓ ان کو ہمیشہ منع کرتے تھے۔

سنت کے پورے متبع تھے، حضرت ابوہریرہؓ ایک مسجد میں نماز پڑھایا کرتے تھے وہ ایک مرتبہ بیمار ہوگئے یا کسی سبب نہ آسکے ابوسعید خدریؓ نے امامت کی ان کے نماز سے لوگوں نے اختلاف کیا، انہوں نے منبر کے پاس کھڑے ہو کر کہا میں نے جس طرح رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا ہے اس طرح پڑھائی باقی تمہارے طریقہ کی مخالفت تو اس کی مجھے بالکل پرواہ نہیں۔

مزاج میں بردباری اور تحمل تھا ایک مرتبہ پاؤں میں درد ہوا۔ پیر پر پیر رکھے لیٹے تھے کہ آپ کے بھائی نے آکر اسی پاؤں پر ہاتھ مارا جس سے درد بڑھ گیا، انہوں نے نہایت نرم لہجہ میں کہا تم نے مجھے تکلیف پہنچائی جانتے تھے کہ درد ہے جواب ملاہاں، لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس طرح لیٹنے سے ممانعت فرمائی ہے۔

مگر ناحق باتوں پر غصہ بھی آجاتا تھا ایک مرتبہ حج پر جارہے تھے ایک درخت کے نیچے قیام ہوا ابن صیاد بھی جس کے دجال ہونے میں خود رسول اللہ ﷺ کو شبہ تھا

اسی درخت کے نیچے ٹھہرا تھا۔ ان کو برا معلوم ہوا، لیکن خاموش رہے۔ اس نے خود چھیڑ کر اپنی مظلومیت کی داستان سنائی ان کو رحم آگیا مگر جب اس نے خلاف واقعہ دعوی کیا تو بگڑ کر فرمایا۔

تبالك سائر اليوم

سادگی اور بے تکلفی فطرت ثانیہ تھی ایک جنازہ میں بلائے گئے سب سے اخیر میں پہنچے لوگ بیٹھ چکے تھے ان کو دیکھ کر اٹھے اور جگہ خالی کر دی، فرمایا یہ مناسب نہیں انسان کو کشادہ جگہ میں بیٹھنا چاہیے چنانچہ سب سے الگ کھلی جگہ پر جا کر بیٹھے۔

ابو سلمہ سے یارانہ تھا ایک مرتبہ انہوں نے آواز دی یہ چادر اوڑھے نکل آئے ابو سلمہ نے کہا ذرا باغ تک چلئے آپ سے کچھ باتیں کرنی ہیں۔ چنانچہ یہ ساتھ ہو لیے، اس واقعہ میں یہ بات لحاظ کے قابل ہے کہ ابو سلمہ تابعی اور وہ صحابی ہیں اس کے ماسوا ابو سلمہ کو شرف تلمذ بھی حاصل ہے۔

یتیموں کی پرورش کرتے تھے لیث اور سلیمان بن عمرو عبدالعتواری انہیں کے تربیت یافتہ تھے کہ ہاتھ میں چھڑی لیتے تھے پتلی چھڑیاں زیادہ پسند تھیں کھجور کی شاخیں لاتے اور ان کو سیدھا کر کے چھڑی بناتے یہ بھی رسول اللہ ﷺ کا اتباع تھا۔

حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

عقبہ نام ابو مسعود کنیت سلسلہ نسب یہ ہے۔ عقبہ بن عمرو بن ثعلبہ بن اسیرہ بن عمیرہ ابن عطیہ بن حدارہ بن عوف بن حارث بن خزرج۔

اسلام:

عقبہ ثانیہ میں اسلام قبول کیا اور دین حنیفی کے پرجوش داعی ثابت ہوئے

غزوات اور عام حالات:

تمام غزوات میں شرکت کی عام خیال یہ ہے کہ بدر میں شریک نہ تھے صرف بدر کی سکونت سے بدری مشہور ہو گئے، لیکن یہ صحیح نہیں۔ امام شعبہ، بخاری، مسلم ان کی شرکت بدر کا اعتراف کرتے ہیں۔ امام بخاری نے جامع صحیح میں اس کی طرف صاف طور پر اشارہ کیا ہے۔ اس کے سوا بیعت عقبہ کی شرکت پر تمام آئمہ فن متفق ہیں، پھر بدر سے غائب ہونے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟

عہد نبوت اور خلفاء ثلاثہ کے زمانہ تک مدینہ میں اقامت پذیر رہے کچھ دنوں بدر میں سکونت رکھی، حضرت علیؓ کے دور خلافت میں کوفہ میں منتقل ہو گئے۔ اور یہاں مکان بنوالیا تھا۔

جناب امیر حضرت علیؓ کے احباب خاص میں تھے جب آپ جنگ صفین کے لیے

روانہ ہوئے تو ان کو کوفہ میں اپنا جانشین بنا کر گئے اور آپ کی واپسی تک کوفہ انہی کی ذات سے مرکز امارت رہا۔

جنگ صفین کے بعد وطن (مدینہ) کی محبت نے اپنی طرف کھینچا اور آپ مدینہ لوٹ آئے۔

وفات:

۴۰ ہجری میں انتقال کیا، بعض کا خیال ہے کہ امیر معاویہؓ کے اخیر زمانہ خلافت تک موجود تھے لیکن یہ غلطی سے خالی نہیں۔ تاہم اس قدر یقینی ہے کہ مغیرہ بن شعبہؓ کی ولایت کوفہ کے وقت زندہ تھے جس کا زمانہ قطعاً ۴۰ ہجری کے بعد تھا۔

اولاد:

لڑکے کا نام بشیر تھا ایک صاحبزادی تھیں، جو امام حسین یا ان کو منسوب تھیں زید انہیں کے بطن سے تولد ہوئے تھے۔ بشیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں یا کچھ بعد میں پیدا ہوئے تھے۔

فضل وکمال:

حضرت ابو مسعودؓ نے حدیث نبوی کی نشر و اشاعت کا فرض بھی انجام دیا اور راویان حدیث کے تیسری طبقہ میں ان کا شمار ہے اور کتب حدیث میں ۱۰۲ روایتیں ان کی موجود ہیں رواۃ میں تابعین کے کئی طبقے داخل ہیں، جن میں مشہور لوگوں کے نام یہ

ہیں بشیر، عبداللہ بن یزید خطمی، ابو وائل، علقمہ، قیس بن ابی حازم، عبدالرحمن بن یزید نخعی، یزید بن شریک تیمی، محمد بن عبداللہ بن زید بن عبدربہ انصاری۔

اخلاق:

پابندی احکام رسول اور امر بالمعروف آپ کے خاص اوصاف تھے حکم نبوی کی متابعت کا یہ واقعہ ہے کہ وہ ایک مرتبہ اپنے غلام کو مار رہے تھے پیچھے سے آواز آئی۔ابو مسعودؓ ذرا سوچ کر ایسا کرو! جس خدا نے اس پر تم کو قادر کیا اس کو تم پر بھی قدرت دے سکتا ہے یہ رسول اللہ ﷺ کی آواز تھی دل پر خاص اثر پڑا، قسم کھا کر عرض کی کہ آئندہ کسی غلام کو نہ ماروں گا اور اس کو آزاد کرتا ہوں۔

امر بالمعروف کے فرض سے بھی غافل نہ رہتے تھے ایک مرتبہ مغیرہ بن شعبہؓ نے امارت کوفہ کے زمانہ میں نماز عصر دیر سے پڑھائی، اسی وقت ان کو ٹوکا کہ آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز پنج گانہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے بتانے کے مطابق پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ ھکذا امرت سنت کی پوری اتباع کرتے تھے ایک روز لوگوں سے کہا جانتے ہو؟ رسول اللہ ﷺ کس طرح نماز پڑھتے تھے پھر خود نماز پڑھا کر بتائی۔ نماز میں مل کر کھڑے ہونا رسول اللہ ﷺ کی سنت ہے لوگوں نے اس کو چھوڑا تو فرمایا، اس کا فائدہ یہ تھا کہ باہم اتفاق تھا اب تم لوگ دور دور کھڑے ہوتے ہو اسی وجہ سے اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

حارث نام ،ابو قتادہ کنیت ،فارس رسول اللہ لقب، قبیلہ خزرج کے خاندان سلمہ سے ہیں۔ نسب نامہ یہ ہے حارث بن ربعی بن بلدمہ بن خناس ابن سنان بن عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ بن زید بن جشم بن خزرج والدہ کانام کبشہ بنت مظہر بن حرام تھا،اور بنو سلمہ میں سواد بن غنم کے خاندان سے تھیں۔
ہجرت سے تقریباً ۱۰ سال پیشتر مدینہ میں پیدا ہوئے۔

اسلام:

عقبہ ثانیہ کے بعد اسلام قبول کیا۔

غزوات:

غزوہ بدر میں شریک نہ تھے احد اور خندق اور تمام غزوات میں شرکت کی ربیع الاول ٦ ہجری میں غزوہ ذی قرد یاغابہ پیش آیااس میں ان کی شرکت نمایاں تھی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنیاں ذی قرد نامی ایک گاؤں میں چرا کرتی تھیں آپ کے غلام جن کا نام رباح تھاان کے نگراں تھے چند غطفانی چرواہوں کو قتل کرکے اونٹوں کو ہانک لے گئے سلمہ بن اکوعؓ ایک مشہور صحابی تھے انہوں نے سناتو عرب کے عام قاعدہ کے موافق مدینہ کی سمت رخ کرکے یاصباحاہ'' کے تین نعرے لگائے اور

رباح کو حضور ﷺ کے پاس دوڑایااور خود غطفانیوں کے تعاقب میں رہے۔

حضور ﷺ نے مدد کے لیے تین سوار بھیجے اور پیچھے ابو قتادہ انصاریؓ اور ان کے پیچھے مقداد کندی گھوڑا اڑاتے چلے آرہے تھے غطفانی سواروں کو دیکھ کر فرار ہوگئے لیکن اخرم کو شوق شہادت دامن گیر تھا۔ غطفانیوں کے پیچھے ہو لیے آگے بڑھ کر ان میں اور عبدالرحمن غطفانی میں مقابلہ ہو گیااور اخرمؓ شہید ہوگئے۔ عبدالرحمن ان کا گھوڑا لے جانا چاہتا تھا کہ ابو قتادہؓ پہنچ گئے اور بڑھ کر نیزہ کا وار کیا اور عبد الرحمن کا قصہ بھی تمام ہو گیا یہاں سے لوٹے تو رسول اللہ سے ملاقات ہوئی آپ نے قصہ سن کر فرمایا(كان خير فرساننا اليوم ابو قتاده)یعنی آج ابو قتادہ بہترین سوار تھے

شعبان ۸ ہجری میں حضور ﷺ نے نجد کے ایک مقام خضرہ کی جانب پندرہ آدمیوں کو روانہ فرمایا حضرت ابو قتادہؓ ان کے امیر تھے چھاپہ مارنا مقصود تھا اس لیے رات بھر چلتے اور دن کو کہیں چھپ رہتے تھے مقام خضرہ میں قبیلہ غطفان آباد تھا، جو غارت گر امن وامان اور مسلمان کا قدیم دشمن تھا' حضرت ابو قتادہؓ موقع پاکر اچانک پہنچ گئے۔ قبیلہ طاقتور تھا، بہت سے آدمی جمع ہوگئے اور میدان کارزار گرم ہو گیا لیکن ابو قتادہؓ نے لوگوں سے کہہ دیا کہ جو تم سے لڑے اس کو مارنا ہر شخص سے تعرض کی ضرورت نہیں۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنگ کا جلد خاتمہ ہو گیااور ۱۶ دن کے بعد مال غنیمت لے کر صحیح وسالم مدینہ واپس آئے مال غنیمت میں ۲۰۰ اونٹ، ۲۰۰۰ بکریاں اور بہت سے قیدی تھے۔

اس کا خمس نکال کر باقی وہیں تقسیم کر لیا گیا حضرت ابو قتادہؓ کے حصہ میں ایک حسین لڑکی بھی آئی تھی حضور ﷺ نے اسے اپنے لیے مانگ کر محمیہ بن ضرہ کو دے دیا۔اس کے کچھ ہی دنوں بعد رمضان کے مہینہ میں ۸ آدمیوں کا ایک سریہ بطن اخم کی طرف بھیجا حضرت ابو قتادہ اس کے بھی امیر تھے بطن اخم ذی خشب اور ذی مروہ کے درمیان مدینہ سے تین منزل کے فاصلہ پر مکہ کی جانب واقع ہے۔
حضور ﷺ مکہ پر فوج کشی کا ارادہ کر چکے تھے ان لوگوں کے بھیجنے کا مدعا یہ تھا کہ لوگوں کو مکہ کا خیال نہ آئے اور لڑائی سے پہلے یہ راز کسی طرح فاش نہ ہو ذی خشب پہنچ کر معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ مکہ روانہ ہو گئے ہیں اس لیے یہ لوگ وہاں سے چل کر سقیا میں حضور ﷺ کے لشکر کے ساتھ شریک ہو گئے

فتح مکہ کے بعد غزوہ حنین واقع ہوا۔لڑائی اتنی سخت تھی کہ بڑے بڑے جانبازوں کے قدم اکھڑ گئے تھے لیکن حضرت ابو قتادہؓ نے اس میں نہایت شجاعت دکھائی۔ ایک مسلمان اور شرک میں لڑائی ہو رہی تھی، دوسرا مشرک پیچھے سے حملہ کی فکر میں تھا، حضرت ابو قتادہؓ نے مسلمان کو تنہا دیکھ کر اس مشرک پر پیچھے سے حملہ کیا تلوار کندھے پر پڑی جو ذرہ کاٹتی ہوئی ہاتھ تک پہنچی اور ہاتھ صاف ہو گیا، وہ دوسرے ہاتھ سے دست و گریبان ہو گیا۔آدمی طاقت ور تھا۔اس زور سے دبایا کہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ گھبرا گئے لیکن خون زیادہ نکل چکا تھا۔اس لیے ابو قتادہؓ نے موقع پا کر قتل کر دیا خود کہتے ہیں کہ مجھے جان کے لالے پڑ گئے تھے لیکن قضا اس کی آئی تھی۔

مکہ کا ایک آدمی ادھر سے گزر رہا تھا اس نے مقتول کا سارا سامان اتار لیا اس وقت

لشکر اسلام میں عجیب سراسیمگی طاری تھی لوگ میدان سے ہٹ رہے تھے یہ بھی اسی طرف چلے ایک مقام پر حضرت عمرؓ کچھ آدمیوں کے ساتھ کھڑے تھے ان سے پوچھا کیا بات ہے حضرت عمرؓ نے کہا جو خدا کی مرضی اتنے میں لوگ پلٹ پڑے اور میدان مسلمانوں کے ہاتھ رہا۔

لڑائی کے بعد حضور ﷺ نے اعلان کیا کہ جس نے جس کافر کو مارا ہو اس کا مال و متاع ثبوت کے بعد اس کو دلایا جائے گا، حضرت ابو قتادہؓ نے اٹھ کر کہا میری نسبت کون شہادت دیتا ہے کسی طرف سے آواز آئی تین مرتبہ ایسا ہی ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا ابو قتادہ! کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے سارا قصہ گوش گزار کیا، ایک شخص بولا سچ کہتے ہیں ان کا سامان میرے پاس ہے لیکن ان کو راضی کر کے مجھے دلوا دیجیے حضرت ابو بکرؓ نے کہا یہ ناانصافی ہے خدا کا شیر امارت اور مال سے محروم رہے اور قریش کی ایک چڑیا مفت میں مزے اڑائے حضور ﷺ نے فرمایا حقیقت یہی ہے بہتر ہے کہ ان کا مال انہی کو دے دو۔

حضرت ابو قتادہؓ نے اس کو فروخت کر کے بنو سلمہ میں ایک باغ خریدا قبول اسلام کے بعد جائیداد خریدنے کی یہ پہلی بسم اللہ تھی۔

عام حالات:

عہد نبوت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ مبارک میں امارت مکہ پر نامزد ہوئے، لیکن پھر کسی وجہ سے قثم بن عباسؓ امیر بنائے گئے یہ ۳۶ ہجری کا واقعہ ہے۔ اس سنہ میں جنگ جمل اور دوسرے سال صفین کا معرکہ ہوا حضرت ابو قتادہؓ دونوں میں شریک ہوئے۔ ۳۸ ہجری میں خوارج نے علم بغاوت بلند کیا، جناب علی

رضی اللہ عنہ نے جس فوج کے ساتھ فوج کشی کی تھی، حضرت ابو قتادہؓ اس کے پیادوں کے افسر تھے۔

وفات:

سنہ وفات میں سخت اختلاف ہے بعض کے نزدیک ۴۰ ہجری ہے۔ان لوگوں کے نزدیک کوفہ میں انتقال کیا تھا اور جناب علی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی، جس میں چھ یا سات تکبیریں کہیں، لیکن صحیح یہ ہے کہ ۵۰ ہجری اور ۶۰ ہجری کے درمیان انتقال کیا، امام بخاری نے تاریخ اوسط میں یہی لکھا ہے اور اس پر دلائل قائم ہیں۔

حلیہ:

حلیہ مفصل مذکور نہیں اتنا معلوم ہے کہ گردن تک بال رکھتے تھے جس کو جمہ کہتے ہیں کبھی کبھی کنگھی کرتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ پراگندہ دیکھا تو فرمایا ذرا ان کو تو درست کرو آدمی بال رکھے تو ان کی خبر گیری بھی کرے ورنہ رکھنے سے کیا فائدہ اس سے تو کٹے بالوں والا سر اچھا ہے۔

اولاد:

چار بیٹے تھے عبداللہ، معبد، عبدالرحمن، ثابت، موخر الذکر ام ولد سے تولد تھے بیوی کا نام سلافہ بنت براء بن معرور بن صخر تھا۔ خاندان سلمہ کے نہایت ممتاز گھرانے سے تھیں، خود صحابیہ اور جلیل القدر صحابی کی لڑکی تھیں۔

فضل وکمال:

گو حضرت ابو قتادہؓ قرآن مجید اور احادیث نبوی کی اشاعت کے فرض سے غافل نہ رہے، لیکن روایت حدیث میں نہایت محتاط تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے حضور ﷺ سے کذب علی الرسول کی حدیث سنی تھی، اس وقت سے وہ حدیث کے باب میں نہایت محتاط ہو گئے تھے

تابعین کی ایک مجلس میں حدیث کا چرچا تھا ہر شخص قال اللہ کذا قال اللہ کذا کہہ رہا تھا، حضرت ابو قتادہؓ نے سن کر فرمایا بد بختو! منہ سے کیا نکال رہے ہو؟ حضور ﷺ نے جھوٹی حدیث بیان کرنے والوں کو جہنم کی وعید سنائی ہے۔

لیکن اس احتیاط کے باوجود ان کی مرویات کی تعداد ۱۷۰ ہے۔ راویوں میں صحابہ کبار اور تابعین عظام داخل ہیں، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت جابرؓ بن عبد اللہ، ابو محمد نافع بن الاقرع (ان کے آزاد کردہ غلام تھے) سعید بن کعب بن مالک (بہو کے بھائی تھے) کبشہ بنت کعب بن مالک (بہو تھیں) عبد اللہ بن رباح، عطا بن یسار، ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف، عمر بن سلیم زرقی، عبد اللہ بن معبد مازنی، محمد بن سیرین، نبھان مولی اثوامہ سعید بن مسیب، ابن منکدر حدیث کے آفتاب و ماہتاب ہیں ان کے لمعات فضل سے مستغنی نہیں۔

اخلاق و عادات:

اخوت اسلامی کا یہ حال تھا کہ ایک انصاری کا جنازہ حضور ﷺ کے پاس نماز کے لیے لایا گیا آپ نے پوچھا اس پر قرض تو نہیں ہے لوگوں نے کہا دو دینار (۱۰ روپے

)ہیں، فرمایا کچھ چھوڑا بھی ہے؟ جواب ملا کچھ نہیں ارشاد ہوا کہ تم لوگ نماز پڑھ لو حضرت ابو قتادہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اگر میں قرض ادا کر دوں تو آپ نماز پڑھائیں گئے فرمایا ہاں چنانچہ انہوں نے قرض ادا کر کے حضور ﷺ کو خبر کی اس وقت آپ نے جنازہ منگوا کر نماز پڑھی۔

ایک مسلمان پر ان کا کچھ قرض تھا جب یہ تقاضا کرنے جاتے تو وہ چھپ رہتا ایک روز گئے تو اس شخص کے لڑکے سے معلوم ہوا کہ گھر میں بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں پکار کر کہا نکلو مجھے معلوم ہو گیا ہے اب چھپنا بیکار ہے جب وہ آیا تو چھپ رہنے کی وجہ پوچھی اس نے کہا بات یہ ہے کہ میں تنگدست ہوں 'میرے پاس کچھ نہیں ہے اس کے ساتھ عیال دار بھی ہوں، پوچھا واقعی تمہارا حال خدا کی قسم ایسا ہی ہے بولا ہاں، حضرت ابو قتادہؓ آبدیدہ ہو گئے اور اس کا قرض معاف کر دیا۔

حضرت ابو بکرؓ نے جب مرتدین کے مقابلہ کے لیے لشکر بھیجا تھا تو حضرت خالد کو لکھا کہ وہ مالک بن نویرہ یربوعی کی طرف جائیں انہوں نے کسی وجہ سے مالک کو جس نے اسلام قبول کر لیا تھا قتل کر ڈالا حضرت ابو قتادہؓ کو اتنی ناگواری ہوئی کہ انہوں نے بارگاہ خلافت میں عرض کی کہ میں ان کی ماتحتی میں نہ رہوں گا انہوں نے ایک مسلمان کا خون کیا وہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں امر بالمعروف کا خیال رکھتے تھے۔

ایک مرتبہ چھت پر کھڑے تھے کہ ستارہ ٹوٹا، لوگ دیکھنے لگے فرمایا اس کا زیادہ دیکھنا منع ہے۔

اکثر خدمت رسول اللہ کی سعادت بھی حاصل ہوتی تھی ایک سفر میں حضور ﷺ

کے ساتھ تھے۔ آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ پانی کی خبر لو ورنہ سویرے پیاسے اٹھو گے، لوگ پانی ڈھونڈنے نکل گئے لیکن حضرت ابو قتادہؓ مرکب نبوی کے ساتھ رہے حضور ﷺ اونٹ پر سو رہے تھے جب آپ اونگھ میں کسی طرف جھکتے تو یہ بڑھ کر ٹیک لگا دیتے ایک دفعہ گرنے کے قریب تھے انہوں نے ٹیک لگائی، آپ کی آنکھ کھل گئی، فرمایا کون؟ عرض کیا ابو قتادہؓ فرمایا کب سے میرے ساتھ ہو۔ کہا شام سے حضور ﷺ نے دعا دی حفظك الله كما حفظ رسوله ! جس طرح تم نے میری نگہبانی کی خدا تمہارا نگہبان رہے۔ فطرۃ نہایت رحیم تھے جانوروں تک پر رحم کرتے تھے۔ ایک مرتبہ اپنے بیٹے کے گھر گئے۔ بہو نے وضو کے لیے پانی رکھا، بلی آئی اور منہ ڈال کر پانی پینے لگی، حضرت ابو قتادہؓ نے بھگانے کی بجائے برتن اس کی طرف جھکا دیا کہ خوب اچھی طرح پی لے بہو کھڑی ہوئی یہ تماشا دیکھ رہی تھیں، کہا بیٹی اس میں تعجب کی کیا بات ہے حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ وہ نجس نہیں، وہ تو گھروں میں آنے جانے والی ہے۔

شکار کا بے حد شوق تھا، ایک مرتبہ حضور ﷺ کے ہمراہ مکہ جا رہے تھے راستہ سے کچھ ساتھیوں کو لے کر نکل گئے علاقہ پہاڑی تھا ان کو پہاڑ پر تیزی سے چڑھنے کی مشق تھی، دوستوں کو لے کر پہاڑ پر تفریحا چڑھے کہ ایک جانور نظر آیا، انہوں نے بڑھ کر دیکھا اور پوچھا بتاؤ کون سا جانور ہے؟ لوگوں نے کہا ہم ٹھیک نہیں بتا سکتے، بولے گورخر ہے پہاڑ چڑھتے وقت کوڑا بھول آئے تھے ساتھیوں سے کہا میرا کوڑا لاؤ یہ لوگ احرام باندھ چکے تھے اس بنا پر شکار میں شریک نہیں ہو سکتے تھے۔ اس لیے خود نیزہ لے کر گورخر کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور اس کو شکار

کر کے ساتھیوں کو آواز دی کہ اس کے اٹھانے میں ہاتھ بٹاؤ، لیکن اس میں بھی کسی نے مدد نہ کی آخر خود اٹھا کر لائے اور گوشت پکایا لوگوں کو کھانے میں بھی تامل ہوا۔ بعضوں نے کھایا اور بعض نے نہیں کھایا۔ حضرت ابو قتادہ نے کہا اچھا! تھوڑی دیر میں بتاؤں گا۔ رسول اللہ سے چل کر پوچھتا ہوں چنانچہ جب آپ سے ملاقات ہوئی تو اس واقعہ کا تذکرہ کیا آپ نے فرمایا اس کے کھانے میں کیا مضائقہ ہے خدا نے تمہارے ہی لیے بھیجا تھا اگر کچھ باقی ہو تو میرے لیے لاؤ لوگوں نے پیش کیا آپ نے صحابہ سے فرمایا اس کو کھاؤ۔

نہایت ملنسار تھے اس لیے احباب کا ایک حلقہ تھا، حدیبیہ میں جب حضور ﷺ کے ساتھ مکہ جارہے تھے تو راستہ میں دوست احباب ہنستے اور مذاق کرتے جاتے تھے۔ ابو محمد بھی ان کی مجلس کے ایک رکن تھے۔

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

اسید نام، ابو یحی و ابو عتیک کنیت، قبیلہ اوس کے خاندان اشہل سے ہیں نسب نامہ یہ ہے اسید بن حضیر بن سماک بن عتیک بن رافع بن امراء القیس بن زید بن عبد الاشہل بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس

ماں کا نام ام اسید بنت سکن تھا۔

حضرت اسیدؓ کے والد (حضیر) قبیلہ اوس کے سردار تھے ایام جاہلیت میں اوس و خزرج میں جو لڑائیاں ہوئیں وہ حضیر ہی کی زیر قیادت ہوئیں، جنگ بعاث میں جو تمام لڑائیوں کا نچوڑ تھی، سپہ سالاری کا علم انہی کے ہاتھ میں تھا۔

اس میں انہوں نے نہایت ہوشیاری سے اپنا کام انجام دیا خزرج کی ریاست عمرو بن نعمان رجیلہ کے سپرد تھی وہ نہایت تدبر سے فوجوں کو لڑا رہا تھا اور اوسی شکست کھا رہے تھے یہ دیکھ کر حضیر خود مقابلہ کو آگے بڑھے اور عمرو مارا گیا اور اوس کو کامیابی نصیب ہوئی یہ ہجرت سے ۵ سال قبل کا واقعہ ہے۔

اسلام:

اس کے تین سال بعد بیعت عقبہ ہوئی اور حضرت مصعب بن عمیرؓ اشاعت اسلام کے لیے مدینہ تشریف لائے۔ حضرت اسیدؓ ابھی تک مسلمان نہ ہوئے تھے۔

حضرت مصعبؓ نے اسعد بن زرارہؓ کے مکان میں قیام کیا تھا اور بنو ظفر کے قبیلہ

میں بیٹھ کر تعلیم قرآن دیا کرتے تھے بنو ظفر کے مکانات عبد الاشہل سے متصل واقع تھے۔ ایک روز باغ میں مسلمانوں کو تعلیم دے رہے تھے کہ سعد بن معاذؓ اور اسید بن حضیرؓ کو خبر ہو گئی سعد نے اسید سے کہا کہ ان کو جا کر منع کرو کہ ہمارے محلہ میں آئندہ نہ آئیں اگر اسعد بن زرارہؓ بیچ میں نہ ہوتے تو میں خود چلتا۔ ان کے کہنے پر اسید نیزہ اٹھا کر باغ کی طرف اسلام کا قلع قمع کرنے روانہ ہوئے۔

حضرت اسعد بن زرارہؓ نے ان کو آتا دیکھ کر داعی اسلام سے کہا کہ یہ اپنی قوم کے سردار ہیں آپ کے پاس آرہے ہیں ان کو مسلمان بنا کر چھوڑیے گا، اسیدؓ نے قریب پہنچ کر پوچھا تم ہمارے کمزور لوگوں کو بیوقوف کیوں بناتے ہو اگر اپنی خیریت چاہتے ہو تو ابھی یہاں سے چلے جاؤ، مصعب رضی اللہ عنہ پر اس کا کیا اثر ہو سکتا تھا، فرمایا آپ بیٹھ کر پہلے میری بات سن لیں، اگر پسند ہو تو خیر ورنہ جو مزاج میں آئے کیجیے گا اسیدؓ بیٹھ گئے اور مصعب نے اسلام کی حقیقت بیان کی کلام پاک کی چند آیتیں پڑھیں، جن کو سن کر ان پر خاص اثر طاری ہوا اور بے اختیار منہ سے نکلا اس دین میں کیسے داخل ہو سکتا ہوں؟ جواب دیا پہلے نہانا ضروری ہے پھر کپڑے پاک کرنا، کلمہ پڑھنا اور نماز پڑھنا اسیدؓ اٹھے اور نہا کر مسلمان ہو گئے۔ چلتے وقت کہا میں جاتا ہوں اور دوسرے سردار کو بھیجتا ہوں ان کو بھی مسلمان کرنا، اور وہاں سے لوٹ کر حضرت سعد بن معاذؓ کو روانہ کیا۔ یہ عقبہ ثانیہ سے پہلے کا واقعہ ہے بیعت عقبہ میں خود شریک ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان کو عبد الاشہل کا نقیب تجویز کیا۔

غزوات اور دیگر حالات:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے زید بن حارثہؓ کو جو مہاجر اور بڑے رتبہ کے صحابی تھے ان کا

اسلامی بھائی بنایا غزوات میں سے بدر کی شرکت میں اختلاف ہے۔ احد میں شریک تھے اور سات زخم کھائے تھے لڑائی کی شدت کے وقت جب تمام مجمع رسول اللہ کے پاس سے ہٹ گیا اس وقت بھی یہ ثابت قدم رہے تھے۔ غزوہ خندق میں لڑائی ختم ہونے کے بعد بھی مسلمان دس روز تک محصور رہے اور مشرکین شب خون کے ارادہ سے راتوں کو گشت لگاتے تھے اس وقت حضرت اسیدؓ نے ۲۰۰ آدمی لے کر خندق کی حفاظت کی۔

جب غطفانیوں نے لوٹ مار میں زیادہ سرگرمی دکھائی تو حضور ﷺ نے ان کے سرداروں (عامر بن طفیل اور زید) کو بلا بھیجا ان دونوں نے باتفاق کہا کہ مدینہ کے پھلوں میں حصہ دلوایئے تو اس کی تدبیر کی جاسکتی ہے۔ اسید بن حضیرؓ کھڑے تھے نیزہ سے دونوں کے سر کو ٹھونکا دے کر کہا لومڑی جا بھاگ، عامر کو یہ الفاظ ناگوار گزرے پوچھا تمہارے باپ تم سے اچھے تھے جواب دیا کبھی نہیں میں تم سے اور اپنے باپ دونوں سے اچھا ہوں کیونکہ وہ کافر تھے۔

اس کے ایک سال بعد ایک اور غزوہ حدیبیہ سے ایک سال قبل، ابوسفیان نے حضور ﷺ کو قتل کرنے کو ایک آدمی بھیجا تھا اس نے چھوٹا سا خنجر کمر میں رکھا اور حضور ﷺ کو پوچھتا ہوا عبد الاشہل کی مسجد میں پہنچا آپ نے صورت دیکھتے ہی فرمایا یہ دھوکہ دینے آیا ہے وہ قتل کے ارادہ سے آپ کی طرف بڑھا حضرت اسیدؓ نے اس کی لنگی پکڑ کر کھینچ لی اور اس کا خنجر نیچے گر پڑا وہ سمجھا کہ اب جان کی خیر نہیں انہوں نے اس کا گریبان مضبوطی سے پکڑ لیا کہ بھاگنے کا قصد نہ کرے۔

خیبر میں سلمہ بن اکوعؓ کے چچا عامر نے ایک یہودی پر حملہ کیا تھا مگر ان کی تلوار

اچٹ کر خود ان کو لگ گئی جس سے وہ جاں بحق تسلیم ہو گئے، حضرت اسید اور بعض بزرگوں کو خیال ہوا کہ چونکہ اپنے ہاتھ سے قتل ہوئے ہیں جو ایک طرح کی خودکشی ہے اس لیے ان کے اعمال رائیگاں گئے سلمہؓ نے حضور ﷺ سے کہا ارشاد ہوا کہنے والوں نے غلط کہا ان کو دوہرا ثواب ہے۔ فتح مکہ میں رسول اللہ مہاجرین اور انصار کے ساتھ تھے جن کا دستہ تمام لشکر سے پیچھے تھا اس میں حضرت اسید رضی اللہ عنہ کو یہ خصوصیت حاصل تھی کہ حضور ﷺ ان کے اور حضرت ابو بکرؓ کے درمیان تھے۔ غزوہ حنین میں قبیلہ اوس کا جھنڈا ان کے پاس تھا۔

حضور ﷺ کی وفات کے بعد بیعت سقیفہ میں نمایاں حصہ لیا، قبیلہ اوس سے کہا کہ خزرج سعد بن عبادہ کو خلیفہ بنا کر سیادت حاصل کرنا چاہتے ہیں اگر وہ اس میں کامیاب ہو گئے تو تم پر ہمیشہ کے لیے تفوق حاصل کر لیں گے اور تم کو خلافت میں کبھی حصہ نہ دیں گے میرے خیال میں ابو بکرؓ سے بیعت کر لینا بہتر ہے اور مشورہ دے کر سب کو حکم دیا کہ حضرت ابو بکرؓ سے بیعت کر لیں۔ اوس کی آمادگی کے بعد حضرت سعد بن عبادہ کی قوت ٹوٹ گئی۔

فتح بیت المقدس میں کہ ١٦ ہجری کا واقعہ ہے حضرت عمرؓ کے ساتھ مدینہ سے شام گئے۔

وفات:

حضرت عمرؓ سے وصیت کی تھی کہ وہ جائیداد اپنے ہاتھ میں لے کر قرض ادا کریں آسان صورت یہی تھی کہ جائیداد فروخت کر کے قرض ادا کر دیا جاتا لیکن حضرت عمر نے ایسا نہیں کیا، قرض خواہوں کو بلا کر ٠٠٠ ادرہم سالانہ پر راضی کیا اس طرح

۴ برس پھل فروخت کر کے ان کا کل قرض ادا کر دیا اور جائیداد صحیح و سالم بچ گئی فرماتے تھے کہ میں اپنے بھائی کے بچوں کو محتاج نہیں دیکھنا چاہتا۔

اہل وعیال:

بیوی نے عہد نبوت میں انتقال کیا تھا چنانچہ حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ حج یا عمرہ سے لوگ واپس ہو رہے تھے کہ ذوالحلیفہ میں چند انصار کے لڑکوں نے اسید بن حضیرؓ کو ان کی بیوی کے مرنے کی خبر سنائی انہوں نے منہ پر کپڑا ڈال کر رونا شروع کیا، حضرت عائشہؓ نے کہا خدا آپ کی مغفرت کرے آپ ایک جلیل القدر صحابی ہو کر ایک عورت کے لیے روتے ہیں انہوں نے کپڑا ہٹا لیا اور کہا آپ سچ کہتی ہیں ہم کو صرف سعد بن معاذؓ پر رونا چاہیے حضور ﷺ ان باتوں کو سنتے رہے۔

لڑکا غالباً ایک ہی تھا اور اس کا نام یحییٰ تھا، صحیح بخاری باب نزول السکینہ والملائکة عند قرأة القرآن میں ان کا تذکرہ آیا ہے۔

فضل وکمال:

دوسرے اکابر صحابہ کی طرح قرآن وحدیث کی نشر واشاعت میں ان کا بھی حصہ ہے انہوں نے براہ راست حضور ﷺ سے روایت کی ہے حضرت عائشہؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت ابو لیلی انصاریؓ، حضرت کعب بن مالکؓ جیسے جلیل. القدر صحابہ ان کے راویان حدیث کے سلسلہ میں داخل ہیں۔

اخلاق وعادات:

تزکیہ باطن نے تمام حجابات اٹھا دیئے تھے ایک روز رات کو کلام پاک کی تلاوت کر رہے تھے، گھوڑا قریب بندھا تھا وہ بدکا انہوں نے پڑھنا بند کیا تو وہ تھم گیا دوبارہ پڑھنا شروع کیا تو پھر بدکا۔ ان کو ڈر ہوا کہ بچہ پاس لیٹا ہے کہیں کچل نہ جائے تیسری مرتبہ باہر نکل کر دیکھا تو ایک سایہ بان نظر آیا جس میں چراغ کی طرح روشنی تھی، قرأت ختم ہو چکی تھی اس لیے وہ اوپر چڑھتا ہوا نظر سے غائب ہو گیا۔ صبح اٹھ کر حضور ﷺ سے عرض کیا ارشاد ہوا کہ فرشتے قرأت سننے آئے تھے اگر تم صبح تک پڑھتے رہتے تو لوگ ان کو روز روشن میں دیکھ سکتے تھے۔

ایک رات حضور ﷺ کے پاس سے اٹھے تو سخت اندھیرا تھا۔ چھڑی ہاتھ میں تھی ایک صحابی اور ہمراہ تھے آگے ایک روشنی ساتھ ساتھ چلتی تھی، راستہ میں الگ الگ ہوئے تو روشنی بھی دونوں کے ساتھ جدا جدا ہو گئی۔

اس واقعہ کو لوگوں نے کرامات صحابہ میں داخل کیا ہے۔

نہایت صاف گو تھے اور اس لیے سینہ کینہ سے پاک تھا، جو بات ہو منہ پر کہہ دیتے تھے حضرت عمرؓ اس فضیلت کی وجہ سے ان کو تمام انصار پر فضیلت دیتے تھے۔

نہایت معزز اور ذی اثر بزرگ تھے۔

حضرت سعد بن معاذؓ کے بعد قبیلہ اوس تمام تر ان کا تابع فرمان تھا۔ ان کے اثر واقتدار کا واقعہ اوپر گزر چکا ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جہاں پہلے سے تمام انصار حضرت سعد بن عبادہؓ کے خلیفہ بنانے پر اتفاق کر کے آئے تھے ان کی ایک جنبش لب نے انصار کی تمام سوچی سمجھی ہوئی اسکیم درہم برہم کر دی تھی۔ انہیں عظیم

الشان خدمات کے سبب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا نعم الرجل اسید بن حضیرؓ حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ وہ صحابہ کے بہترین اور برگزیدہ افراد میں داخل تھے۔

حضرت ابو دجانہ رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

سماک نام، ابو دجانہ کنیت، قبیلہ ساعدہ سے ہیں اور سعد بن عبادہ سردار خزرج کے ابن عم ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے سماک بن خرشہ بن لوذان بن عبدود بن زید بن ثعلبہ ابن طریف بن خزرج بن ساعدہ بن کعب بن خزرج اکبر۔

اسلام:

ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے

غزوات اور دیگر حالات:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو عقبہ بن غزوان سے ان کی برادری قائم کی تمام غزوات میں شریک ہوئے۔

غزوہ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک تلوار ہاتھ میں لے کر کہا اس کا حق کون ادا کرتا ہے ابو دجانہؓ بولے میں ادا کروں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو تلوار عنایت فرمائی۔

بعض روایتوں میں ہے کہ انہوں نے دریافت کیا اس کا حق کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ مسلمان کو نہ مارنا اور کافر سے نہ بھاگنا۔

حضرت ابو دجانہؓ نے حسب معمول سر پر سرخ پٹی باندھی اور تنتے اکڑتے صفوں کے درمیان آکر کھڑے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ چال اگرچہ خدا کو ناپسند

ہے لیکن ایسے موقع پر کوئی حرج نہیں ہے

معرکہ کار زار میں نہایت پامردی سے مقابلہ کیا اور بہت سے کافر قتل کیے اور رسول اللہ ﷺ کی حفاظت میں بہت سے زخم کھائے لیکن میدان سے نہ ہٹے۔

حضور ﷺ ان کی اس جانبازی سے نہایت خوش ہوئے مکان پر تشریف لائے تو حضرت فاطمہ سے فرمایا میری تلوار دھو ڈالو حضرت علیؓ نے بھی آکر یہی خواہش کی اور کہا کہ آج میں خوب لڑا۔

حضور ﷺ نے فرمایا اگر تم خوب لڑے تو سہل بن حنیف اور ابو دجانہ بھی خوب لڑے۔

غزوہ بنو نضیر کا کل مال اور اسباب رسول اللہ ﷺ کا حصہ تھا تاہم آپ نے چند مہاجرین اور انصار کو اس میں سے حصہ عنایت فرمایا تھا، ابو دجانہ کو بھی زمین دی تھی جو انہی کے نام سے مال ابن خرشہ مشہور تھی۔

غرض تمام معرکوں میں ان کی شرکت نمایاں تھی، مصنف استیعاب لکھتے ہیں:

له مقامات محمودة في مغازى رسول الله صلى الله عليه وسلم

غزوات نبوی میں ان کو ممتاز درجہ حاصل ہے۔

حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں جنگ یمامہ میں نہایت جانبازی دکھائی۔ مسیلمہ کذاب سے جو مدعی نبوت تھا مقابلہ تھا وہ اپنے باغ کے اندر سے لڑ رہا تھا۔ مسلمان گھسنا چاہتے تھے لیکن دیوار حائل تھی، ابو دجانہ رضی اللہ عنہ تھوڑی دیر تک دیکھتے رہے اس کے بعد کہا مسلمانو! مجھ کو اندر پھینک دو۔

اس ترکیب سے اگرچہ دیوار پھاند گئے، لیکن پاؤں ٹوٹ گیا تاہم وہ مشرکین سے

دروازہ روکے کھڑے رہے اور جب تک مسلمان باغ میں داخل نہ ہو گئے اپنی جگہ سے نہ ہلے۔

شہادت:

مسلمان اندر پہنچ کر جوش و خروش سے لڑنے لگے گو ابو دجانہؓ کا پاؤں ٹوٹ چکا تھا، تاہم وہ مسیلمہ کو مارنے کے لیے بڑھے اور آخر خود بھی شہید ہو گئے۔

فضل و کمال:

اگرچہ حضرت ابو دجانہؓ سے حدیثیں منقول نہیں تاہم ان کی نسبت صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں

وھو من فضلاء الصحابة واکابرھم

یعنی وہ فضلائے صحابہ میں تھے اور بڑے رتبہ کے شخص تھے۔

اخلاق و عادات:

جوش ایمان کا نظارہ جنگ یمامہ کی جانبازی میں ہو چکا ہے حب رسول جنگ احد میں ظاہر ہوتی ہے جس وقت تمام مجمع حضور ﷺ کے پاس سے منتشر ہو گیا اور صرف چند آدمی آپ کے ساتھ رہ گئے تھے ان میں دو آدمی آپ کی ڈھال بنے ہوئے تھے مصعب بن عمیرؓ اور ابو دجانہؓ اول الذکر جان دے کر ہٹے اور ابو دجانہ نے کاری زخم کھا کر فدائیت کا ثبوت دیا۔

شجاعت کا اندازہ بھی انہی واقعات سے کرنا چاہیے صاحب استیعاب لکھتے ہیں

كان بهمة من اليهم الابطال

یعنی ان کا شمار مشہور اور دلیر بہادروں میں تھا۔

اسد الغابہ میں ہے کہ وہ لڑائی کے وقت سرخ پٹی باندھتے تھے اور اکڑ کر چلتے تھے۔

حضرت ابوالیسر کعب بن عمرو رضی اللہ عنہ

آخری بدری

نام و نسب:

کعب نام، ابوالیسر کنیت، بنو سلمہ سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے کعب بن عمرو ابن عبادہ بن عمرو بن سواد بن غنم بن کعب بن سلمہ بن علی بن اسد بن سارده بن یزید بن جشم بن خزرج ماں کا نام نسیبہ بنت ازہر بن مرہ تھا اور بنو سلمہ سے تھیں۔

اسلام:

عقبہ ثانیہ میں بیعت کی۔

غزوات:

تمام غزوات میں شریک رہے غزوہ بدر میں نہایت جوش سے لڑے مشرکین کا علم ابو عزیز بن عمیر کے ہاتھ میں تھا انہوں نے بڑھ کر چھین لیا ایک مشرک منبہ بن حجاج سہمی کو قتل کیا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اسیر کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے لائے آپ ان کے چھوٹے سے قد اور حضرت عباسؓ کے ڈیل ڈول کو دیکھ کر نہایت متعجب ہوئے اور فرمایا کہ عباس کو گرفتار کرنے میں ان کی کسی فرشتہ نے اعانت کی۔ اس وقت ان کا سن ۲۰ سال کا تھا۔ امام بخاری نے اپنی تاریخ میں بھی ان کی شرکت بدر تسلیم کی ہے۔

معرکہ خیبر میں جب کہ صحابہ قلعوں کا محاصرہ کیے ہوئے تھے ایک رات کسی یہودی کی بکری قلعہ میں جارہی تھی حضور ﷺ نے فرمایا۔ مجھ کو اس کا گوشت کون کھلائے گا ابوالیسرؓ نے کہا میں اور اٹھ کر نہایت تیز دوڑتے ہوئے پہنچے بہت بکریاں اندر جارہی تھیں انہوں نے دو بکریاں پکڑ لیں، اور بغل میں دبا کر لے آئے لوگوں نے ان کو ذبح کر کے گوشت پکایا۔
صفین اور دوسری لڑائیوں میں جناب علی رضی اللہ عنہ کے ہم رکاب تھے۔

وفات:

۵۵ھ میں مدینہ میں انتقال کیا اصحاب بدر میں یہ سب سے بعد میں فوت ہوئے خیبر والی حدیث بیان کر کے رویا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ مجھ سے فائدہ اٹھالو۔ صحابہ میں صرف میں باقی رہ گیا ہوں وفات کے وقت سن ستر سے اوپر تھا۔

اولاد:

ایک لڑکا یادگار چھوڑا جس کا نام عمار تھا۔
حلیہ یہ تھا، قد کوتاہ پیٹ بڑا۔

فضل وکمال:

حدیث کم اور نہایت احتیاط سے بیان کرتے تھے ایک مرتبہ عبادہ بن ولیدؓ سے دو حدیثیں بیان کیں اور حالت یہ تھی کہ آنکھ اور کان پر انگلی رکھ کر کہتے تھے کہ ان آنکھوں نے یہ واقعہ دیکھا اور ان کانوں نے حضور ﷺ کو بیان فرماتے سنا ہے۔

تلامذہ میں عبادہ بن ولید، موسیٰ بن طلحہ، عمر بن حکم بن رافع، حنظلہ بن قیس زرقی، صیفی مولی ابوایوب انصاری اور ربیع بن حراش کا نام داخل ہے۔

اخلاق وعادات:

نہایت رحیم اور نرم دل تھے بنو حرام کے ایک شخص پر قرض تھا اس کے مکان پر جا کر آواز دی، معلوم ہوا موجود نہیں، اتنے میں اس کا چھوٹا لڑکا باہر آیا پوچھا تمہارے باپ کہاں ہیں، بولا ان کی چارپائی کے نیچے چھپے ہیں انہوں نے پکارا کہ اب نکل آؤ تم جہاں پر ہو مجھے معلوم ہے۔ وہ باہر آیا اور اپنی فقر کی داستان سنائی۔ ابوالیسرؓ کا دل بھر آیا اور کاغذ منگوا کر تمام حروف کو مٹا دیا اور کہا اگر مقدرت ہو تو ادا کرنا ورنہ میں معاف کرتا ہوں۔

غلاموں کے ساتھ برابری کا برتاؤ رکھتے تھے ایک مرتبہ عبادہ بن ولیدؓ ان سے حدیث سننے کے لیے آئے۔ دیکھا تو ان کے غلام کے پاس کتابوں کا ایک بنڈل ہے خود ایک چادر اور ایک معافر کی بنی ہوئی لنگی پہنے ہیں، غلام کا بھی یہی لباس ہے، عبادہ نے کہا عم محترم بہتر ہو تو ایک جوڑا مکمل کر لیجیے یا تو آپ ان کی معافری لے لیجیے اور اپنی چادر ان کو دے دیجیے یا اپنی معافری دے دیجیے اور ان سے چادر لے لیجیے حضرت ابوالیسرؓ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور دعا دی اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم یہ ہے کہ جو تم پہنو غلاموں کو پہناؤ اور جو تم خود کھاؤ ان کو بھی کھلاؤ۔

حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

رفاعہ نام ،ابولبابہ کنیت ،قبیلہ اوس سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے رفاعہ ابن عبد المندر بن زبیر بن زید بن امیہ بن زید بن مالک بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس۔

اسلام:

عقبہ ثانیہ میں اسلام لائے اور نقیب بنائے گئے۔

غزوات:

اکثر غزوات میں شرکت کی، غزوہ بدر میں خاص امتیاز حاصل ہوا ہر اونٹ پر ۳،۳ آدمی سوار تھے ابولبابہؓ جس اونٹ پر تھے وہ شہنشاہ زماں کا مرکب تھا، جناب امیر علی رضی اللہ عنہ بھی اس پر تھے وہ لوگ باری باری چڑھتے اترتے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اترنے کی باری آتی دونوں جان نثار عزت کرتے کہ آپ سوار رہیں ہم پیدل چلیں گے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے کہ تم مجھ سے زیادہ پیدل چلنے پر قادر نہیں اور نہ میں تم سے زیادہ ثواب سے مستغنی ہوں۔

مدینہ سے دو دن کی مسافت پر روما ایک مقام ہے وہاں پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابولبابہ کو مدینہ پر اپنا نائب مقرر کر کے واپس کر دیا اور غنیمت میں جس طرح

مجاہدین کا حصہ لگایا تھا ان کا بھی لگایا۔

غزوہ قینقاع اور غزوہ سویق میں بھی وہی مدینہ پر حضرت حضور ﷺ کے جانشین تھے۔

۵ھ میں حضور ﷺ نے اہل قریظہ کا جو یہودی تھے اور اسلام کے سخت دشمن تھے محاصرہ کیا، یہ لوگ قبیلہ اوس کے حلیف تھے اس بناپر انہوں نے ابولبابہؓ کو مشورہ کے لیے بلایا یہ وہاں پہنچے تو یہود نے بڑی تعظیم کی اور ان کے سامنے اصل مسئلہ پیش کیا یہودیوں کی عورتیں اور بچے روتے ہوئے سامنے نکل آئے یہ عجیب دردناک سماں تھا اس کو دیکھ کر دل بھر آیا اور کہا کہ میرے خیال میں تم کو حضور ﷺ کا حکم مان لینا چاہیئے گلے کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ نہ ماننے کی صورت میں قتل کر دیئے جاؤ گے۔ کرنے کو تو اشارہ کر گئے لیکن جب یہ خیال آیا کہ خدا اور رسول ﷺ کی خیانت ہوئی تو پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی وہاں سے اٹھ کر مسجد نبوی میں آئے اور ایک موٹی اور وزن دار زنجیر سے اپنے کو ایک ستون میں باندھا کہ جب تک خدا توبہ قبول نہ کرے اسی طرح بندھا رہوں گا۔

زیادہ عرصہ گزرا تو حضور ﷺ لوگوں سے دریافت کیا قصہ ہے معلوم ہونے پر فرمایا، خیر جو کچھ ہوا اچھا ہوا اگر وہ میرے پاس آجاتے تو میں خود استغفار کرتا غرض ۷،۸ روز اسی طرح گزرے نماز اور حوائج ضروریہ کے لیے زنجیر کھول لیتے تھے۔ اس سے فراغت کے بعد ان کی لڑکی پھر باندھ دیتی، کھانا بالکل ترک تھا۔ کانوں سے بہرے ہو گئے آنکھیں بھی معرض خطر میں پڑ گئیں، اور ناطاقتی سے بے ہوش ہو کر زمین پر گر گئے اس وقت رحمت الٰہی کے نزول کا وقت آیا۔

حضور ﷺ حضرت ام سلمہ کے مکان میں تھے طلوع فجر سے پہلے آیت توبہ اتری۔ آپ فرط مسرت سے مسکرا اٹھے، حضرت ام سلمہ نے کہا یارسول اللہ! خدا آپ کو ہمیشہ ہنسائے بات کیا ہے؟ فرمایا ابولبابہ کی توبہ قبول ہو گئی، اتنا کہا تھا کہ یہ خبر تمام شہر میں مشہور ہو گئی۔ لوگ لبابہؓ کو کھولنے آئے انہوں نے کہا جب حضور ﷺ خود آ کر کھولیں گے اس وقت یہاں سے ہٹوں گا، چنانچہ نماز صبح کے لیے جب حضور ﷺ تشریف لائے تو خود اپنے دست مقدس سے حضرت ابولبابہؓ کو کھولا۔

ابولبابہؓ پر مسرت طاری تھی درخواست کی کہ اپنا گھر بار چھوڑ کر آپ کے پاس رہوں گا اور اپنا کل مال صدقہ کرتا ہوں حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایک ثلث صدقہ کرو۔

تو یہ آیتیں نازل ہوئیں:

يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمَانَتِكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ وَاعْلَمُوا أَنَّمَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَ أَنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ يَأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَلْ لَكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ﴿﴾

مسلمانو! تم اللہ اور رسول اور اپنی امانتوں میں خیانت نہ کرو۔ حالانکہ تم اس کو جانتے ہو اور خوب سمجھ لو کہ تمہارا مال اور اولاد آزمائش ہیں، اور خدا کے پاس بڑا اجر ہے۔ مسلمانو! تم خدا سے ڈرو گے تو تم کو مختار کرے گا اور تمہاری برائیاں دور کرے گا اور خدا بڑا فضل کرنے والا ہے۔

۸ھ میں غزوہ فتح ہوا اس غزوہ میں عمرو بن عوف کا جھنڈا ان کے پاس تھا غزوہ تبوک میں شریک تھے۔ بعض کا خیال ہے کہ اس غزوہ میں شامل نہیں ہوئے اور اسی وجہ سے اپنے کو مسجد کے ستون میں باندھا تھا، لیکن ہمارے نزدیک یہ صحیح نہیں، غزوہ تبوک میں جو مسلمان بلا عذر رہ گئے تھے وہ صرف تین تھے۔ مرارہ بن ربیعؓ، ہلال بن امیہؓ، کعب بن مالکؓ، چنانچہ قرآن مجید میں تین ہی کا لفظ موجود ہے و علی الثلثة الذین خلفوا

وفات:

سنہ وفات میں سخت اختلاف ہے لیکن اس قدر مسلم ہے کہ جناب علی رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں وفات پائی

اولاد:

دو لڑکے چھوڑے سائب اور عبد الرحمن۔

فضل وکمال:

حضرت ابو لبابہ رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی تھے، برسوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت سے مشرف رہے تھے اس اثنا میں بہت حدیثیں سننے کا اتفاق ہوا ہوگا لیکن ان کی مرویات کی تعداد نہایت قلیل ہے۔

راویان حدیث کے زمرہ میں بعض اکابر صحابہ داخل ہیں، مثلاً عبداللہ بن عمرو تابعین کا تمام اعلیٰ طبقہ ان کی مسند فیض کا حاشیہ نشین ہے، جن میں مخصوص لوگوں

کے نام یہ ہیں عبدالرحمن بن یزید بن جابر ،ابو بکر بن عمرو بن حزم، سعید بن مسیب، سلمان اغر ،عبد الرحمن بن کعب بن مالک ،سالم بن عبد اللہ بن عمر ،عبید اللہ بن ابی یزید، نافع مولی ابن عمر، سائب بن عبدالرحمن۔

اخلاق:

معمولی معمولی باتوں میں بھی حدیث نبوی پر عمل کالحاظ رکھتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے سانپ مارنے کی حدیث سنی تھی اس کی بناپر جہاں سانپ دیکھتے مار ڈالتے تھے لیکن گھر میں نکلنے والے سانپ اس سے مستثنیٰ تھے۔ابولبابہؓ کا مکان ان کے مکان سے بالکل متصل واقع تھا ایک روز کہا کہ اپنے گھر کی کھڑکی کھولو میں اسی طرف سے مسجد جاؤں گا ابن عمر اٹھے ادھر سے وہ بھی کھول رہے تھے پٹ کھلا تو سانپ نظر آیا، عبداللہ نے دوڑ کر مارنا چاہا۔ انہوں نے روکا کہ حضور ﷺ نے گھر کے سانپوں کو مارنے کی ممانعت فرمائی ہے۔

حضرت ابوالہیثم بن التیہان رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

مالک نام ابوالہیثم کنیت قبیلہ اوس سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے مالک بن التیہان بن مالک بن عتیک بن عمرو بن عبد الاعلم بن عامر بن زعوراء بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس۔

زعوراعبد الاشہل کا بھائی تھا۔اس بناپر ابوالہیثم اسید بن حضیر کے ابن عم ہیں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ عبد الاشہل سے محض حلیفانہ تعلق تھا۔ دراصل وہ خاندان بلی کے ایک فرد تھے ابن سعد کی یہی رائے ہے لیکن کثرت رائے پہلی روایت کی جانب ہے۔

اسلام:

وہ جاہلیت ہی میں توحید کے قائل تھے ابن سعد میں ہے:

وکان اسعد بن زرارة وابو الهیثم بن التیهان متکلمان بالتوحید بیثرب

یعنی مدنیہ میں اسعد بن زرارہ اور ابوالہیثم بن تیہانؓ توحید کا خیال ظاہر کرتے تھے۔

اسعد بن زرارہؓ ۶ آدمیوں کے ساتھ جب مکہ سے مسلمان ہو کر آئے تو ابوالہیثمؓ سے اپنا مسلمان ہونا بیان کیا اور اسلام کی تعلیم پیش کی، ابوالہیثمؓ پہلے ہی دین الفطرت

کے متلاشی تھے فوراً اس صدا کو لبیک کہا۔

اس کے ایک سال بعد ۱۲ آدمیوں کا جو وفد مکہ گیا ابوالہیثمؓ اس میں شامل تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مقدس پر بیعت کی دوسرے سال ۷۰ آدمیوں کے ساتھ گئے اور بیعت حرب میں شریک ہوئے کہتے ہیں کہ اس میں سب سے پہلے بیعت کے لیے جس شخص نے ہاتھ بڑھایا وہ ابوالہیثمؓ تھے بنو عبد الاشہل کا یہی بیان ہے اور موسیٰ بن عقبہ نے امام زہری سے یہی نقل کیا ہے۔ اس بارے میں بیانات مختلف ہیں، بنو نجار اسعد بن زرارہ کے تاج عظمت پر طرہ لگاتے ہیں بنو سلمہ کعب بن مالک کو پیش کرتے ہیں اور بعض لوگ ان سب کے علاوہ براء بن معرور کا نام لیتے ہیں بیعت کے بعد نقیبوں کا انتخاب ہوا بنو عبد الاشہل میں اسید بن حضیر اور ابوالہیثمؓ اس منصب کے لیے پیش کیے گئے۔

غزوات:

عثمان بن مظعون سے کہ بڑے پایہ کے مہاجر تھے رشتہ اخوت قائم ہوا غزوات عہد نبوت میں کسی غزوہ کی شرکت سے محروم نہیں رہے۔

وفات:

حضرت عمر کے زمانہ خلافت ۲۰ ہجری میں وفات پائی، بعض لوگوں کا قول ہے کہ جناب امیر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت تک زندہ تھے اور صفین میں ان کی طرف سے لڑ کر شہید ہوئے، لیکن یہ صحیح نہیں، واقدی نے صاف تصریح کی ہے کہ صفین میں ان کی شرکت کی خبر بے بنیاد ہے اس کے ماسوا ۲۰ ہجری میں فوت ہونے پر

زہری صالح بن کیسان اور حاکم جیسے جلیل القدر محدثین کی روایتیں موجود ہیں، ان کے مقابلہ میں ایک مشکوک اور بے سند روایت کہاں تک قابل اعتبار ٹھہر سکتی ہے؟

اخلاق:

حب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ذیل کا واقعہ شاہد عدل ہے۔

ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلاف معمول باہر تشریف لائے حضرت ابو بکر بھی پہنچے پوچھا ابو بکر اس وقت کیسے آئے عرض کی حضور کی زیارت کو تھوڑی دیر میں حضرت عمر بھی آ گئے۔ ان سے بھی یہی سوال ہوا، انہوں نے کہا یارسول اللہ اس وقت بھوک یہاں لائی، ارشاد ہوا میں بھی بھوکا ہوں۔ تینوں بزرگ ابوالہیثمؓ کے یہاں چلے ابوالہیثمؓ کے پاس کھجور کے باغات اور بکریوں کے ریوڑ تھے لیکن کوئی نوکر نہ تھا اور تمام کام خود انجام دیتے تھے اس وقت وہ گھر میں موجود نہ تھے مکان پر پہنچ کر آواز دی ان کی بیوی نے کہا پانی بھرنے گئے ہیں، تھوڑی دیر میں مشک لیے ہوئے آتے دکھائی دیئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر مشک رکھ دی اور آپ سے لپٹ کر نہایت ذوق و شوق سے کہنے لگے۔ میرے ماں باپ آپ پر فدا اس کے بعد اپنے باغ میں لے گئے بیٹھنے کے لیے کوئی چیز بچھادی اور خود چھوہاروں کی ایک شاخ کاٹ لائے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پکے چھوہارے لائے ہوتے عرض کی اس میں پکے گدر ہر قسم کے ہیں جو مرغوب خاطر ہو آپ اس کو نوش فرمائیں، چھوہارے کھلانے کے بعد پانی پلایا پانی نہایت صاف اور شیریں تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھانے کے بعد فرمایا دیکھو کتنی نعمتیں ہیں سایہ عمدہ، چھوہارے، ٹھنڈا پانی خدا کی قسم ان کا

قیامت کے دن سوال ہوگا۔ ابو الہیثمؓ اپنے معزز مہمانوں کو باغ میں چھوڑ کر مکان آئے اور کھانے کا سامان کیا۔

حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ دودھ دینے والی بکری ذبح نہ کرنا انہوں نے ایک بچہ ذبح کرایا اور اس کو بھون کر حضور کی خدمت میں لائے حضور ﷺ نے کھانے کے بعد پوچھا تمہارے پاس نوکر ہے، عرض کیا نہیں، فرمایا جب میرے پاس قیدی آئیں تو آنا اسی اثنا میں دو قیدی آئے ابو الہیثمؓ سے ارشاد ہوا کہ ایک کو پسند کر لو انہوں نے حضور ﷺ پر چھوڑا آپ نے ایک کو اس بناء پر منتخب کیا کہ وہ نماز پڑھتا تھا ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ اس سے اچھا برتاؤ کرنا۔ غلام کو لے کر گھر آئے اور بیوی سے یہ قول نقل کیا۔ بیوی بھی نہایت سمجھدار ملی تھیں، بولیں فرمان نبوی کی تعمیل منظور ہے تو ان کو آزاد کردو انہوں نے ایسا ہی کیا حضور ﷺ کو خبر ملی تو نہایت مسرور ہوئے اور میاں بیوی دونوں کی مدح فرمائی۔

حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

اسعد نام، ابو امامہ کنیت، خیر لقب قبیلہ خزرج سے تھے اور نجار کے خاندان سے وابستہ تھے نسب نامہ یہ ہے اسعد بن زرارہ بن عبید بن ثعلبہ بن غنم بن مالک بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج۔

بعثت نبوی سے قبل اگرچہ جزیرہ عرب میں پورا خطہ کفر و ظلمت کا گڑھ تھا، تاہم چند نفوس اپنی فطرت سلیمہ کے اقتضاء سے توحید کے قائل ہو گئے تھے حضرت اسعد بن زرارہؓ بھی انہی لوگوں میں تھے

اسلام:

اسی زمانہ میں مکہ میں اسلام کی صدا بلند ہوئی اسعد بن زرارہؓ اور ذکوان بن عبد قیسؓ نے جو عقبہ بن ربیعہ کے پاس مکہ آئے تھے ان سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات بیان کیے۔

انہیں سن کر ذکوان نے اسعدؓ سے کہا دونک ھذا دینک یعنی تم کو جس چیز کی تلاش تھی وہ موجود ہے اب اس کو اختیار کر لو چنانچہ حضرت اسعدؓ اٹھ کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور توحید و رسالت کا اقرار کیا۔ مکہ سے ایمان واسلام کا جو جذبہ ساتھ لائے تھے وہ مدینہ آکر ظاہر ہوا چنانچہ اسلام کی تبلیغ شروع کی۔

سب سے پہلے ابوالہیثمؓ سے ملے اور اپنے ایمان لانے کا تذکرہ کیا ابوالہیثمؓ بولے کہ تمہارے ساتھ میں بھی حضور ﷺ کی رسالت کا اقرار کرتا ہوں۔

اس بناپر انصار میں جو شخص سب سے پہلے اسلام سے مشرف ہوئے وہ حضرت اسعد بن زرارہؓ ہیں۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ وہ عقبہ اولی میں ٦ آدمیوں کے ساتھ مسلمان ہوئے تھے بہر حال عقبہ اولی کے دوسرے سال ١٢ آدمیوں کے ساتھ مکہ آئے اور تیسرے سال عقبہ کبیرہ کی بیعت میں شرکت کی، کہتے ہیں کہ اسعدؓ نے سب سے پہلے بیعت کے لیے ہاتھ بڑھایا تھا اس بیعت میں حضور ﷺ نے ان کو بنو نجار کا نقیب تجویز فرمایا حضرت اسعد رضی اللہ عنہ نقیبوں میں سن و سال کے لحاظ سے سب سے چھوٹے تھے۔

لیکن اس صغر سنی کے باوجود جوش ایمان شباب پر تھا، حرہ بنی بیاضہ میں جس کو نقیع الخضمات بھی کہتے ہیں، باجماعت نماز کا انتظام کیا اور چالیس آدمیوں کے ساتھ جمعہ ادا فرمایا ہے حضرت کعب بن مالکؓ جو اصحاب عقبہ میں تھے جمعہ کی اذان سنتے تو حضرت اسعد کے لیے دعائے مغفرت کیا کرتے تھے کہ اس کار خیر کی بنیاد اسی خیر مجسم کے مبارک ہاتھوں سے پڑی تھی، سچ ہے

من سنن سنة حسنة فله أجرها واجر من عمل بها الی یوم القیامة

اس زمانہ میں حضور ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو داعی اسلام بنا کر مدینہ روانہ فرمایا تو اسعد بن زرارہ نے ان کو اپنے گھر میں مہمان اتارا۔

ہجرت نبوی کے بعد اگرچہ وحی اسلام کا مسکن حضرت ابوایوبؓ کا کاشانہ تھا لیکن حضور ﷺ کی اونٹنی اسعد بن زرارہؓ کی مہمان تھی۔

مسجد نبوی کی تعمیر کے لیے جو جگہ تجویز ہوئی تھی وہ زمین سہل اور سہیل نامی دو یتیموں کی ملک تھی، جو اسعد بن زرارہؓ کی نگرانی میں تربیت پاتے تھے حضور ﷺ نے ان کے مربی سے زمین کی قیمت دریافت کی تو یتیموں نے عرض کیا کہ ہم صرف خدا سے اس کی قیمت چاہتے ہیں، لیکن چونکہ حضور ﷺ کو بلا قیمت لینا منظور نہ تھا اس لیے حضرت ابو بکرؓ سے اس کے دام دلوائے۔

بعض روایتوں میں ہے کہ اسعد بن زرارہ نے ان یتیموں کو اپنا ایک باغ جو بنی بیاضہ میں تھا اس زمین کے معاوضہ میں دیا تھا۔

وفات:

ابھی مسجد نبوی کی عمارت تیار ہو رہی تھی کہ شوال اھجری میں پیغام اجل آیا حلق میں ایک درد اٹھا جس کو ذبحہ کہتے ہیں۔ حضور ﷺ عیادت کو تشریف لے گئے اور دست مبارک سے اس کو داغا، لیکن یہ درد پیغام اجل تھا اس لیے روح جسم سے پرواز کر گئی حضور ﷺ کو سخت رنج ہوا، فرمایا کیا کہوں یہ کیسی بری موت ہوئی؟ اب یہودیوں کو کہنے کا موقع ملے گا کہ پیغمبر تھے تو اپنے دوست کو اچھا کیوں نہ کر دیا حالانکہ ظاہر ہے کہ میں قضا کا کیا علاج کر سکتا ہوں یہ واقعہ غزوہ بدر سے قبل کا ہے۔

جنازہ کی نماز حضور ﷺ نے پڑھائی اور بقیع میں لے جا کر دفن کیا۔ کہتے ہیں کہ ہجرت کے بعد یہ پہلی موت تھی، یہ بھی خیال ہے کہ حضور ﷺ نے سب سے پہلی نماز جنازہ انہی کی پڑھی تھی اور انصار کے خیال کے مطابق بقیع میں سب سے پہلے دفن ہونے والے مسلمان یہی تھے۔

چونکہ اسعدؓ بنو نجار کے نقیب تھے اس لیے ان کی وفات پر اس خاندان کے چند ارکان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے اور درخواست کی کہ ان کی جگہ پر کسی کو نقیب تجویز فرمایا جائے ارشاد ہوا کہ تم لوگ میرے ماموں ہو اس لیے میں خود تمہارا نقیب ہوں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نقیب بننا بنو نجار کے لیے ایسا لازوال شرف تھا جس پر وہ ہمیشہ فخر وناز کیا کرتے تھے۔

اولاد:

حضرت اسعدؓ نے دو لڑکیاں چھوڑیں، اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کے متعلق وصیت کی چنانچہ آپ نے ان کا ہمیشہ خیال رکھا اور دونوں کو سونے کی بالیاں جن میں موتی پڑے ہوئے تھے پہنائیں۔

حضرت ابو قیس صرمہ رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

صرمہ نام، ابو قیس کنیت سلسلہ نسب یہ ہے صرمہ بن ابی انس بن مالک بن عدی بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار۔

اسلام سے پہلے حضرت صرمہؓ میں چند ایسی باتیں تھیں جنہوں نے ان کو پوری قوم میں معزز بنا دیا تھا دنیا ترک کی راہب بنے، ٹاٹ پہنا، بت پرستی اور جنابت سے غسل کیا، ان شریف خصلتوں کے بعد نصرانیت کا خیال ہوا تھا لیکن فطرت نے خلیل بت شکن کے آستانہ پر پہنچایا اور دین حنیفی میں داخل ہو گئے اسلام سے قبل ایک عبادت گاہ بھی بنائی اور فرماتے تھے۔ اعبد رب ابراھیم! میں ابراہیم کے خدا کی پرستش کرتا ہوں

اس معبد میں ناپاک مرد اور عورت کو جانے کی اجازت نہ تھی کے حضرت صرمہ خود بھی ایسے گھروں میں جہاں جنب اور حائضہ عورت ہو نہیں جاتے تھے

اسلام:

بڑھاپے میں تھے کہ سرزمین مدینہ میں اسلام کا نعرہ بلند ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے۔ انہوں نے نہایت جوش سے خیر مقدم کیا اور اسلام کے شرف سے مشرف ہوئے۔

غزوات کی شرکت سے ضعف بڑھاپے مانع رہا۔

وفات:

۱۲۰ سال کے سن میں وفات پائی ان کے اشعار سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے۔

بدالی انی عشت تسعین حجة

وعشر اول وما بعدها ثمانیا

فلم الفها لما صفت وعدوتها

بحسبها في الدهر الا لیالیا

فضل وکمال:

حضرت صرمہؓ جاہلیت کے سعدی تھے ان کا موضوع اخلاق تھا۔

صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں

له اشعار کثیرة حسان فیها حکم وصایا

ان کے اکثر اشعار حکمت و نصیحت سے لبریز ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ ان کے ہاں جاتے اور ان کے شعر لاتے تھے۔

اخلاق:

گزشتہ واقعات میں ترک بت پرستی اخلاق حسنہ کی طرف سبقت اور رذائل سے اجتناب و تنفر کا تذکرہ ہو چکا ہے اس سے حضرت صرمہ رضی اللہ عنہ کی فطری صلاحیت معلوم ہوئی ہوگی۔ ایام جاہلیت میں حق کا قائل ہونا اور خدا کی تعظیم و تقدیس بالکل غیر معمولی بات تھی وہ اپنے اشعار میں اکثر خدا کا تذکرہ کرتے تھے اور عظمت کے

ساتھ کرتے تھے۔

قبول اسلام کے بعد ضعف بڑھاپے کے باوجود روزہ رکھتے تھے اور دن بھر کھیت میں کام کرتے تھے ایک شام کو مکان آئے اور افطار کے لیے کھانا مانگا اس کے آنے میں کچھ دیر ہوئی یہ محنت سے چور تھے آنکھ لگ گئی، ابتدائے اسلام میں قاعدہ تھا کہ افطار کے وقت کوئی سو جائے تو رات اور دوسرے دن تک روزہ رکھتے بیوی نے سوتا دیکھا تو کہا خيبةلك تم پر افسوس ہے صبح اٹھے تو سخت نڈھال تھے۔ دن چڑھے غش آ گیا حضور ﷺ کے پاس آئے پوچھا ابو قیسؓ کیسے ہو؟ انہوں نے واقعہ بیان کیا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی كلوا واشربوا حتى يتبين لكم الخيط الابيض من الخيط الاسود" یعنی تم لوگ طلوع فجر تک کھانا کھا سکتے تھے اس سہولت کو سن کر تمام لوگ باغ باغ ہو گئے۔

حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

عبدالرحمن نام، ابو حمید کنیت، قبیلہ خزرج کے خاندان ساعدہ سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے عبدالرحمن بن سعد بن منذر بن سعد بن خالد بن ثعلبہ بن حارثہ بن عمرو بن خزرج ابن ساعدہ والدہ بھی اسی قبیلہ سے تھیں، ان کا پورا نام یہ ہے امامہ بنت ثعلبہ بن جبل بن امیہ بن عمرو بن حارثہ بن عمرو بن خزرج۔

اسلام:

(غالباً) ہجرت کے بعد اسلام قبول کیا۔

غزوات:

احد اور مابعد کے تمام غزوات میں شریک ہوئے وادی القری اور تبوک کی شرکت خود ان کی روایت سے ثابت ہوتی ہے۔

وفات:

امیر معاویہ کے آخر عہد خلافت یا یزید کے ابتدائی دور حکومت میں وفات پائی۔

اولاد:

ایک لڑکا چھوڑا منذر نام تھا۔

فضل وکمال:

ان کے سلسلہ سے ۲۶ حدیثیں مروی ہیں، حضرت جابر بن عبداللہ، عروہ ابن زبیر ،عباس بن سہل، محمد بن عمرو بن عطاء، خارجہ بن ثابت ، عبدالملک بن سعید بن سوید، عمرو بن سلیم زرقی ،اسحاق بن عبداللہ بن عمرو، سعید بن منذر (پوتے تھے) عبدالرحمن بن سعید جیسے اکابران سے حدیث روایت کرتے ہیں۔

روایت حدیث میں سخت محتاط تھے ایک مرتبہ ایک حدیث بیان کی تو فرمایا:

سمع اذنی بصر عيني وسلوازيد بن ثابت

اس واقعہ کو میرے کانوں نے سنا اور آنکھوں نے دیکھا اس کو زید بن ثابت سے پوچھ سکتے ہو۔

اس کا سبب جیسا کہ ابوحمید کی حدیث سے ثابت ہے حضور ﷺ کا یہ ارشاد ہے

ان النبي صلى الله عليه وسلم قال اذا سمعتم الحديث عنى تعرفه قلوبكم وتلين له اشعار كم و ابشاركم وترون انه منكم قريب فانا اولاكم به واذا اسمعتم الحديث عنى تنكره قلوبكم وتنفر منه اشعار كم و ابشار كم وترون انه منكم بعيد فانا ابعد كم منه.

حضور ﷺ نے فرمایا جب تم کسی سے میری کوئی حدیث سنو تو یہ دیکھو کہ تمہارا دل کیا گواہی دیتا ہے اگر دل بول اٹھے، نفس نرم ہو جائے اور عقل صحیح سمجھے تو میرا کلام ہونے میں کچھ شک نہیں، اور اگر دل کراہیت کرے طبیعت متنفر ہو اور بعید از قیاس معلوم ہو تو میرا قول ہر گز نہیں ہو سکتا۔

یہ حدیث در حقیقت احادیث کے پرکھنے اور جانچنے کی کسوٹی ہے، شارع علیہ السلام

کا ہر ہر لفظ احکام، اسرار شریعت، مصالح عامہ، تزکیہ باطن، اور اثر و تاثیر میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے اس بناپر جو حدیث ان اوصاف سے خالی ہو اس کے جعلی اور موضوع ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے، صحابہ میں فن درایت اس کی بدولت پیدا ہوا تھا۔

اخلاق:

ان کے تمام اوصاف میں خدمت رسول اللہ زیادہ نمایاں ہے ایک مرتبہ حضرت کی خدمت میں خالص دودھ جس کو خوب سرد کیا تھا پیالہ میں لے کر آئے لیکن کھلا لائے تھے ارشاد ہوا اس کو ڈھانپ کے لاتے خواہ لکڑی ہی رکھ کر۔

حضور ﷺ کی نماز اچھی طرح محفوظ رکھی تھی ایک مرتبہ صحابہ کے مجمع میں (جن کی تعداد مسند میں ۱۰ ہے اور ابو قتادہ کے بھی وہاں موجود ہونے کا تذکرہ ہے) انہوں نے کہا انا احفظکم بصلاۃ رسول اللہ یعنی مجھے رسول اللہ ﷺ کی نماز تم سب سے زیادہ یاد ہے۔

حضرت اصیرم رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

عمرو نام،اصیرم لقب قبیلہ اوس سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے عمرو بن ثابت بن وقش بن زغبہ بن زعورا بن عبد الاشہل، والدہ کا نام لیلی بنت یمان تھا اور حضرت حذیفہ مشہور صحابی کی ہمشیرہ تھیں۔

اسلام:

ابتداءً اسلام سے متنفر تھے ان کے قبیلے کے تمام زن ومرد حضرت سعد بن معاذؓ کے اشارہ سے مسلمان ہو گئے تھے لیکن یہ اپنے اس قدیم مذہب پر قائم تھے۔ لیکن غزوہ احد میں جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میدان کی تیاریاں کیں تو ان کے دل میں یکا یک حق و صداقت کا جوش پیدا ہوا، سنن ابو داؤد میں ہے کہ ایام جاہلیت میں ان کا سودی لین دین تھا اور قرض داروں کے ذمہ قرض بہت باقی تھا یہ اپنا روپیہ وصول کر کے مسلمان ہونا چاہتے تھے کیونکہ اسلام میں سود کی ممانعت تھی احد کے موقع پر غالباً روپیہ وصول ہو چکا تھا اس لیے مسلمان ہونے کا عزم بالجزم کر لیا۔

احد کی روانگی کے وقت تمام صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے جن میں اصیرمؓ کے خاندان عبد الاشہل کے لوگ بھی تھے اصیرمؓ اپنے محلہ میں ہر طرف سناٹا دیکھ کر گھر آئے۔ پوچھا میرے خاندان کے لوگ کہاں گئے؟ جواب ملا احد۔

گو اس وقت تک انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا تاہم زرہ اور خود پہنی اور

گھوڑے پر سوار ہو کر احد کی طرف روانہ ہو گئے۔

حضور ﷺ کے پاس پہنچ کر پوچھا، لڑوں یا مسلمان ہوں؟ ارشاد ہوا دونوں کام کرو پہلے مسلمان ہو پھر لڑائی میں شرکت کرو عرض کی یارسول اللہ ﷺ میں نے ایک رکعت نماز بھی نہیں پڑھی، ایسی صورت میں اگر مارا گیا تو کیا میرے لیے بہتر ہو گا، فرمایا

ہاں! چنانچہ کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے۔

احد کی شرکت اور شہادت:

اور تلوار لے کر میدان کی طرف روانہ ہوئے مسلمانوں کو اس کا بالکل علم نہ تھا ان کو دیکھ کر کہا تم یہاں سے واپس جاؤ جواب دیا کہ میں بھی مسلمان ہوں۔ لڑائی شروع ہوئی تو نہایت بہادری سے مقابلہ کیا اور کفار کی صف میں کھڑے بہت سے زخم کھائے، زخم اتنے کاری تھے کہ اٹھنے کی بھی تاب نہ تھی، قبیلہ عبد الاشہل کے لوگ شہداء کی تلاش میں نکلے تو دیکھا کہ اصیرمؓ بھی مردوں میں پڑے ہیں۔ ابھی تک کچھ کچھ سانس آرہی تھی، پوچھا تم کہاں؟ شاید قومی حمیت کھینچ لائی بولے نہیں میں مسلمان ہو کر خدا اور رسول کی طرف سے شریک ہوا ہوں، میدان سے اٹھا کر گھر لائے تمام خاندان میں یہ خبر مشہور ہو گئی قبیلہ عبد الاشہل کے سردار حضرت سعد بن معاذؓ نے سنا تو ان کے گھر تشریف لائے اور ان کی بہن سے واقعہ دریافت کیا، ابھی یہ مجمع منتشر نہ ہوا تھا کہ روح مطہر جسم سے پرواز کر گئی۔

حضور ﷺ کو خبر ہوئی تو فرمایا

عملاً قلیلاً واجراً کثیراً. اس نے عمل تھوڑا کیا لیکن اجر بہت پایا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ

انه لمن اهل الجنة. وہ یقیناً جنتی ہیں۔

چونکہ یہ واقعہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے عجیب تھا اس لیے لوگوں نے اس کے یاد رکھنے میں خاص اہتمام کیا، حضرت ابو ہریرہؓ اپنے شاگردوں سے دریافت فرماتے کہ کوئی ایسا شخص بتاؤ جس نے ایک وقت میں بھی نماز نہ پڑھی ہو اور سیدھا جنت میں داخل ہو گیا ہو جب لوگ جواب نہ دیتے تو فرماتے اصیرم عبد الاشہل

حضرت ابوزید عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

عمرو نام ابوزید کنیت سلسلہ نسب یہ ہے عمرو بن اخطب بن رفاعہ بن محمود ابن یسیر بن عبد اللہ بن صیف بن یعمر بن عدی بن ثعلبہ بن عمرو بن عامر ماء السماء اگرچہ عدی ابن ثعلبہ کی اولاد تھے مگر اس کے برادر خزرج کی نسل سے مشہور ہوئے اور عرب میں یہ کوئی نئی بات نہیں، صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں

کثیرا ما تفعل العرب هذا تنسب ولد الاخ الی عمهم لشهرته

"عرب میں بسا اوقات چچا کے مشہور ہونے کی وجہ سے بھتیجا بھی اس کا بیٹا مشہور ہو جاتا ہے"

بعض لوگوں نے ان کو حارث بن خزرج کی اولاد بتایا ہے۔

اسلام:

ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے۔

غزوات:

۱۳ غزوات میں شرکت کی۔

وفات:

عہد نبوت کے بعد بصرہ میں مقیم رہے اور یہیں ۱۲۰ سال کی عمر پاکر انتقال کیا۔

اولاد:

حسب ذیل اولاد چھوڑی بشیر اور عزرہ بن ثابت محدث کی والدہ۔

حلیہ:

حلیہ یہ تھا، خوبصورت اور میانہ رو تھے، لنگڑا کر چلتے تھے۔

فضل وکمال:

چند حدیثیں روایت کیں، جو صحیح مسلم اور سنن میں موجود ہیں، راویوں میں حسب ذیل اصحاب ہیں، علبائ بن احمر یشکری، حسن بن ابی الحسن البصری، ابو نھیک ازدی، انس بن سیرین، ابوالخلیل، تمیم بن حویص، سعید بن قطن، ابو قلابہ عمرو بن بجدان، حسن بن محمد عبدس، تمیم بن مریض۔

اخلاق:

حب رسول علانیہ نمایاں تھی حضور ﷺ بھی ان سے محبت کرتے تھے ایک مرتبہ جسد اطہر سے کرتا اٹھا دیکھ کر فرمایا یہاں آؤ اور میری پیٹھ چھوؤ ہاتھ پیٹھ سے ختم نبوت پر پہنچا اور اس کو اچھی طرح دیکھا۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ نے پانی مانگا پیالہ میں بال پڑا تھا انہوں نے جلدی سے نکالا حضور ﷺ نہایت خوش ہوئے سر اور چہرہ پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا خدایا اس کو صاحب جمال کر۔ جن لوگوں نے ان کو ۹۳-۹۴ سال کے سن میں دیکھا بیان کرتے ہیں کہ سر اور داڑھی میں ایک بال بھی سفید نہ ہوا تھا۔ وفات کے وقت

جب ۱۲۰ سال کی عمر تھی سر کے بال سفید ہو گئے تھے۔

حضرت ابو عمرہ رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

بشیر نام، ابو عمرہ کنیت، قبیلہ خزرج کے خاندان نجار سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے بشیر بن عمرو بن محصن بن عمرو بن عتیک بن عمرو بن مبذول (عامر) بن مالک بن نجار۔ والدہ کا نام کبشہ بنت ثابت تھا قبیلہ نجار سے تھیں اور حضرت حسان بن ثابت کی ہمشیرہ تھیں۔

بیعت عقبہ میں مشرف باسلام ہوئے۔

غزوات:

بدر احد اور تمام غزوات میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شرکت کی بدر یا احد میں اپنے بھائیوں کے ہمراہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے فی کس ایک حصہ اور گھوڑے کو دو حصے مرحمت فرمائے۔ معرکہ صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ تھے اور ایک روایت ہے کہ اس جنگ میں ایک لاکھ درہم سے اعانت بھی کی تھی۔

وفات:

میدان میں پہنچے تو بایں ہمہ بڑھاپے ۳۰ تیر چلائے اور پھر خود روزہ کی حالت میں جام شہادت نوش فرمایا۔

اولاد:

دولڑکے چھوڑے بیوی کا نام معلوم نہیں، مقوم بن عبد المطلب کہ حضور ﷺ کے چچا تھے ان کی بیٹی تھیں۔

حضرت اوس بن خولی رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

اوس نام ابو لیلیٰ کنیت قبیلہ خزرج سے ہیں نسب نامہ یہ ہے اوس بن خولی ابن عبد اللہ بن حارث بن عبید بن مالک بن سالم بن غنم بن عوف بن خزرج بن الحارث بن الخزرج۔

اسلام:

ہجرت کے بعد مسلمان ہوئے۔

غزوات:

شجاع بن وہب اسدیؓ سے مواخاۃ ہوئی، بدر احد اور تمام غزوات میں شریک ہوئے ابن ابی الحقیق یہودی کے قتل کو جو سریہ گیا تھا اس میں بعض کے خیال کے مطابق یہ بھی شامل تھے۔

عمرۃ القضا میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمرکاب تھے، چونکہ آپ کو قریش سے فریب کا خوف تھا، اس لیے مر الظہران میں ٹھہر کر اوس کو دو سو آدمیوں کے ساتھ بطن یا حج کی طرف روانہ کیا اوس ذی طوی پہنچ کر مقیم ہوئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب انتقال فرمایا تو گھر کے اندر حضرت عباس، علی، فضل، قثم (رضوان اللہ اجمعین) اور شقران کے سوا کوئی نہ تھا، صحابہ میں ہر شخص اندر جانے کا

متمنی تھا، لیکن ان بزرگوں نے ہجوم کے خوف سے دروازے بند کر لیے تھے انصار نے متفقاً آواز دی کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ننہالی اعزہ ہیں، اور ہمارا اسلام میں جو رتبہ ہے وہ سب کو معلوم ہے ادھر اوس بن خولیؓ نے حضرت علیؓ کو اپنے بلانے کے لیے قسم دی آپ نے فرمایا ایک شخص جس کو منتخب کر لو اندر آ سکتا ہے۔ سب نے اوس پر اتفاق کیا اس وقت دروازہ کھلا اور وہ اندر جا کر بیٹھ گئے۔

لیکن اس کے بعد اٹھے اور پانی پہنچانے کی خدمت انجام دی، قوی آدمی تھے، ایک ہاتھ سے گھڑا اٹھا کر لاتے تھے۔

دفن کے وقت اہل بیت کے ساتھ اوس بن خولی رضی اللہ عنہ بھی لحد میں اترے۔

وفات:

شہسواری کتابت اور تیر نا خوب جانتے تھے جو شخص عرب میں ان چیزوں کا ماہر ہوتا تھا اس کو کامل کہتے تھے صاحب اسد الغابہ ان کے متعلق لکھتے ہیں

كان من الكملة. ”کاملین میں تھے۔

حضرت ابو عبس بن جبیر رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

عبدالرحمن نام، ابو عبس کنیت، قبیلہ اوس کے خاندان حارثہ سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے عبدالرحمن بن جبیر بن عمرو بن زید بن جشم بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس، جاہلیت میں عبدالعزی نام تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدل کر عبدالرحمن رکھا۔

اسلام:

ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے اور ابو بردہ رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لے کر بنو حارثہ کے بت توڑے۔ خنیس بن حذافہ سے برادری قائم ہوئی۔

غزوات:

تمام غزوات میں شریک ہوئے غزوہ بدر میں ۴۸ سال کا سن تھا۔

بنو نضیر میں کعب بن اشرف ایک یہودی تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمان سب اس سے پریشان تھے، اس لیے انصار کی ایک جماعت اس کے قتل کے لیے آمادہ ہوئی۔

حضرت ابو عبس رضی اللہ عنہ بھی ان میں شامل تھے۔

۳۴ھ میں انتقال کیا۔ بیماری میں حضرت عثمان عیادت کو تشریف لائے لیکن

مرض اور بڑھاپے نے جانبر نہ ہونے دیا حضرت عثمانؓ نے نماز جنازہ پڑھی اور بقیع میں لے جا کر دفن کیا، ابو بردہ بن دینارؓ، محمد بن مسلمہؓ، قتادہ بن نعمانؓ، سلمہ بن سلامہ بن وقشؓ جیسے اکابر قبر میں اترے وفات کے وقت عام روایت کے مطابق ۷۰ سال کے تھے۔ لیکن یہ نہیں اوپر گزر چکا ہے کہ بدر میں ۴۸ برس کا سن تھا اس لیے ان کی عمر ۸۰ سال قرار پاتی ہے استیعاب کے ایک نسخہ میں ۷۰ کے بجائے ۹۰ سال مذکور ہے

اولاد:

محمد اور زید دو لڑکے چھوڑے۔

حلیہ:

رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہی میں آنکھ جاتی رہی تھی، آپ نے ان کو ایک عصا دیا تھا کہ اس کو لے کر چلنے میں روشنی معلوم ہو گی، ضعیفی میں جب بال سفید ہو گئے، مہندی کا خضاب لگاتے تھے۔

فضل وکمال:

ایام جاہلیت ہی میں علم کا شوق تھا صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں:

كان يكتب بالعربي قبل الاسلام

اسلام سے قبل وہ عربی لکھ لیتے تھے۔

مسلمان ہو کر قرآن وحدیث سیکھی، ۵ حدیثیں ان کے سلسلہ سے ہم تک پہنچی

ہیں، جن کے روایت کرنے والے رافع بن خدیج کے پوتے عبایہ ہیں۔

حضرت ابو زید رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

قیس نام، ابو زید کنیت، قاری لقب، قبیلہ خزرج سے ہیں نسب نامہ یہ ہے قیس بن السکن بن قیس بن زعور ابن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار حضرت انس بن مالک صحابی مشہور کے چچا ہوتے تھے۔

غزوات:

غزوہ بدر میں شریک ہوئے۔

وفات:

خلافت فاروقی میں جسر ابو عبید کے معرکہ میں شہادت پائی یہ ۱۵ ہجری کی اخیر تاریخوں کا واقعہ ہے۔

اولاد:

کوئی صلبی یادگار نہ تھی اس لیے حضرت انسؓ کو میراث پہنچی۔

فضل و کمال:

معنوی یادگاریں بہت ہیں اور لاکھوں سے متجاوز ہیں، حضرت ابو زیدؓ انصار کے ان چار حفاظ میں ہیں جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں پورا قرآن یاد کر لیا تھا اس

بناپر آج جس قدر حافظ موجود ہیں ان کا سلسلہ روایت ان بزرگوار تک منتہی ہوتا ہے۔

حضرت ابو اسید ساعدی رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

مالک نام، ابو اسید کنیت، قبیلہ خزرج سے ہیں۔ نسب نامہ یہ ہے مالک بن ربیعہ ابن بدن بن عامر بن حارثہ بن عمرو بن خزرج بن ساعد بن کعب بن خزرج اکبر

اسلام:

ہجرت سے قبل اسلام لائے۔

غزوات:

تمام غزوات میں شرکت کی، غزوہ بدر کی شرکت صحیح بخاری میں مذکور ہے۔ فتح مکہ میں بنو ساعدہ کا جھنڈا ان کے پاس تھا۔

اولاد:

حسب ذیل اولاد چھوڑی، حمید، زبیر، منذر، حمزہ، ان کی اولاد مدینہ اور بغداد میں سکونت رکھتی تھی۔

حلیہ:

حلیہ یہ تھا، قد کوتاہ، بال گھنے، سر اور داڑھی سفید، کبھی خضاب بھی لگاتے تھے۔ حضرت عثمان کے دور خلافت میں آنکھ جاتی رہی تھی۔

فضل وکمال:

حضور ﷺ سے چند حدیثیں روایت کیں، راویوں میں اصحاب ذیل داخل ہیں حضرت انس بن مالکؓ ، حضرت سہل بن سعدؓ ، عباس بن سہلؓ ، علی بن عبیدؓ ،ابو سعیدؓ،ابو سلمہؓ،عبد الملک بن سعید،ابن سوید،ابراہیم بن سلمہ بن طلحہ،قرہ بن ابی قرہ، یزید بن زیاد۔

حضرت براء بن مالک رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

براء نام، حضرت انس بن مالک مشہور صحابی کے علاتی بھائی ہیں۔ ماں کا نام سمحاء تھا، بعض لوگوں نے ان کو حضرت انس کا حقیقی بھائی قرار دیا ہے جو صحیح نہیں حضرت ام سلیمؓ کی جس قدر اولادیں پیدا ہوئیں رجال کی کتابوں میں بالتفصیل مذکور ہیں۔اس میں براء کا کہیں نام نہیں۔

اسلام:

انصار مدینہ کے سر بر آوردہ اشخاص تو مکہ جا جا کر مسلمان ہو چکے تھے عام طبقہ ہجرت نبوی سے پہلے اور بعد تک حلقہ اسلام میں داخل ہوتا رہا۔ حضرت براءؓ بھی اسی زمانہ میں مسلمان ہوئے ہوں گے۔

غزوات:

بدر میں شریک نہ تھے احد اور اس کے بعد کے تمام غزوات میں شرکت کی، جنگ یمامہ میں جو مسیلمہ کذاب (مدعی نبوت) سے ہوئی تھی، نہایت نمایاں حصہ لیا۔ حضرت خالدؓ سردار لشکر تھے براءؓ نے کہا کہ تم اٹھو، وہ گھوڑے پر سوار ہوئے اور حمد وثنا کے بعد مسلمانوں سے کہا مدینہ والو! آج مدینہ کا خیال دل سے نکال دو آج تم کو صرف خدا اور جنت کا خیال رکھنا چاہیے۔ اس تقریر سے تمام لشکر میں جوش کی

ایک لہر پیدا ہو گئی اور وہ لوگ گھوڑوں پر چڑھ چڑھ کر ان کے ساتھ ہو گئے۔

ایک سردار سے براءؓ کا مقابلہ ہوا وہ بڑے ڈیل ڈول کا آدمی تھا، انہوں نے اس کے پاؤں پر تلوار ماری، وار اگرچہ خالی گیا تھا، لیکن وہ ڈگمگا کر چت گرا انہوں نے اپنی تلوار میان میں رکھی اور لپک کر اس کی تلوار چھین لی، اور ایسا صاف ہاتھ مارا کہ وہ دو ٹکڑے ہو گیا۔

اس کے بعد برق و باد کی طرح مرتدین پر ٹوٹ پڑے اور ان کو دھکیل کر باغ کی دیوار تک ہٹا دیا، باغ میں مسیلمہ موجود تھا، اہل یمامہ اپنے پیغمبر کے لیے ایک آخری لڑائی لڑے لیکن حقیقی جوش مصنوعی جوش پر غالب رہا، حضرت براء نے مسلمانوں سے کہا لوگو! مجھ کو دشمن کے لشکر میں پھینک دو وہاں پہنچ کر ایک فیصلہ کن جنگ کی اور باغ کی دیوار پر چڑھ کر دوسری طرف کود گئے حامیان مسیلمہ آمادۂ کارزار ہوئے۔ انہوں نے موقع پا کر جلدی سے دروازہ کھول دیا اور اسلامی لشکر فاتحانہ باغ میں داخل ہو گیا اور مسیلمہ کذاب کی جماعت کو شکست فاش دی۔

اس جانبازی سے بدن چھلنی ہو گیا تھا ۸۰ سے زائد تیر اور نیزہ کے زخم لگے تھے سواری پر خیمہ میں لائے گئے ایک مہینہ تک علاج ہوتا رہا اس کے بعد شفا پائی، حضرت خالدؓ علالت کے پورے زمانہ تک ان کے ہمراہ رہے۔

حریق کے معرکہ میں جو عراق میں ہوا تھا، نہایت جانبازی دکھائی، شہر کے ایک قلعہ پر حملہ کرنا تھا، دشمنوں نے آگ میں تپتی ہوئی کانٹے دار زنجیریں دیوار پر ڈال رکھی تھیں، جب کوئی مسلمان دیوار کے قریب پہنچتا تو اس کو زنجیر کے ذریعہ اوپر اٹھا لیتے تھے حضرت انسؓ دیوار پر چڑھنے کے لیے پہنچے تو قلعہ والوں نے ان کو بھی

زنجیر سے اٹھانا چاہا وہ اوپر کھینچ رہے تھے کہ براء کی نظر پڑ گئی فوراً دیوار کے پاس آئے اور زنجیر کو اس زور سے جھٹکا دیا کہ اوپر کی رسی ٹوٹ گئی اور حضرت انسؓ نیچے گرے، زنجیر پکڑنے سے حضرت براءؓ کے ہاتھ کا تمام گوشت بچ گیا تھا، اور ہڈیاں نکل آئی تھیں تستر (فارس) کے معرکہ میں وہ میمنہ کے افسر تھے انہوں نے تنہا ۱۰۰ آدمی قتل کیے اور جو شرکت میں مارے گئے ان کا حد و شمار نہیں۔

وفات:

ہنوز یہ معرکہ جاری تھا اور قلعہ فتح نہ ہوا تھا کہ ایک دن حضرت انسؓ ان کے پاس گئے وہ گانے میں مشغول تھے کہا خدا نے آپ کو اس سے اچھی چیز عطا فرمائی ہے (یعنی قرآن) اس کو لحن سے پڑھیے فرمایا شاید آپ کو یہ خوف ہے کہ ''کہیں بستر پر میرا دم نہ نکل جائے''، لیکن خدا کی قسم ایسا نہ ہوگا۔ میں جب مروں گا تو میدان میں مروں گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے متعلق ایک حدیث میں فرمایا تھا کہ بہت سے پراگندہ، غبار آلود جن کی لوگوں میں کوئی وقعت نہیں ہوتی، جب خدا سے قسم کھا بیٹھتے ہیں تو وہ ان کی قسم کو پورا کر دیتا ہے اور براءؓ بھی انہی لوگوں میں ہیں اس بنا پر مسلمانوں کو تستر میں جب ہزیمت ہوئی تو ان کے پاس آئے کہ آج سے قسم کھائیے فرمایا اے اللہ میں تجھ کو قسم دیتا ہوں کہ مسلمانوں کو فتح دے اور مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف فرما۔

اس کے بعد فوج لے کر خود حملہ کیا، زرارہ کا مرزبان کہ سلطنت فارس کے چیدہ امراء میں تھا، مقابلہ پر آیا، انہوں نے اس کو قتل کر کے سامان پر قبضہ کر لیا اور

نہایت جوش سے مارتے دھاڑتے پھاٹک تک پہنچے ،پھاٹک پر ہرمزان کا سامنا ہوا،دونوں میں پر زور مقابلہ ہوا ،اور حضرت براءؓ شہید ہوئے ، لیکن میدان مسلمان کے ہاتھ رہا، یہ ۲۰ ہجری کا واقعہ ہے۔

فضل وکمال:

حضرت براءؓ حضور ﷺ کے مخصوص صحابہ میں تھے وہ برسوں بساط نبوت کے حاشیہ نشیں رہے۔ سینکڑوں ہزاروں حدیثیں سنی ہوں گی، لیکن تعجب یہ ہے کہ ان کی روایت

کا سلسلہ آگے نہ بڑھ سکا مصنف استیعاب لکھتے ہیں

"كان البراء بن مالك احد الفضلاء" براء فضلاء صحابہ میں تھے۔

شاید جہاد کی مصروفیت بیان کرنے سے مانع رہی ہو۔

اخلاق وعادات:

انتہا درجہ کے جری اور بہادر تھے، حضرت عمرؓ اسی وجہ سے ان کو کسی فوج کا افسر نہیں بناتے تھے ،اور افسران کو لکھتے کہ خبردار! براء کو امیر نہ بنانا وہ آدمی نہیں بلا ہیں، سامنے ہی جائیں گے۔

گانے کا بہت شوق تھا،اور آواز اچھی پائی تھی ایک سفر میں رجز پڑھ رہے تھے حضور ﷺ نے فرمایا عورتوں کا خیال کرو اس پر انہوں نے سکوت اختیار کر لیا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

براء نام، ابو عمارہ کنیت، خاندان حارثہ سے ہیں نسب نامہ یہ ہے براء بن عازب ابن حارث بن عدی بن جشم بن مجدعہ بن حارثہ بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس ننہال کی طرف سے حضرت ابو بردہ بن نیار جو غزوہ بدر میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمرکاب تھے، اور قبیلہ بلی سے تھے ان کے ماموں تھے پہلے وہ اپنی سسرال کے حلیف بھی بن چکے تھے۔

حضرت براء کے والد (عازب) صحابی تھے صحیحین میں ان کا یہ واقعہ مروی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے ان سے اونٹ کا پالان خریدا، اور کہا اس کو اپنے بیٹے سے اٹھوا کر میرے ساتھ بھیجئے جواب دیا۔ پہلے ہجرت کا قصہ سنایے پھر آپ جا سکتے ہیں۔

مدینہ میں دعوت اسلام عام ہو چکی تھی ماموں عقبہ میں بیعت کر چکے تھے باپ نے بھی توحید و رسالت کا اقرار کر لیا تھا' بیٹے نے ان ہی دونوں خاندانوں میں تربیت پائی تھی۔

غزوات و دیگر حالات:

قبول اسلام کے بعد احکام و مسائل کے سیکھنے میں مصروف ہوئے۔ مصعب بن عمیرؓ اور ابن ام مکتومؓ کی درس گاہ کتاب و سنت کا مرکز بنی ہوئی تھی، انہوں نے وہیں تعلیم پائی، پہلے قرآن مجید پڑھنا شروع کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے

تو(سبح اسم ربك الاعلی [1])کی سورۃ زیر درس تھی۔
غزوہ بدر میں اگرچہ کم سن تھے ،تاہم جوش ایمان عین شباب پر تھا،رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے لڑائی کے ناقابل سمجھ کر واپس کر دیا۔
غزوہ احد میں پندرہ سال کی عمر میں لڑائی میں شریک ہوئے خندق ،حدیبیہ، خیبر،میں بھی شرف شرکت حاصل تھی۔
غزوہ حنین میں نہایت پامردی سے مقابلہ کیا ایک شخص نے پوچھا حنین میں تم بھاگے تھے؟ فرمایا بہر حال میں یہ شہادت دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے پیٹھ نہیں پھیری جلد باز لوگ البتہ دور تک پھیل گئے تھے۔
اس روایت سے لوگوں نے براءؓ کے عدم فرار پر استدلال کیا ہے کہ بھاگنے کی صورت میں وہ ان واقعات کو دیکھ نہ سکتے تھے جن کے بچشم خود دیکھنے کے مدعی ہیں۔
غزوہ طائف کے بعد اور حجۃ الوداع کے قبل حضور ﷺ نے حضرت خالدؓ کو کچھ لوگوں کے ہمراہ یمن روانہ کیا، حضرت براءؓ بھی ساتھ تھے ان کے پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا اور فرمایا کہ اصحاب خالد میں جو لوگ وہاں رہنا چاہیں،
تمہارے ساتھ رہ سکتے ہیں اور جو آنا چاہتے ہوں، حضرت براءؓ یمن ٹھہر گئے اور وہاں بہت سامال غنیمت حاصل کیا غرض عہد نبوت کے وہ غزوات جن میں حضور ﷺ کی بہ نفس نفیس شرکت تھی،ان میں سے ۱۵ میں شمولیت حاصل کی،
غزوات کے ساتھ اگر دیگر واقعات بھی ملا دیئے جائیں تو حضور ﷺ کے ہمراہ سفر کرنے کی تعداد ۱۸ ہو جاتی ہے۔

۲۴ھ (خلافت فاروقی) میں رے فتح کیا، غزوہ تستر میں حضرت ابو موسیٰ اشعری کے ہمراہ تھے اور جناب علی رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جو لڑائیاں ہوئیں سب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے شریک ہوئے۔ کوفہ میں ایک مکان بنایااور وہیں سکونت اختیار کی۔

وفات:

۲۷ھ میں، جبکہ مصعب بن زبیرؓ امیر کوفہ تھے، کوفہ میں انتقال فرمایا۔

اولاد:

حسب ذیل اولاد چھوڑی، عبید، ربیع ،لوط ،سوید ،یزید، ان میں سے موخر الذکر عمان کے امیر تھے، سوید کے حالات میں صاحب طبقات نے لکھاہے کہ عمان کے بہترین امیر ثابت ہوئے تھے ممکن ہے کہ یزید اور سوید دونوں عمان کے امیر مقرر ہوئے ہوں۔

سونے کی انگوٹھی پہنتے تھے ،سونا مردوں کے لیے شرعًا حرام ہے ،لوگوں نے اعتراض کیا، فرمایا پہلے واقعہ سن لو ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال غنیمت تقسیم کیا صرف انگوٹھی رہ گئی ،ادھر ادھر دیکھا پھر مجھ کو بلا کر فرمایا تم اس کو پہنو یہ خدا اور رسول نے تم کو پہنائی ہے ،اب تم ہی بتاؤ جو چیز اللہ اور اس کے رسول نے مجھ کو پہنائی ہو اس کو کیوں کر اتار پھینکوں۔

فضل وکمال:

فضلاء صحابہ میں سے تھے ،حدیث کے نشر واشاعت میں خاص اہتمام تھا،ان کے سلسلہ سے جو حدیثیں روایت کی گئی ہیں ۔ان کی تعداد ۳۰۵ ہے ان میں ۲۲ پر بخاری اور مسلم کا اتفاق ہے۔

روایت حدیث میں خاص احتیاط رکھتے تھے ،اور اس کی تعلیم خود حضور ﷺ سے پائی تھی حضور ﷺ نے ان کو ایک دعا بتائی اور خود سنا کر ان سے پڑھوایا انہوں نے برسولك پڑھا، حضور ﷺ نے بنبیک بتایا تھا فرمایا نہیں بنبیک۔اس کا اثر یہ تھا کہ حدیث بیان کرتے وقت ان نزاکتوں کا پورا خیال رکھتے تھے ایک مرتبہ اپنی روایتوں کی نوعیت بیان کی فرمایا"ماکل الحدیث سمعناہ من رسول اللہ کان یحدثنا اصحابنا عنہ کانت شغلنا عنہ رعیة الابل"

یعنی جتنی حدیثیں میں بیان کروں ضروری نہیں کہ سب رسول اللہ ﷺ سے سنی بھی ہوں۔ ہم اونٹ چرایا کرتے تھے،اس بنا پر ہر وقت حاضر نہ رہ سکتے تھے بہت سی حدیثیں صحابہ سے روایت کرتا ہوں۔

جن صحابہ سے حدیث روایت کی وہ اپنے طبقہ کے بڑے تھے مثلاً حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابوایوب، حضرت بلال، حضرت عازب،(رضی اللہ عنھم)۔جن لوگوں کو تلمذ کا فخر حاصل تھا وہ اکابر تابعین میں سے تھے ابن ابی لیلیٰ، عدی بن ثابت،ابواسحاق، معاویہ بن سوید بن مقرن، ابو بردہ،ابو بکر پسران ابو موسیٰ اشعری وغیرہ۔

بسا اوقات حدیث کی مجلس میں صحابہ بھی شریک ہوتے تھے ابو جحیفہؓ اور عبداللہ

بن زید خطمیؓ تو راویوں کے زمرہ میں داخل ہو چکے تھے ان کے علاوہ اور بھی صحابہ آتے تھے ایک روز کعب بن عجرہؓ چند صحابہ کے ساتھ ان کی مجلس میں تشریف لائے تھے۔

مجلس میں مختلف قسم کے شکوک پیش ہوتے تھے، بعض آیات قرآنی پر شبہ وارد کرتے تھے۔ بعض مسائل فقہ دریافت کرتے تھے۔ ایک شخص نے پوچھالا تلقوا بايد يكم الى التهلكة (اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو) میں مشرکین پر حملہ کرنا داخل ہے یا نہیں فرمایا کیسے ہو سکتا ہے اللہ تعالی نے خود حضور ﷺ کو جہاد کرنے کا حکم دیااور فرمایافقاتل في سبيل الله لا تكلف الا نفسك (خدا کی راہ میں لڑائی کرو تم صرف اپنے نفس کے مکلف ہو) تم نے جو آیت پیش کی خرچ کے بارے میں ہے کے یعنی یہ نہ سمجھو کہ راہ خدا میں صرف کرنے سے ہم تباہ ہو جائیں گے ،ایسا سمجھنا ہلاکت ہے۔

ایک مرتبہ عبدالرحمن بن مطعم (ابو منہال) کے ساتھی نے بازار میں کچھ درہم ایک مدت معینہ کے لیے فروخت کیے عبدالرحمن نے کہا یہ جائز بھی ہے؟ بولا ہاں ،میں نے اس سے پہلے بھی بیچے ہیں، لیکن کسی نے برا نہ کہا یہ براء بن عازبؓ کے پاس گئے اور واقعہ بیان کیا۔ فرمایا حضور ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو ہم لوگ اسی طرح خرید و فروخت کرتے تھے آپ نے ارشاد فرمایا کہ جو ہاتھوں ہاتھ ہو اس میں مضائقہ نہیں لیکن ادھار ناجائز ہے۔ مزید اطمینان کے لیے زید بن ارقمؓ سے جا کر پوچھو وہ ہم میں سب سے بڑے تاجر تھے عبدالرحمن زید بن ارقمؓ کے پاس گئے انہوں نے براءؓ کی تائید کی۔

اخلاق وعادات:

اخلاق وعادات میں اتباع سنت، حب رسول، انکسار وتواضع نمایاں ہیں۔اتباع سنت کا یہ حال تھا کہ نماز کی ایک ایک چیز رسول اللہ ﷺ سے مشابہ تھی، ایک روز گھر والوں کو جمع کرکے کہا کہ کس طرح رسول اللہ ﷺ وضو کرتے اور نماز پڑھتے تھے، آج تم کو دکھادوں خدا معلوم میری زندگی کب تک رہے اور وضو کرکے ظہر کی نماز باجماعت پڑھی، پھر عصر، مغرب، عشا، سب اسی طرح پڑھائیں،

ایک روز آپ ﷺ کے سجدے کی نقل کرکے بتائی۔

ایک مرتبہ ابو درداءؓ ملاقات کو آئے، انہوں نے خود سلام کیا، اور ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر خوب ہنسے، پھر فرمایا جانتے ہو میں نے ایسا کیوں کیا؟ حضور ﷺ نے میرے ساتھ ایک مرتبہ ایسا ہی کیا تھا اور فرمایا تھا کہ جب دو مسلمان اس طرح ملیں اور کوئی ذاتی غرض درمیان میں نہ ہو تو دونوں کی مغفرت ہو جاتی ہے۔

صف نماز میں داہنی طرف کھڑے ہونے کی فضیلت وارد ہوئی ہے اس لیے حضرت براءؓ داہنی طرف کھڑا ہونا پسند کرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی محبت جان ومال سے زیادہ تھی اور اس کا اثر ہر بات پر نمایاں تھا، رسول اللہ ﷺ کا حلیہ بیان کرتے تو ہر لفظ محبت کے آب حیات میں ڈوبا ہوا نکلتا فرماتے کہ حضور ﷺ ہم سب آدمیوں سے خوبصورت تھے میں نے سرخ چادر اوڑھے دیکھا تھا۔ جتنی آپ پر کھلتی تھی کسی پر نہ جچتی تھی۔

ایک مرتبہ کسی نے دریافت کیا کہ حضور ﷺ کا چہرہ (چمک میں) تلوار کی مانند تھا؟ فرمایا نہیں بلکہ چاند کے مانند تھا۔

انکسار و تواضع کا یہ حال تھا کہ گو آپ جلیل القدر صحابی تھے لیکن اپنے کو نہایت نا چیز سمجھتے تھے۔

ایک شخص نے آکر کہا خوش بختی مبارک! آپ رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہیں اور بیعت الرضوان میں بھی شریک ہو چکے ہیں، فرمایا برادر زادے! تم کو معلوم نہیں کہ حضور ﷺ کے بعد ہم نے کیا کیا۔

حضرت براء بن معرور رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

براء نام، ابو بشر کنیت، قبیلہ خزرج کے خاندان سلمہ سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے براء بن معرور بن صخر بن سابق بن سنان بن عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ بن سعد بن علی بن اسد بن ساردہ بن حنبل بن خزرج
والدہ کا نام رباب تھا، جو حضرت سعد بن معاذؓ سردار اوس کی حقیقی پھوپھی ہیں حضرت براءؓ اپنے قبیلہ کے رئیس اور سردار تھے جبل و نخل، مسجد خربہ اور چند قلعے ان کی ملکیت تھے۔

اسلام:

عقبہ کبیرہ سے قبل مشرف بہ اسلام ہوئے، بعض کا خیال ہے کہ عقبہ اولیٰ میں بیعت کی تھی لیکن اس کا کوئی ثبوت نہیں اس روایت کے نقل کرنے والے صرف محمد بن اسحاق ہیں باقی اصحاب سیرت اس کے ذکر سے خاموش ہیں۔
جس زمانہ میں انہوں نے اسلام قبول کیا تھا اس وقت تک بیت المقدس قبلہ تھا اور مسلمان اس کی سمت رخ کر کے نماز پڑھتے تھے لیکن براءؓ کعبہ کی طرف نماز پڑھتے تھے کہ میں اس کی طرف پشت نہیں کرنا چاہتا اس بنا پر جب عقبہ ثانیہ کی شرکت کے لیے مکہ روانہ ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استفسار کیا کہ یا نبی اللہ مجھ کو خدا نے

اسلام کی ہدایت دی اور میں سفر کر کے یہاں آیا ہوں میری خواہش ہے کہ نماز کعبہ کی طرف پشت کر کے نہ پڑھوں میرے ساتھی اس کے خلاف ہیں اب آپ کیا فرماتے ہیں؟ارشاد ہوا اگر کچھ دنوں صبر کرو تو امید ہے کہ یہی قبلہ قرار پا جائے اس وقت حضرت براءؓ نے فرمان نبوی کے مطابق بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کی۔

ایام تشریق میں بیعت کا وعدہ ہوا، حضور ﷺ حضرت عباس کے ہمراہ عقبہ تشریف لائے اور فرمایا تم سے اس شرط پر بیعت لیتا ہوں کہ میری اس طرح حفاظت کرو گے جس طرح اپنی عورتوں اور بچوں کی حفاظت کرتے ہو، براءؓ نے حضور ﷺ کا ہاتھ کپڑا اور کہا اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق و صداقت کے ساتھ مبعوث کیا ہم اپنی جانوں کی طرح آپ کی حفاظت کریں گے یا رسول اللہ آپ ہم سے بیعت لے لیجیئے خدا کی قسم! ہم ایک مسلح جماعت ہیں اور ہم نے ہتھیار ابا عن جد وراثت میں پائے ہیں۔ یہ کہہ کر حضور ﷺ سے بیعت کی پھر تمام مجمع بیعت کے لیے آگے بڑھا۔ بیعت کے نقباء کا انتخاب ہوا حضرت براءؓ بنو سلمہ کے نقیب بنائے گئے۔

وفات:

ذی الحجہ میں بیعت کی تھی اس کے دو مہینے بعد صفر میں انتقال کیا، وفات کے وقت وصیت کی کہ مجھ کو قبر میں قبلہ رخ رکھنا اور میرا ثلث مال رسول اللہ ﷺ کی رائے پر ہے جس مصرف میں چاہیں صرف کریں یہ ہجرت سے ایک مہینہ قبل کا واقعہ ہے۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو صحابہ کو لے کر حضرت براءؓ کی قبر پر آئے اور چار تکبیروں سے نماز جنازہ پڑھی اور جس مال کے متعلق براءؓ نے وصیت کی تھی اسے قبول فرما کر پھر ان کے لڑکے کو واپس دے دیا۔

اولاد:

اولاد کی تفصیل معلوم نہیں، حضرت بشرؓ ایک صاحبزادے تھے، جو بیعت عقبہ میں اپنے والد کے ساتھ شریک تھے براء کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بنو سلمہ کا سردار بنایا تھا، غزوہ خیبر میں جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بکری کے گوشت میں زہر دیا گیا تو حضرت بشرؓ نے بھی گوشت کھایا تھا اس کے اثر سے انتقال فرمایا۔

حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

ثابت نام، ابو محمد کنیت، خطیب رسول اللہ لقب، قبیلہ خزرج سے ہیں سلسلہ نسب یہ ہے ثابت بن قیس بن شماس بن زہیر بن مالک بن امراء القیس بن مالک بن اغر بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج والدہ کا نام معلوم نہیں اتنا معلوم ہے کہ خاندان طے سے تھیں۔

اسلام:

ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے۔

غزوات اور دیگر حالات:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو خیر مقدم کے لیے تمام شہر امنڈ آیا تھا اس موقع پر حضرت ثابت نے جو خطبہ دیا اس کا ایک فقرہ یہ تھا:

نمنعك مما نمنع منه انفسنا واولادنا افمالنا ؟ قال الجنة قالو ارضينا

یعنی ہم آپ کی ہر اس چیز کی حفاظت کریں گے جس سے اپنی جان اور اولاد کی حفاظت کرتے ہیں، لیکن ہم کو اس کا معاوضہ کیا ملے گا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سلیم نے فرمایا ''جنت'' تو تمام مجمع پکار اٹھا کہ ہم سب راضی ہیں۔

غزوہ بدر میں شریک تھے، اصحاب مغازی نے اگرچہ ان کو اصحاب بدر کے زمرہ

میں شامل نہیں کیا ہے لیکن علامہ ابن حجر نے تہذیب التہذیب میں یہی رائے ظاہر کی ہے۔ باقی غزوات کی شرکت پر تمام ائمہ فن کا اتفاق ہے۔

غزوہ مریسیع ۵ ہجری میں حضرت جویریہؓ ام المومنین اسیر ہو کر حضرت ثابتؓ اوران کے ابن عم کے حصہ میں آئی تھیں، انہوں نے ۹اوقیہ سونے پر مکاتب بنایا حضرت جویریہؓ نے حضور ﷺ سے مدد طلب کی آپ نے رقم مذکور ادا کر کے ان کو ہمیشہ کے لیے غلامی سے نجات دی اور اپنے نکاح میں لے لیا۔

۹ ہجری میں بنو تمیم کا وفد آیا اور بدویانہ طریقہ سے حضور ﷺ کے دروازے پر آ کر آواز دی کہ باہر نکلو آپ باہر تشریف لائے تو بات چیت کے بعد عطارد بن حاجب کو کھڑا کیا کہ تمیم کے رتبہ سے حضور ﷺ کو آگاہ کرے، عطارد اوس قبیلہ کا مشہور خطیب تھا۔ اس کی تقریر ختم ہوئی تو حضور ﷺ نے ثابت کو حکم دیا کہ تم اس کا جواب دو حضرت ثابتؓ نے اس فصاحت و بلاغت سے جواب دیا کہ اقرع بن حابس بول اٹھا کہ اپنے باپ کی قسم ان کا خطیب ہمارے خطیب سے بہتر ہے۔

اسی سال مسیلمہ کذاب بنو حنیفہ کی ایک بڑی جماعت کے ساتھ مدینہ آیا، حضور ﷺ ثابت بن قیس کو لے کر اسکے پاس گئے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی مسیلمہ نے کہا کہ اگر اپنے بعد مجھ کو خلیفہ بنانے کو وعدہ کرو تو ابھی تمہاری اتباع کرتا ہوں، حضور ﷺ نے فرمایا خلافت تو بڑی چیز ہے میں تجھ کو یہ چھڑی دینا بھی گوارا نہیں کرتا خدا نے تیری نسبت جو فیصلہ کیا ہے وہ ہو کر رہے گا میں تیرے انجام کو خواب میں دیکھ چکا ہوں اور زیادہ گفتگو کی ضرورت ہو تو ثابت موجود ہیں ان سے پوچھ۔ اب میں جاتا ہوں۔

۱۱ھ میں حضور ﷺ نے انتقال فرمایا تو انصار سعد بن عبادہؓ کو خلیفہ بنانے کے لیے سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو لے کر پہنچے اس موقع پر حضرت ثابت نے جو خطبہ دیا وہ حسب ذیل تھا:

اما بعدا فنحن انصار الله وكتيبة الاسلام او انتم معاشر المهاجرين رهط و قد دقت رافة من قومكم فاذاهم يريدون يختزلونا من اصلنا وان يخضونا من الار

"یعنی ہم خدا کے مددگار اور اسلام کی فوج ہیں اور مہاجرین معدودے چند ہیں"

تعجب ہے کہ اس پر بھی کچھ لوگ ہم کو خلافت سے محروم کرنا چاہتے ہیں

حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا کہ تم نے جو کچھ کہا بالکل صحیح ہے، لیکن قریش کے سوا دوسرا خلیفہ نہیں ہو سکتا۔

اس سنہ میں طلیحہ پر فوج کشی ہوئی 'حضرت خالدؓ اس مہم کے افسر تھے انصار حضرت ثابتؓ کی ماتحتی میں تھے۔

وفات:

۱۲ھ میں مسیلمہ کذاب سے مقابلہ ہوا، حضرت ثابتؓ اس میں شریک تھے ، مسلمانوں کو شکست ہوئی، تو حضرت انسؓ نے آکر کہا چچا! آپ نے دیکھا وہ خوشبو مل رہے تھے بولے کہ یہ لڑنے کا طریقہ نہیں ہے لوگ حضور ﷺ کے زمانہ میں اس طرح نہیں لڑتے تھے اس کے بعد اٹھے اور خندق کھود کر نہایت پامردی سے لڑے اور آخر شہادت حاصل کی۔

بدن پر زرہ نہایت عمدہ تھی ایک مسلمان نے اتار لی، ایک دوسرے مسلمان

نے خواب میں دیکھا کہ حضرت ثابتؓ ان سے کہہ رہے ہیں، فلاں مسلمان نے میری زرہ اتار لی ہے تم خالد سے کہو کہ اس سے وصول کر لیں اور مدینہ پہنچ کر حضرت ابو بکرؓ سے کہنا کہ ثابت پر اتنا قرض تھا وہ اس زرہ سے ادا کر دیں، اور میرا فلاں غلام آزاد کر دیں، حضرت خالدؓ نے زرہ لے لی اور حضرت ابو بکرؓ نے اس وصیت پر عمل کیا۔

یہ واقعہ صحیح بخاری میں بھی مذکور ہے، لیکن مختصر ہے، طبرانی نے نہایت تفصیل سے اس کو حضرت انس سے روایت کیا ہے۔

اہل وعیال:

ایک لڑکی تھی مگر اس کا نام معلوم نہیں، لڑکوں کے نام یہ ہیں، محمد، یحی، عبد اللہ ،اسماعیل۔ بیوی کا نام جمیلہ تھا جو عبد اللہ بن ابی بن سلول سردار خزرج کی بیٹی تھیں۔

فضل وکمال:

صحیح بخاری میں ان سے ایک روایت منقول ہے اور بھی حدیثیں ہیں جن کو حضرت انس بن مالکؓ، عبد الرحمن بن ابی لیلی، محمد بن قیس نے روایت کیا ہے۔

حضرت ثابت نہایت فصیح البیان اور زبان آور تھے انصار نے اسی بنا پر ان کو اپنا خطیب بنایا تھا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی دربار نبوت کا ان ہی کو خطیب تجویز فرمایا۔

اخلاق:

احترام نبوت ان کی سیرت کا جلی عنوان ہے۔ایک مرتبہ حضور ﷺ نے ان کو غیر موجود پاکر فرمایا کوئی ثابت کی خبر لاتا،ایک شخص نے کہا میں جاتا ہوں گھر جا کر دیکھا تو سر نیچے کیے بیٹھے تھے پوچھا کیا ہے؟ کہا کیا بتاؤں بہت برا حال ہے میری آواز تیز ہے حضور ﷺ کے سامنے چلا کر بولتا تھا اب میرا سارا عمل باطل ہو گیا، اور جہنمی ہو گیا ہوں یہ اس آیت کی طرف اشارہ تھا جس میں حضور ﷺ کے روبرو آہستہ بولنے کی ہدایت نازل ہوئی تھی اس شخص نے حضور ﷺ کو خبر کی آپ نے فرمایا ان سے جا کر کہو کہ تم جہنمی نہیں میں تم کو جنت کی بشارت دیتا ہوں۔

حضور ﷺ کو ان سے جو محبت اور انس تھا، اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ ایک بار جب بیمار پڑ گئے تو آپ عیادت کو تشریف لے گئے اور ان کی ان الفاظ میں دعا کی اذهب الباس رب الناس عن ثابت بن قيس بن شماس

حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

ثابت نام، ابوزید کنیت، قبیلہ اشہل سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے ثابت بن ضحاک بن خلیفہ بن ثعلبہ بن عدی بن کعب بن عبد الاشہل۔ بعثت نبوی کے تیسرے سال تولد ہوئے، بعض لوگوں نے ۳ ہجری سال ولادت قرار دیا ہے لیکن یہ قطعاً غلط ہے۔

غزوات

غزوۂ حمراء الاسد میں شریک تھے، خندق میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ سوار تھے۔ اور صحیح مسلم کی روایت کے بموجب بیعت الرضوان میں شرکت کی تھی۔ ابن مندہ نے لکھاہے کہ امام بخاری نے ان کی شرکت بدر تسلیم کی ہے عجب نہیں کہ یہ خیال صحیح ہو ترمذی نے بھی بدر میں شریک ہونے کا تذکرہ کیاہے۔

ابن سعد کی روایت کے بموجب غزوۂ احد کی شرکت بھی ثابت ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے حمراء الاسد کے ذکر میں ضمناً یہ بھی بیان کیاہے کہ اس غزوہ میں صرف وہی لوگ شریک تھے جنہوں نے غزوہ احد میں شرکت کی تھی لیکن ہمارے نزدیک یہ تمام روایتیں ناقابل اعتبار ہیں، کیونکہ جہاد کی شرکت کے لیے ۱۵ سال کا سن ضروری تھا اور جیسا کہ اوپر معلوم ہوا حضرت ثابتؓ کا سال ولادت ۳ نبوی ہے اس بناپر ہجرت کے وقت ان کی عمر کم و بیش ۱۰ سال تھی۔ غزوہ بدر ۲ ہجری اور

غزوہ احد ۳ ہجری میں ہوا اس لیے اس وقت ان کا سن ۱۲، ۱۳ سال کا تھا جو جہاد کے لیے ناکافی ہے صحیح بخاری میں عبداللہ بن عمر سے روایت آئی ہے کہ

ان النبي صلى الله عليه وسلم عرضه يوم احد وهو ابن اربع عشرة سنة فلم يجزه وعرضه يوم الخندق وهو ابن خمسة عشرة سنه فاجازه

وہ احد میں چودہ سالہ تھے حضور ﷺ کے سامنے پیش ہوئے تو جنگ میں شرکت کی اجازت نہیں ملی لیکن دوسرے سال خندق میں پندرہ سالہ تھے اس بنا پر حضور ﷺ نے اجازت دے دی۔

حضرت براء بن عازبؓ کے متعلق بھی اسی قسم کی روایت ہے ،ان روایتوں کی موجودگی میں جو صحیح سند سے ثابت ہیں دوسری روایتوں پر کسی طرح اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔ کیا اس بنا پر ہمارے نزدیک بدر واحد کے بجائے ان کا پہلا غزوہ خندق تھا ،اور حمراء الاسد میں لڑنے کے بجائے دوسرے کاموں کے لیے منتخب ہوئے تھے ،چنانچہ مصنف اصابہ لکھتے ہیں

وكان ليلة الى حمراء الاسد ، "یعنی وہ حضور ﷺ کو حمراء الاسد کا راستہ بتاتے تھے"۔

وفات:

عہد نبوی کے بعد شام کی سکونت اختیار کی ، پھر وہاں سے بصرہ چلے گئے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے عہد خلافت میں انتقال فرمایا، بعضوں نے ۶۴ھ کی تصریح کی ہے۔

اولاد:

ایک بیٹا چھوڑ، ازید نام تھا، اس بنا پر بعض نے ان کو حضرت زید بن ثابت صحابی مشہور کا والد سمجھا ہے لیکن یہ غلطی ہے زید بن ثابتؓ کے والد جاہلیت میں فوت ہوئے، اور کفر کی حالت میں مارے گئے اس کے ماسوا زید خود ان کے ہم سن تھے اور اس بنا پر ان کے باپ کیونکر ہو سکتے ہیں۔ یہ خیال اس لحاظ سے نا قابل التفات ہے کہ ابو قلابہ نے ان سے یہ روایتیں کی ہیں اور ابو قلابہ ۶۴ھ سے پہلے کسی طرح روایت کے قابل نہیں ہو سکتے کیونکہ انہوں نے ۶۹ھ کے بعد تحصیل علم میں قدم رکھا تھا اور حضرت زید بن ثابتؓ کے متعلق عام خیال یہ ہے کہ ۵۴ھ میں فوت ہو چکے تھے۔

فضل وکمال:

حضرت ثابتؓ کے سلسلہ سے جو روایتیں مروی ہیں ان کی تعداد ۱۴ ہے راویوں کے زمرہ میں ابو قلابہ اور عبد الرحمن بن معقل داخل ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

نام و نسب اور ابتدائی حالات:

جابر نام، ابو عبداللہ کنیت، قبیلہ خزرج سے ہیں نسب نامہ یہ ہے، جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام بن کعب بن غنم بن سلمہ والدہ کا نام نسیبہ تھا، جن کا سلسلہ نسب حضرت جابرؓ کے آبائی سلسلہ میں زید بن حرام سے مل جاتا ہے۔

سلمہ کی اولاد اگرچہ حرہ اور مسجد قبلتین تک پھیلی ہوئی ہے، لیکن خاص بنو حرام قبرستان اور ایک چھوٹی مسجد کے درمیان آباد تھے۔ حضرت جابرؓ کے دادا (عمرو) اپنے خاندان کے رئیس تھے۔ عین الارزق (ایک چشمہ ہے) جس کو مروان بن حکم نے حضرت امیر معاویہؓ کے عہد میں درست کرایا تھا، انہی کی ملکیت تھا، بنو سلمہ کے بعض حصے قلعے اور جابر بن عتیک کے قریب کے قلعے ان کے تحت و تصرف میں تھے۔

عمرو کے بعد یہ چیزیں عبداللہ کے قبضہ میں آئیں، حضرت جابر انہی عبداللہ کے فرزند ہیں جو تقریباً ۶۰۴ء (مطابق ۳۴ عام الفیل) میں ہجرت سے ۲۰ سال قبل پیدا ہوئے تھے۔

اسلام:

عقبہ ثانیہ میں اپنے والد کے ساتھ اسلام لائے، اور ان کے والد کو یہ شرف حاصل ہوا کہ بنو حرام کے نقیب تجویز کیے گئے۔ اس بیعت میں ان کا سن ۱۸-۱۹ سال کا

تھا۔

غزوات اور عام حالات:

ان کے والد نے غزوہ احد میں شہادت حاصل کی کافروں نے مثلہ کر دیا تھا اس لیے جنازہ کپڑوں میں اڑھا کر لایا گیا، حضرت جابرؓ نے کپڑا اٹھا دیا اور دیکھنا چاہا۔ لوگوں نے منع کیا، حضور ﷺ نے یہ دیکھ کر کپڑا اٹھا دیا، بہن پاس کھڑی تھیں، بھائی کی حالت دیکھ کر ایک چیخ ماری حضور ﷺ نے پوچھا کون ہے؟ لوگوں نے کہا ان کی بہن فرمایا تم روؤ یا نہ روؤ جب تک جنازہ رکھا رہا، فرشتے پروں سے سایہ کیے تھے، حضرت عبداللہؓ نے دس چھوٹی لڑکیاں چھوڑیں جو گھر میں رو رہی تھیں۔ انہوں نے اپنے بھائی حضرت جابرؓ کے پاس ایک اونٹ بھیجا کہ ابا جان کی لاش گھر لے آئیں اور مقبرہ بنی سلمہ میں دفن کر دیں۔ وہ تیار ہو گئے حضور ﷺ کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ جہاں ان کے دوسرے بھائی (شہداء) دفن کیے جائیں گئے وہیں وہ بھی دفن ہوں گے۔ چنانچہ احد کے باقی شہداء کے ساتھ دفن کیے گئے۔

ان پر قرض بہت تھا، حضرت جابرؓ کو اس کے ادا کرنے کی فکر ہوئی، لیکن ادا کہاں کرتے؟ کل دو باغ تھے جن کی پوری پیداوار قرض کو کافی نہ تھی رسول اللہ ﷺ کے پاس گھبرائے ہوئے آ گئے اور کہا یہودیوں کو بلا کر کچھ کم کر دیجیے۔ آپ نے ان لوگوں کو طلب فرما کر جابرؓ کا مدعا بیان کیا۔ انہوں نے چھوڑنے سے انکار کیا، پھر آپ نے فرمایا کہ اچھا دو مرتبہ میں اپنا قرض وصول کر لو نصف اس سال اور نصف دوسرے سال وہ لوگ اس پر رضامند نہ ہوئے آپ نے یہ دیکھ کر حضرت جابرؓ کو تسکین دی اور فرمایا کہ سنیچر کے دن تمہارے ہاں آؤں گا چنانچہ سنیچر کو صبح کے

وقت تشریف لے گئے۔پانی کے پاس بیٹھ کر وضو کیا، مسجد میں دو رکعت نماز پڑھی، پھر خیمہ میں آکر متمکن ہوئے اس کے بعد حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ بھی پہنچ گئے تقسیم کا وقت آیا تو ارشاد ہوا کہ چھوہاروں کو قسم وار الگ کر کے خبر کرنا ، چنانچہ آپ کو خبر کی گئی، آپ تشریف لائے اور ایک ڈھیر پر بیٹھ گئے۔ حضرت جابرؓ نے بانٹنا شروع کیا اور آپ دعا کرتے رہے خدا کی قدرت کہ قرض ادا ہونے کے بعد بھی کچھ بچ گیا، حضرت جابرؓ خوشی خوشی آپ کے پاس آئے اور بیان کیا کہ قرض ادا ہو گیا اور اتنا بچا ہوا ہے، آپ نے خدا کا شکر ادا کیا۔ حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ کو بھی مسرت ہوئی۔

اس کے بعد حضور ﷺ کو مکان پر لے گئے اور گوشت، خرما اور پانی پیش کیا، آپ نے فرمایا شاید تم کو معلوم ہے کہ میں گوشت رغبت سے کھاتا ہوں، چلنے کا وقت آیا تو اندر سے آواز آئی کہ مجھ پر اور میرے شوہر پر درود پڑھیے، فرمایا اللھم صلی علیھم

والد کی موجودگی میں کسی غزوہ میں حصہ نہیں لیا۔

صحیح مسلم میں ہے کہ انہوں نے بدر میں میدان کا عزم کیا، لیکن باپ مانع ہوئے ،احد میں بھی ایسا ہی اتفاق پیش آیا لیکن باپ احد میں شہید ہو گئے، تو باقی غزوات میں نہایت گرم جوشی سے شرکت کی اور حضور ﷺ کے ساتھ ان کو ۱۹ غزوات میں شرف شرکت حاصل ہوا۔ابتدائی غزووں میں والد کے روکنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ خود میدان میں جانا چاہتے تھے، اور گھر میں ۹ لڑکیاں تھیں، دونوں کے چلے جانے کے بعد گھر بالکل خالی ہو جاتا۔

تاہم بعض ابتدائی غزوات میں بھی ان کے شریک ہونے کی شہادت ملتی ہے۔
چنانچہ امام بخاری نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ بدر کے دن وہ لوگوں کو پانی پلاتے تھے۔

غزوۂ ذات الرقاع میں جو ۵ ہجری میں ہوا، وہ شامل تھے۔ واپسی کے وقت ان کا اونٹ سست ہو گیا تھا، حضور ﷺ نے دیکھا تو پوچھا کیا بات ہے؟ انہوں نے واقعہ بیان کیا۔ آپ نے ایک لکڑی سے مار کر دعا کی اس کا یہ اثر ہوا وہ تیز رو ہو گیا ہے۔
اس سنہ میں خندق کا معرکہ پیش آیا حضرت جابرؓ خندق کھود رہے تھے اسی اثنا میں رسول اللہ ﷺ خود کدال لے کر ایک سخت پتھر کو کھودنے کے لیے تشریف لائے، دیکھا تو شکم مبارک پر بھوک کی وجہ سے پتھر بندھا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر حضور ﷺ سے اجازت لے کر گھر پہنچے، اور بیوی سے کہا کہ آج ایسی بات دیکھی ہے کہ جس پر صبر نہیں ہو سکتا، کچھ پکاؤ اور خود ہی ایک بکری کا بچہ ذبح کر کے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میرے ہاں چل کر ماحضر تناول فرمایئے۔ سرور عالم کے کاشانہ میں تین روز سے فاقہ تھا، دعوت قبول ہوئی، اور عام منادی کرا دی کہ جابر نے سب لوگوں کی دعوت کی ہے حضرت جابر نے انتظام آپ کے اور دو تین آدمیوں کے لیے کیا تھا، اسلیے نہایت تنگ دل ہوئے مگر ادب سے خاموش رہے، حضور ﷺ مجمع کو لے کر ان کے مکان پر تشریف لے گئے۔ خود بھی کھانا نوش فرمایا اور لوگوں نے بھی کھایا کہ پھر بھی بچ رہا، آپ نے ان سے فرمایا کہ یہ تم کھاؤ اور لوگوں کے یہاں بھیجو کیونکہ لوگ بھوک میں مبتلا ہیں۔ ۶ ہجری میں بنو مصطلق کا غزوہ ہوا، حضور ﷺ جب روانگی کے قصد سے اونٹ پر

سوار ہوئے اور نماز پڑھنے لگے توان کو کسی کام سے بھیجا تھا، جب یہ واپس آئے اس وقت کوچ کا حکم دیا۔اس غزوہ کے بعد غزوہ انمار واقع ہوااس میں بھی حضرت جابر موجود تھے۔

اسی سنہ میں حضور ﷺ عمرہ کی غرض سے مکہ روانہ ہوئے۔۱۵۰۰ جانثار ہمرکاب تھے بیعت الرضوان کا مشہور واقعہ اسی میں پیش آیااور حضرت جابر مشرف بہ بیعت ہوئے۔

اس میں حضرت عمرؓ رسول اللہ ﷺ کا،اور حضرت جابرؓ حضرت عمرؓ کا بیعت کے وقت ہاتھ پکڑے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم لوگ ساری دنیا سے بہتر ہو،رجب ۸ ہجری میں ساحل کی طرف ایک لشکر روانہ فرمایا۔ حضرت ابوعبیدہؓ اس کے امیر تھے اسلام کی تاریخ میں یہ عجیب ابتلاء کا وقت تھا، لیکن مسلمان اس میں پورے اترے۔ زادراہ ختم ہو گیاپتے جھاڑ جھاڑ کر کھاناشروع کیے،آخر سمندر سے ایک بڑی مچھلی کنارہ پر آئی اور لوگوں نے عطیہ غیبی سمجھ کر نوش جان کیا۔ مچھلی اتنی بڑی تھی کہ سردار لشکر نے اس کی ایک پسلی کھڑی کرائی،اور سب سے اونچااونٹ انتخاب کر کے لایا گیا،اور وہ اس کے نیچے سے نکل گیا۔ حضرت جابرؓ پانچ آدمیوں کے ساتھ اس کی آنکھ کی ہڈی کے حلقہ میں بیٹھ گئے تو کسی کو پتہ بھی نہ لگا اس مچھلی کا نام عنبر تھااور ۱۵ روز تک کھائی گئی کھانے والے ۳۰۰ تھے،

اس کے بعد اور بھی غزوات پیش آئے، جن میں ان کی شرکت رہی، حنین اور تبوک میں بھی ان کا نام صراحت سے آیا ہے۔ حجۃ الوداع میں جو ۱۰ھ میں ہوا وہ بھی شامل تھے،۳۷ھ میں حضرت علیؓ اور امیر معاویہ کی جنگ میں حضرت جابرؓ

حضرت علیؓ کی طرف سے صفین میں جا کر لڑے۔
۴۰ھ میں امیر معاویہؓ کا عامل بسر بن ابی ارطاۃ حجاز و یمن پر قبضہ حاصل کرنے کے لیے آیا۔ اور مدینہ منورہ میں ایک خطبہ دیا اس میں اس نے کہا کہ بنو سلمہ کو اس وقت تک امان نہیں مل سکتی جب تک جابرؓ میرے پاس نہ حاضر ہوں، حضرت جابرؓ کو جان کا خوف تھا حضرت ام سلمہؓ (ام المومنین) کے پاس کر جا کر مشورہ کیا ،انہوں نے کہا میں نے اپنے لڑکوں کو بھی بیعت کی رائے دی ہے، تم بھی بیعت کر لو عرض کی یہ تو گمراہی پر بیعت ہے۔
فرمایا مجبوری ہے لیکن میری رائے یہی ہے،ان کے مشورہ کے مطابق بسر کے پاس آ گئے اور امیر معاویہؓ کی خلافت پر بیعت کی۔
۷۴ھ میں حجاج مدینہ کا امیر تھا۔ اس کے جور و ظلم سے صحابہ بھی محفوظ نہ رہے چنانچہ اس نے متعدد صحابہ پر یہ عنایت کی۔ گردنوں پر اور حضرت جابرؓ کے ہاتھ پر مہر لگوائی۔

وفات:

یہ سنہ ان کی زندگی کا اخیر سال تھا بالکل ضعف اور ناتواں ہو گئے تھے آنکھوں نے جواب دے دیا تھا، عمر ۹۴ سال تک پہنچ چکی تھی ،اس پر حکومت کا جبر و تشدد اور بھی وبال جان ہو رہا تھا۔ عقبہ کبیر کا نورانی منظر جن آنکھوں نے دیکھا تھا ان میں صرف یہی ایک بزرگ باقی رہ گئے تھے اس وقت صحابہ کرام کے طبقہ میں بھی بہت کم لوگ بقید حیات تھے۔
اس بنا پر ان کا وجود عالم اسلامی میں بسا غنیمت تھا۔

حجاج کے ظلم و ستم نے جس سال ان پر زور توڑا۔ اسی سال انتقال کیا۔

انتقال کے وقت وصیت کی تھی کہ حجاج جنازہ نہ پڑھائے، اس لیے حضرت عثمانؓ کے بیٹے ابان نے نماز پڑھائی اور بقیع میں دفن کیا۔ تاریخ بخاری میں ہے کہ حجاج جنازہ میں آیا تھا اور تہذیب التہذیب میں لکھا ہے کہ نماز بھی پڑھائی تھی۔

اہل و عیال:

حضرت جابرؓ نے اپنے والد کی شہادت کے بعد ایک بیوہ عورت سے نکاح کر لیا تھا۔ حضور ﷺ کو معلوم ہوا تو فرمایا، کسی کنواری سے کیا ہوتا کہ وہ تم سے کھیلتی، تم اس کھیلتے، عرض کیا کہ بہنیں کم عمر تھیں اس لیے ہوشیار عورت کی ضرورت تھی جو ان کی کنگھی کرتی، جویں دیکھتی، کپڑے سی کر پہناتی، فرمایا اصبت (تم نے ٹھیک کیا)۔

دوسری شادی بنو سلمہ میں کی، اسلام میں عورت کو دیکھ کر شادی کرنے کی اجازت ہے اس لیے کے پیغام کے بعد لڑکی کو چھپ کر دیکھ لیا، پھر شادی کی، پہلی بیوی کا نام سہلہ بنت مسعود تھا صحابیہ تھیں، اور انصار کے قبیلہ ظفر کی لڑکی تھیں، دوسری کا نام حارث تھا، وہ محمد بن مسلمہ بن سلمہ کی جو قبیلہ اوس سے تھے، اور معزز صحابی تھے بیٹی تھیں۔

اولاد کے نام یہ ہیں عبد الرحمن، عقیل، محمد، حمیدہ، میمونہ، ام حبیب۔

حلیہ:

حلیہ یہ تھا، مونچھ خوب کٹی ہوئی، سر اور داڑھی میں زرد خضاب لگاتے تھے آنکھیں

اخیر عمر میں جاتی رہی تھیں۔
مکان مسجد نبوی سے ایک میل دور تھا۔اس لیے ایک مسجد بھی بنوائی تھی۔

علم و فضل:

تحصیل علم کی ابتداء سر چشمہ وحی سے ہوئی، لیکن تربیت یافتگان نبوت میں جو لوگ علوم وفنون کے مرکز تھے ان کے حلقوں سے بھی استفادہ کیا۔ حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابو عبیدہ، حضرت طلحہ، حضرت معاذ بن جبل، عمار، خالد بن ولید، حضرت ابو بردہ بن نیار، ابو قتادہ، ابو ہریرہ، ابو سعید خدری، ابو حمید ساعدی، عبداللہ بن انیس (رضی اللہ عنھم)۔
ام شریک، ام مالک، ام مبشر، ام کلثوم بنت ابو بکر صدیق (تابعیہ تھیں) سب کے سب ان کے اساتذہ میں داخل ہیں۔

ایک حدیث کیلئے شام جانا:

حدیث کا یہ شوق تھا کہ ایک ایک حدیث سننے کے لیے مہینوں کی مسافت کا سفر کرتے تھے عبداللہ بن انیس کے پاس ایک حدیث تھی، وہ شام میں رہتے تھے حضرت جابرؓ کو معلوم ہوا تو ایک اونٹ خریدا اور ان کے پاس جا کر کہا کہ وہ حدیث بیان کیجئے میں نے اس لیے عجلت کی کہ شاید میرا خاتمہ ہو جاتا اور حدیث سننے سے رہ جاتی۔
اسی طریقہ سے مسلمہ بن مخلدؓ امیر مصر سے حدیث سننے کے لیے مصر کا سفر کیا، اور حدیث کی اجازت لی، اس سفر کا تذکرہ طبرانی میں موجود ہے۔ تحصیل علم سے

فراغت کے بعد مسند درس پر جلوہ فرما ہوئے۔ حلقہ درس مسجد نبوی میں قائم تھا، شائقین مقامات بعیدہ سے آتے تھے مکہ معظمہ مدینہ منورہ، یمن، کوفہ، بصرہ، مصر، میں ان کا دریائے فیض رواں تھا۔

کمالات کے مظہر تفسیر و حدیث و فقہ کے فن تھے، تفسیر میں اگرچہ روایتیں زیادہ نہیں تاہم معتد بہ ہیں، لوگوں میں ورود کے معنی میں اختلاف تھا، بعض کہتے تھے کہ مسلمان جہنم میں داخل نہ ہوگا، بعض کا خیال تھا کہ سب جائیں گے، مگر مسلمان کو نجات مل جائے گی، حضرت جابرؓ سے پوچھا فرمایا بر وفا جر نیک و بد سب جہنم میں داخل ہوں گے۔ لیکن اچھوں پر آگ کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ پھر متقیوں کو نجات ملے گی اور ظالم اس میں رہ جائیں گے۔

طلق بن حبیب کو شفاعت کا انکار تھا، انہوں نے حضرت جابرؓ سے مناظرہ کیا، اور خلود في النار کے متعلق جتنی آیتیں قرآن میں ہیں، سب پڑھیں، حضرت جابرؓ نے فرمایا شاید تم اپنے کو مجھ سے زیادہ قرآن وحدیث کا عالم جانتے ہو انہوں نے کہا استغفر اللہ! میرا وہ خیال بھی نہیں ہو سکتا، ارشاد ہوا تو سنو! یہ آیتیں مشرکین کے متعلق ہیں جو لوگ عذاب دینے کے بعد نکال لیے گئے ان کا اس میں ذکر نہیں، لیکن رسول اللہ نے حدیث میں اس کو بیان فرمایا ہے حدیث ان کی تمام کوششوں کا جولانگاہ ہے اشاعت حدیث ان کی زندگی کا اہم مقصد رہا بایں ہمہ کہ کثیر الروایات تھے اور ان کی مرویات کی تعداد ۵۴۰ تک پہنچتی ہیں بیان حدیث میں نہایت احتیاط سے کام لیتے تھے، ایک حدیث بیان کی سمعت کا لفظ بولنا چاہتے تھے کہ رک گئے اور اپنے اوپر موقوف کر دی اس کا سبب یہ تھا کہ ان کو الفاظ پر اطمینان نہ ہو سکا

تلامذہ حدیث کا شمار طوالت سے خالی نہیں تابعین کا ہر طبقہ ان کے خرمن فیض کا خوشہ چین ہے، لیکن خاص شاگردوں کے نام حسب ذیل ہیں

امام باقر، محمد بن منکدر، سعد بن مینا، سعید بن بلال، عاصم بن عمر بن قتادہ انصاری، محمد بن عمرو بن حسین، حسن بن محمد بن حنفیہ وغیرہم۔

☆ فقہ بھی ان کی علمی موشگافیوں کا مظہر ہے ،وہ مسائل وفتاوی جو وقتاً فوقتاً پوچھے گئے ۔اور انہوں نے جو جوابات دیئے اگر وہ جمع کیے جائیں تو ایک مختصر رسالہ تیار ہو سکتا ہے

اخلاق وعادات:

اقامت حدود اللہ، جوش ایمان ،اور جرات اظہار حق، امر بالمعروف ،مودت رسول اتباع ،سنت ورفق بین المسلمین، اخلاق کی بیج وبنیاد ہیں اور قدرت نے حضرت جابرؓ کو نہایت فیاضی سے ان تمام چیزوں سے حصہ دیا تھا۔اقامت حدود اللہ ہر مسلمان کا فرض ہے حضرت جابر کو اس میں یگانہ وبیگانہ کا فرق وامتیاز روک نہ سکتا تھا، حضرت ماعز اسلمیؓ جو مدینہ کے باشندے اور اصحاب پاک میں داخل تھے ،ان کی حد رجم کے موقع پر خود جا کر اپنے ہاتھوں سے ان کو پتھر مارے۔اظہار حق میں کسی کی وجاہت خلل انداز نہ ہو سکتی۔

حضرت سعد بن معاذ انصاریؓ قبیلہ اوس کے سردار اور بڑے رتبہ کے صحابی تھے ،ان کا انتقال ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ آج عرش اعظم جنبش میں آگیا ہے حضرت براء بن عازبؓ کو یہ حدیث معلوم تھی، لیکن وہ عرش رحمن کے بجائے صرف سریر کہتے تھے جس سے جنازہ کا ہلنا مراد ہے حضرت جابرؓ سے لوگوں

نے براء کا قول نقل کیا، فرمایا کہ حدیث تو یہی ہے جو میں نے بیان کی باقی براءؓ کا قول تو وہ باہمی بغض و عداوت و کینہ کا نتیجہ اور اثر ہے۔ اوس اور خزرج میں اسلام سے پہلے سخت مخاصمت تھی۔

اس واقعہ کا یہ پہلو بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت جابرؓ قبیلہ خزرج سے تھے اس بنا پر ان کو خزرجیوں کا ہم آہنگ و ہمنوا ہونا چاہیے تھا۔ حجاج بن یوسف جب مدینہ کا امیر ہو کر آیا تو اس نے اوقات نماز میں کچھ تقدیم و تاخیر کی لوگ ان کے پاس دوڑے ہوئے آئے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہر کی نماز دوپہر کے بعد، عصر کی آفتاب کے صاف اور روشن ہونے تک، مغرب کی وقت غروب، فجر کی تاریکی میں پڑھتے تھے۔ اور عشاء کے وقت لوگوں کا انتظار ہوتا تھا، اگر جلد مجمع ہو گیا تو جلد پڑھتے تھے ورنہ دیر میں۔

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن جابرؓ نے تین برس کے لیے اپنی زمین کا پھل فروخت کر دیا، ان کو خبر ہوئی تو کچھ لوگوں کو لے کر مسجد آئے اور سب کے سامنے بیان کیا کہ رسول اللہ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے جب تک پھل کھانے کے قابل نہ ہو جائیں، ان کا فروخت کرنا جائز نہیں ہے (پھر نکلنے سے قبل کیونکر جائز ہو سکتا ہے)

ایک مرتبہ ایک سر گروہ فتنہ و فساد مدینہ آیا، لوگوں نے حضرت جابرؓ کو گھیرا کہ اس کو شر سے باز رکھئے اس زمانہ میں وہ بینائی سے محروم ہو چکے تھے، اپنے دو بیٹوں کو بلایا اور ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر نکلے اور کہا کہ خدا اس کو ہلاک کرے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوف میں ڈال رکھا ہے بیٹوں نے عرض کی رسول اللہ

ﷺ تو فوت ہو چکے ہیں اب ان کو خوف کیسا؟ فرمایا حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے جس نے اہل مدینہ کو ڈرایا، گویا خود مجھے ڈرایا، آپ اتباع رسول کے ولولہ میں ان امور میں بھی آپ کی اقتدا کرتے تھے جن میں آپ کی تقلید ضروری نہیں ہے، حضور ﷺ کو ایک مرتبہ صرف ایک کپڑا اوڑھتے دیکھا تھا اس لیے خود بھی اسی طرح نماز پڑھی تو شاگردوں نے کہا کہ آپ کے پاس چادر رکھی تھی اس کو کیوں نہ اوڑھ لیا کہ ازار اور چادر دو کپڑے ہو جاتے فرمایا اس لیے کہ تم جیسے بے وقوف رسول اللہ ﷺ کی اس رخصت کو دیکھیں اور اعتراض کریں۔

حضور ﷺ نے مسجد فتح میں تین روز (پیر، منگل، بدھ) دعا مانگی تھی، تیسرے دن نماز میں قبول ہوئی تو چہرہ مبارک پر بشارت کی موجیں نور بن کر دوڑ گئیں حضرت جابرؓ نے یہ واقعہ دیکھا تھا، چنانچہ جب کوئی مشکل آپڑتی تو اس خاص وقت میں وہاں جا کر دعا کرتے اور قبولیت کی خوشخبری ساتھ لاتے تھے۔

☆ غزوات نبوی میں انہوں نے سرفروشی اور فداکاری کا اعلانیہ ثبوت دیا ،اور غزوہ حدیبیہ ، بیعت الرضوان میں جس قوت سے کام کیا تھا، اس کا اقرار خود قرآن میں کیا گیا ہے۔ حب رسول کے مناظر یہ ہیں:

غزوہ خندق میں تمام لشکر بے آب و دانہ تھا، اور سید کونین ۳ دن فاقہ سے رہے، اور پیٹ پر پتھر باندھ کر جنگ کے کام میں مصروف تھے آقا کو اس حالت میں دیکھا تو کام چھوڑ کر مکان گئے، اور دعوت کا انتظام کیا۔

ایک مرتبہ حضور ﷺ کی خدمت میں اعلیٰ قسم کے چھوہارے جن میں گٹھلی نہ تھی پیش کیے، آپ نے دیکھ کر فرمایا تھا کہ میں گوشت سمجھا تھا، اسی وقت گھر جا کر

بیوی سے کہا، انہوں نے بکری ذبح کر کے گوشت پکا دیا
ایک روز حضور ﷺ ان کے مکان پر تشریف لے گئے آپ کی عادت معلوم تھی ،اٹھے اور ایک فربہ بکری کا بچہ ذبح کیا وہ چلایا تو آپ نے فرمایا نسل اور دودھ کیوں قطع کرتے ہو؟ عرض کی ابھی بچہ ہے چھوہارے کھا کر اتنی موٹی ہو گئی ہے
ایک مرتبہ حضور ﷺ کے سامنے سے گزرے یہ ڈھال میں چھوہارے لیے تھے ،شرکت کی دعوت دی، آپ نے قبول فرمائی۔
حدیبیہ سے حضور ﷺ کے ساتھ چلے ،سقیا میں قیام ہوا، پانی موجود نہ تھا حضرت معاذ بن جبلؓ کی زبان سے نکلا کہ کوئی پانی لاتا، حضرت جابرؓ چند انصار کو لے کر پانی کی تلاش میں روانہ ہوئے ۲۳ میل چل کر اثایہ میں پانی ملا، وہاں سے مشکوں میں بھر کر لائے عشا کے بعد دیکھا تو ایک شخص اونٹ پر سوار حوض کی طرف جا رہا ہے۔ یہ حضور ﷺ تھے، بڑھ کر مہار تھام لی، اونٹ کو بٹھایا حضور ﷺ نے اتر کر نماز پڑھی خود بھی پہلو میں کھڑے ہو کر نماز میں شریک ہوئے۔
ایک مرتبہ رسول اللہ گھوڑے سے گر پڑے تھے وہ عیادت کو آئے۔۔ رسول اللہ کو کبھی قرض کی ضرورت ہوتی تو ان سے لیتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ قرض لیا تھا۔ اور ادائیگی کے وقت بطور اظہار خوشنودی کچھ زیادہ دیا۔
رسول اللہ ﷺ کو بھی ان سے بہت محبت تھی، ایک خاص واقعہ میں ان کے لیے ۲۵ مرتبہ استغفار فرمایا تھا، ایک مرتبہ بیمار پڑے تو خود عیادت کے لیے تشریف لائے ، حضرت جابرؓ بے ہوش تھے آپ نے وضو کر کے پانی کے چھینٹے دیئے تو ہوش آیا، اس وقت تک ان کے کوئی اولاد نہ تھی، باپ بھی فوت ہو چکے تھے

شریعت میں ایسے شخص کے وارث کو کلالہ کہتے ہیں چونکہ زندگی سے ناامید ہو چکے تھے، عرض کیا کہ میں مر گیا تو کلالہ وارث ہوگا۔ فرمایئے میراث کیسے تقسیم کروں؟ کیا دو ثلث بہنوں کو دے دوں؟ فرمایا اچھا دے دو۔ عرض کیا خواہ نصف؟ فرمایا ہاں یہ کہہ کر باہر تشریف لائے، پھر واپس ہوئے اور آکر کہا جابر! تم اس مرض میں نہ مروگے تمہارے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے:

(يستفتونك قل الله يفتيكم في الكلالة)

تم سے (اے پیغمبر) لوگ کلالہ کے بارے میں استفسار کرتے ہیں کہو کہ خدا کا اس کے متعلق یہ فتوی ہے۔

تم بہنوں کو دو ثلث دے سکتے ہو

کہیں دعوت ہوتی تو ساتھ لے جاتے، کبھی خود اپنے مکان پر لاتے اور کھانا کھلاتے ایک روز وہ اپنے گھر کی دیوار کے سایہ میں بیٹھے تھے، رسول اللہ ﷺ سامنے سے گزرے یہ دوڑ کر ساتھ ہو لیے، ادب کے خیال سے پیچھے چل رہے تھے، فرمایا پاس آجاؤ ان کا ہاتھ پکڑ کر کاشانہ اقدس پر لائے اور پردہ گرا کر اندر بلایا اندر سے ۳ روٹیاں اور سرکہ ایک صاف کپڑے پر رکھ کر آیا، آپ نے ڈیڑھ ڈیڑھ روٹی تقسیم کی اور فرمایا سرکہ بہت عمدہ سالن ہے، جابر کہتے ہیں کہ اس دن سے سرکہ کو میں نہایت محبوب رکھتا ہوں۔

کچھ اس واقعہ پر موقوف نہیں نوازشات خاصہ ہر صورت میں ہوتی رہتی تھیں۔

غزوہ ذات الرقاع میں حضرت جابرؓ نہایت عمدہ اونٹ پر سوار تھے، جو اپنی تیز رفتاری میں تمام اونٹوں سے آگے تھا، چلتے چلتے یکایک رک گیا، پیچھے سے آواز آئی

کیا ہوا یہ حضور ﷺ تھے، تشریف لائے اور ایک کوڑا مارا اونٹ پھر تیز ہو گیا اور ان کو لے کر اڑا حضور ﷺ نے فرمایا اس کو میرے ہاتھ فروخت کر دو عرض کی حاضر ہے، لیکن قیمت کی ضرورت نہیں، فرمایا نہیں قیمت دی جائے گی، درخواست کی کہ مدینہ تک میں اس پر چلوں گا جو منظور ہوئی، شہر پہنچ کر اونٹ کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ اس کو گھوم گھوم کر دیکھتے تھے اور فرماتے تھے کیسا اچھا ہے؟ اس کے بعد حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ اتنے اوقیہ سونا تول دو، اصل کے بعد کچھ اور بھی عطا فرمایا اور پوچھا دام پا چکے؟ کہا جی ہاں فرمایا دام اور اونٹ دونوں لے جاؤ سب تمہارا ہے۔ ایک یہودی نے اس واقعہ کو سنا تو تعجب کیا۔

قیمت سے زیادہ دام چونکہ حضور ﷺ کی بخشش تھی، اس لیے اس کو ایک تھیلی میں علیحدہ حفاظت سے رکھ دیا، حرہ کے دن اہل شام نے ان کے گھر پر چھاپہ مارا، اس میں دوسری چیزوں کے ساتھ اس کو بھی لوٹ لے گئے۔

ایک دفعہ بحرین سے مال آنے والا تھا حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم کو ۳ آبخورہ بھر کر دوں گا۔ لیکن جب مال آیا تو آپ ﷺ کا انتقال ہو چکا تھا، حضرت ابو بکرؓ نے منادی کرا دی کہ اگر رسول اللہ ﷺ نے کسی سے وعدہ کیا ہو یا آپ پر کسی کا قرض ہو تو وہ مجھ سے لے سکتا ہے، حضرت جابرؓ نے کہا کہ مجھ سے وعدہ فرمایا تھا۔ فرمایا لے لو ۳ آبخورہ میں ۱۵۰۰ آئے۔ رسول اللہ ﷺ کا ادب و احترام خاص طور پر ملحوظ رہتا تھا، اعمال و عقائد میں تو حضور کا ہر قول و فعل، فرض و واجب کا درجہ رکھتا ہے اور اس میں کسی کو مجال انکار نہ تھی، لیکن امور باہمی میں بھی ان کو اس کا لحاظ

رہتا تھا کہ جس بات کو حضور ﷺ ۳ مرتبہ ارشاد فرماتے بے چون وچرا تسلیم کر لیتے ایک دو مرتبہ قیل و قال کی گنجائش رہتی تھی، مسلمانوں سے محبت کرتے، اور رحماء بینھم کی مجسم تصویر تھے۔

ایک مرتبہ ان کا پڑوسی کہیں سفر میں گیا تھا واپس آیا تو بایں ہمہ جلالت قدر ملاقات کو تشریف لے گئے، اس نے لوگوں کے اختلاف اور جماعت بندی کی داستان سنائی بدعات کا رائج ہونا بیان کیا، صحابہ نے بنیاد اسلام اپنے بدن کے خون سے سینچی تھی، ان واقعات کے کب کان متحمل ہو سکتے تھے؟ بے اختیار آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا رسول اللہ ﷺ نے سچ کہا تھا کہ لوگ جس طرح گروہ در گروہ خدائی دین میں داخل ہوں گے اسی طرح خارج بھی ہو جائیں گے۔

ان اوصاف کے ساتھ مذہبی جوش اور حرارت بھی نہایت نمایاں تھی ایک میل سے پنج وقتہ نماز پڑھنے آتے تھے، ظہر کے وقت گرمی کی یہ شدت ہوتی تھی کہ زمین پر سجدہ کرنا دشوار تھا ہاتھ میں کنکریاں ٹھنڈی کرتے اور سجدہ کرتے تھے، لیکن آنا ترک نہ ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ مسجد نبوی کے قرب میں مکانات خالی ہوئے، حضرت جابرؓ اور بنو سلمہ کا ارادہ ہوا کہ یہاں اٹھ آئیں کہ نماز کا آرام ہو گا حضور ﷺ سے درخواست کی آپ نے فرمایا کہ تمہیں وہاں سے آنے میں ہر قدم پر ثواب ملتا ہے سوچو تو کتنا ثواب ہوا، سب نے کہا کہ حضور کا ارشاد بدل و جان منظور ہے

حج متعدد کیے تھے دو کا تذکرہ حدیثوں میں آیا ہے پہلا حجۃ الوداع دوسرا ایک اور جس میں محمد بن عباد بن جعفر نے ایک مسئلہ پوچھا تھا۔

سادگی مسلمانوں کی ترقی کا اصل راز ہے، حضرت جابرؓ نہایت سادہ تھے صحابہ کا ایک گروہ مکان پر ملنے آیا اندر سے روٹی اور سرکہ لائے اور کہا بسم اللہ اس کو نوش فرمایئے سرکہ کی بڑی فضیلت آئی ہے پھر فرمایا آدمی کے پاس اگر اعزہ واحباب آئیں تو جو کچھ حاضر ہو پیش کر دے اس میں کوتاہی نہ کرے اسی طرح ان لوگوں کا فرض ہے کہ پیش کردہ چیز کو خوشی خوشی کھائیں اور اس میں دیر نہ کریں۔ کیونکہ تکلف میں دونوں کی ہلاکت کا سامان ہے۔ایک مرتبہ مقنع بیمار ہوئے، تو حضرت جابر دیکھنے گئے تو فرمایا میرے خیال میں تم حجامہ لگاؤ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ اس میں شفا ہے

مزاج میں بے تکلفی تھی، ملنے جلنے کا انداز بہت سادہ تھا۔ حضور ﷺ سے زیادہ کون معزز و محترم ہو سکتا تھا، لیکن جب آپ چلتے تو لوگ آپ کے برابر یا آگے چلتے تھے حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ اس کا سبب یہ تھا کہ آپ کے پیچھے فرشتے چلتے تھے۔رسول اللہ ﷺ کی ایک ایک چیز دل ودماغ میں جاگزیں تھی۔

بیعت الرضوان کی بیعت ایک درخت کے نیچے لی گئی تھی لوگ اس جگہ کو متبرک سمجھ کر نماز پڑھنے لگے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو کٹوادیا مسیب بن حزن کا بیان ہے کہ اس درخت کو ہم دوسرے ہی سال بھول گئے تھے۔ لیکن جابر کو برسوں کے بعد بھی یاد تھا، اخیر عمر میں نابینا ہو گئے تھے حدیبیہ کا قصہ بیان کیا تو فرمایا آج آنکھیں ہوتیں تو وہ موقع دکھلا دیتا۔

حضرت جبار بن صخر رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

جرار نام، ابو عبد اللہ کنیت، قبیلہ خزرج کے خاندان سلمہ سے ہیں نسب نامہ یہ ہے جبار بن صخر بن امیہ بن خنیس بن سنان بن عبید بن عدی بن غنم بن کعب بن سلمہ والدہ کا نام سعاد بنت سلمہ تھا، اور جشم بن خزرج کے قبیلہ سے تھیں۔

اسلام:

بیعت عقبہ ثانیہ میں شریک تھے۔

غزوات اور دیگر حالات:

مقداد بن اسود کندیؓ سے کہ بڑے رتبہ کے صحابی تھے، مواخاہ ہوئی تمام غزوات میں شرف شرکت حاصل کی۔ غزوہ بدر میں ۳۲ سالہ تھے۔ خیبر فتح ہونے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبد اللہ بن رواحہؓ کو ایک سال تخمینہ لگانے والا بنا کر بھیجا تھا، غزوہ موتہ میں ان کی شہادت ہو گئی تو جبار بن صخر کا اس منصب کے لیے انتخاب کیا۔ جبارؓ ہر سال خیبر کے پھلوں کا تخمینہ کرنے کے لیے بھیجے جاتے تھے۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں بھی اس منصب پر مامور رہے اور حضرت عمرؓ نے جب یہود کو خیبر سے جلا وطن کیا تو مہاجرین و انصار کو لے کر خیبر آ گئے تھے اس سفر میں جبار بن صخرؓ بھی ان کے ہمراہ تھے۔

وفات:

۳۰ھ میں حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں انتقال کیا، اس وقت ان کی عمر ۶۲ کی تھی۔

فضل وکمال:

مسند میں چند حدیثیں ان کے سلسلہ میں مروی ہیں، حساب میں کمال حاصل تھا اس لیے دار الخلافت میں حساب اور خارص کا عہدہ ان کو تفویض تھا۔

اخلاق:

حب رسول پر ایک واقعہ ذیل کا شاہد ہے۔

مکہ معظمہ کے سفر میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ اثابہ میں کوئی جا کر پانی کا انتظام کرتا، حضرت جبارؓ نے اٹھ کر کہا میں جاتا ہوں وہاں پہنچ کر حوض کے ارد گرد ڈھیلے رکھے، اور اس میں پانی بھر دیا محنت کرنے کی وجہ سے تھک گئے تھے آنکھ لگ گئی حضور ﷺ پہنچے اور فرمایا مالک حوض! میں اپنے اونٹ کو پانی پلا سکتا ہوں، انہوں نے رسول اللہ کی آواز پہچان کر اجازت دی، آپ اونٹ بٹھا کر اترے، وضو کے لیے پانی مانگا، انہوں نے آپ کو وضو کرا کے خود بھی وضو کیا اور پھر حضور ﷺ کے ساتھ نماز میں کھڑے ہو گئے۔ چونکہ بائیں جانب کھڑے تھے، حضور ﷺ نے ان کا ہاتھ پکڑ کر داہنے جانب کر دیا، تھوڑی دیر میں تمام لوگ آ پہنچے اور تنہائی کا لطف صحبت مفقود ہو گیا۔

حضرت جلبیب رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

جلبیب نام تھا انصار کے کسی قبیلہ سے تھے، سلسلہ نسب معلوم نہیں حضور ﷺ نے انصار کی ایک لڑکی سے ان کی نسبت ٹھہرائی، چونکہ نہایت کم رو اور پستہ قد تھے اس لیے لڑکی کے والدین نے انکار کرنا چاہا لیکن لڑکی نہایت سمجھدار تھی اس کو معلوم ہوا تو یہ آیت پڑھی:

ما كان لمومن ولا مؤمنة اذا قضى الله ورسوله امرا ان يكون لهم الخيرة من امرهم

یعنی جب اللہ اور رسول اللہ کسی بات کا فیصلہ کر دیں تو کسی مسلمان کو اسمیں چون و چرا کی گنجائش نہیں۔

اور میں بالکل رضا مند ہوں جو رسول اللہ کی مرضی ہے وہی میری بھی ہے، حضور ﷺ کو خبر ہوئی تو آپ نہایت مسرور ہوئے اور فرمایا:

اللهم اصبب عليها الخير ولا تجعل عيشها كدا

اے اللہ! اس پر خیر کا دریا بہادے اور اس کی زندگی کو تلخ نہ کر۔

دعائے نبوی میں اسلام کا اثر تھا کہ تمام انصار میں اس سے زیادہ کوئی عورت مال دار اور خرچ کرنے والی نہیں تھی۔

عورت کی رضامندی پا کر حضور ﷺ نے جلبیب سے کہا کہ فلاں لڑکی سے

تمہارا نکاح کرتا ہوں بولے یارسول اللہ! آپ مجھے کھوٹا پائیں گے فرمایا "لکنك عند الله لست بكاسد" یعنی تم اللہ کے نزدیک کھوٹے نہیں ہو۔ (اس واقعے کی تفصیل اور بھی ہے)

شہادت:

حضور ﷺ کے ساتھ کسی غزوہ میں تھے کہ مال غنیمت آیا ارشاد ہوا دیکھو کون کون لوگ لاپتہ ہیں، لوگوں نے چند آدمیوں کے نام گنوائے آپ نے ۳ مرتبہ پوچھا اور وہی جواب ملا تو فرمایا لکنی افقد جلبیبا لیکن میں جلبیب کو گم پاتا ہوں۔ مسلمان حضرت جلبیب رضی اللہ عنہ کی تلاش میں نکلے تو دیکھا کہ سات آدمیوں کے پہلو میں مقتول پڑے ہیں حضور ﷺ کو خبر ہوئی آپ خود تشریف لائے اور لاش کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا:

قتل سبعة ثم قتلوه هذا معنى أنا منه هذا معنى وانا منه

سات کو قتل کر کے قتل ہوا یہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں یہ مجھے اور میں اس سے ہوں۔

اور جلیبیب رضی اللہ عنہ کی لاش کو اپنے ہاتھ سے اٹھا کر لائے اور قبر کھدوا کر دفن کیا اور غسل نہیں دیا۔ حضرت جلبیب رضی اللہ عنہ واقعی خدا کے نزدیک کھوٹے نہ تھے شہادت عظمی کے ساتھ ساتھ یہ شرف کتنا عظیم الشان تھا کہ سول اللہ ﷺ خود اپنے ہاتھوں سے ان کی لاش اٹھا کر لائے تمام لوگوں کا تابوت لکڑی کے تختوں سے تیار ہوا ہے، لیکن حضرت جلبیب رضی اللہ عنہ کا تابوت صاحب وحی والہام کا دست مبارک تھا

حضرت حباب بن منذر بن جموع رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

حباب نام، ابو عمر کنیت، قبیلہ خزرج سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے حباب بن منذر بن جموع بن زید بن حرام بن کعب بن غنم بن کعب بن سلمہ۔

اسلام:

ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے۔

غزوات اور دیگر حالات:

تمام غزوات میں شرکت کی، غزوہ بدر میں قبیلہ خزرج کا علم ان کے پاس تھا، بدر کے قریب پہنچ کر حضور ﷺ نے ڈیرہ ڈالا تو حبابؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! اس مقام پر اترنے کے لیے حکم خداوندی ہے یا آپ کی ذاتی رائے ہے فرمایا میری رائے ہے عرض کی تو یہ موقع ٹھیک نہیں ہم کو پانی کے پاس اترنا چاہیے اور تمام کنوؤں پر قبضہ کر کے ایک حوض تیار کرنا چاہیے تاکہ ہمارے لشکر میں پانی کی قلت نہ ہو اور دشمن شدت تشنگی سے پریشان ہو جائے حضور ﷺ نے فرمایا حبابؓ صحیح کہتے ہیں چنانچہ تمام لشکر کو لے کر چاہ بدر پر نزول ہوا۔ غزوہ احد میں قریش اس سروسامان سے نکلے تھے کہ مدینہ ہل گیا تھا ذوالحلیفہ پہنچے تو حضور ﷺ نے دو جاسوس بھیجے اور ان کے بعد حباب کو روانہ فرمایا انہوں نے تمام لشکر میں گھوم کر

مختلف خبریں پہنچائیں اور دشمن کی تعداد کا صحیح اندازہ کر کے حضور ﷺ کو خبر دی ۔اس غزوہ میں خزرج کا علم بھی ان کے پاس تھا، بعض کا خیال ہے کہ سعد بن عبادہؓ علمبردار تھے۔

غزوہ خیبر میں ایک حصہ کا اور حنین میں تمام خزرج کا علم انہی کو تفویض ہوا تھا کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں وہ سعد بن عبادہؓ کے سر گرم حامی تھے اور ان کے خلیفہ بنانے پر مصر تھے۔

اثنائے خطبہ میں ایک فقرہ کہا تھا:

انا جديلها المحكك وعذيقها المرجب

"یعنی میں قوم کا معتمد ہوں اور لوگ میری رائے سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔

اس کے بعد یہ رائے پیش کی کہ دو امیر ہوں ایک انصاری اور ایک مہاجری ،حضرت عمرؓ نے برجستہ کہا یہ ناممکن ہے دو بادشاہ ایک ملک میں نہیں ہوتے۔

وفات:

حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں فوت ہوئے عمر ۵۰ سال سے متجاوز تھی بدر میں ۳۳ برس کا سن تھا۔

فضل وکمال:

حدیث میں ابوالطفیل عامر بن واثلہؓ ان کے شاگرد ہیں۔ شاعری عرب کا فطری جوہر ہے، حضرت حباب بھی شعر کہتے تھے یہ شعر انہی کی طرف منسوب ہیں:

الم تعلم الله درابكما   وما الناس الا اكمه وبصير

کیا تمہیں خبر نہیں تمہارے باپ کی بھلائی خدا کے لیے ہو کہ لوگ دو طرح کے ہوتے ہیں قدرتی ن ابیؓ نااور ارباب بصر"

بانا واعداء النبي محمدصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسود لها في العالمين زئير

چنانچہ ہم اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن دونوں شیر ہیں جن کی گرج سے تمام عالم گونج اٹھا،

نصرنا و آوينا النبي وماله سوانا من اهل الملتين نصير

لیکن ہم کو یہ شرف ہے کہ ہم نے پیغمبر کو پناہ دی اور مدد کی اور ہمارے سوا آپ کا کوئی مددگار نہیں۔

خطبہ اچھا دیتے تھے اور اس میں فصاحت و بلاغت کے پورے جوہر دکھاتے تھے سقیفہ بنی ساعدہ میں انہوں نے دو خطبے دیئے تھے۔ جن سے قوت تقریر اور زور بیان کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے اس مفہوم کو کہ انصار چاہیں تو خلافت کو نقصان پہنچا سکتے ہیں کس بلیغ پیرایہ میں ادا کیا ہے۔

اما والله لئن شئتم لنعيدنها جذعة

خلافت کو اونٹ سے تعبیر کر کے کہتے ہیں کہ تم چاہو تو میں اس کو پانچ برس کا ایک بچہ بنا سکتا ہوں۔ اسی طرح اپنی حیثیت اور ذاتی وجاہت کو اس طرح بیان کرتے ہیں

انا جذيلها المحككت وعذيقها المرجب!

میں انصار کے خارشتی اونٹ کے بدن رگڑنے کا ستون اور ان کے تناور درخت کا سدرو ئین ہوں۔

عرب میں جس اونٹ کے خارش نکلتی تھی صحت یابی کے لیے اس کو ایک لکڑی یا ستون سے باندھ دیتے تھے جس سے وہ اپنا بدن رگڑ رگڑ کر اچھا ہو جاتا تھا، اسی طرح کھجور کے بہت بڑے درخت کے نیچے جس کے جھکنے کا خوف ہوتا تھا ایک دیوار بنادیتے یا لکڑی گاڑ دیتے تھے تو درخت سیدھا رہتا تھا۔

حضرت حبابؓ نے اپنی ذمہ داری کو اسی لکڑی اور دیوار سے تشبیہ دی ہے۔

حضرت حرام بن ملحان رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

حرام نام، قاری لقب، سلسلہ نسب یہ ہے حرام بن مالک (ملحان) بن خالد بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار بن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج ،حضرت ام سلیم کے بھائی تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خالہ اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ صحابی مشہور کی والدہ ماجدہ تھیں۔

اسلام:

بنو نجار صدائے اسلام پر لبیک کہنے میں تمام انصار میں پیش پیش رہے تھے حضرت ام سلیمؓ کی وجہ سے خاندان عدی اسلام کے نام سے گوش آشنا ہو چکا تھا اس لیے بھائی نے بھی قبول اسلام میں سبقت کی۔

غزوات اور وفات:

بدر اور احد کے معرکوں میں ان کی شرکت کا پتہ نہیں چلتا، سریہ بیر معونہ میں جو احد کے بعد ہوا تھا،ان کے موجود ہونے کی شہادت ملتی ہے۔ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس کچھ لوگ یہ درخواست لے کر آئے کہ ہمارے ملک میں اشاعت اسلام کے لیے کچھ آدمی بھیج دیجے جو قرآن و سنت کی اچھی طرح تعلیم دے سکیں، آپ نے ۷۰ آدمیوں کو جو قراء کے لقب سے مشہور تھے ان کے ساتھ کر دیا حرامؓ

بھی اسی جماعت میں تھے وہاں پہنچ کر ایک مقام پر قیام کیا، حرام دو آدمیوں کے ساتھ جن میں سے ایک کے پاؤں میں لنگ تھا قبیلہ میں اشاعت اسلام کے لیے گئے اور یہ کہہ کر ان کو قریب چھوڑ دیا کہ تم یہیں ٹھہر و پہلے میں جاتا ہوں اگر زندہ بچ گیا تو خیر ورنہ تم دوڑ کر ہمارے ساتھیوں کو خبر کر دینا اور قبیلہ میں جا کر کہا کہ میں حضور ﷺ کی رسالت پر کچھ کہنا چاہتا ہوں، تم مجھے امان دیتے ہو؟ ادھر ان کی تقریر شروع ہوئی تھی کہ ادھر قبیلہ والوں نے ایک شخص کو اشارہ کر دیا جس نے پیچھے سے نیزہ کا وار کیا جو ایک پہلو کو توڑ کر دوسرے پہلو سے نکل گیا حضرت حرامؓ نے زخم کا خون لے کر چہرہ اور سر پر چھڑکا اور فرمایا اللہ اکبر! فزت و رب الکعبہ رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہوا دونوں ساتھیوں میں سے جن کے پاؤں میں لنگ تھا پہاڑ میں چھپ رہے دوسرے نے مسلمانوں کو خبر کی واقعہ سن کر سب موقع پر پہنچ گئے۔ اور اسی جگہ لڑ کر جام شہادت نوش کیا۔

حضور ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ نے ایک مہینہ تک قاتلین کے حق میں دعائے بد کی۔

فضل وکمال:

قرآن وحدیث میں اس قدر عبور تھا کہ نجد میں ان کی اشاعت کے لیے مقرر کیے گئے صحیح مسلم میں ہے کہ قرآن پڑھا کرتے اور رات کے وقت اس کا درس دیتے تھے۔

اسی وجہ سے قاری لقب پڑ گیا تھا۔

اخلاق:

رات کو نماز پڑھتے دن کو مختلف نیک کام کرتے، مسجد نبوی میں پانی بھر کر رکھتے، لکڑی کاٹ کر فروخت کرتے تھے اور اس سے اصحاب صفہ اور دوسرے محتاج مسلمانوں کی غذا مہیا کرتے تھے۔ان کریمانہ اخلاق میں جوش ایمان جس کا نظارہ فزت و رب الکعبہ میں ہوچکا،

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

حسان نام ،ابو الولید کنیت ، شاعر رسول اللہ لقب ، سلسلہ نسب یہ ہے حسان ابن ثابت بن منذر بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن نجار ابن ثعلبہ بن عمرو بن خزرج والدہ کا نام فریعہ بنت خالد بن خنیس بن لوذان بن عبد ود ابن زید بن ثعلبہ بن خزرج بن کعب بن ساعدہ تھا قبیلہ خزرج سے تھیں اور سعد ابن عبادہ سردار خزرج کی بنت عم ہوتی تھیں۔ حسان نے ایک شعر میں ان کا نام ظاہر کیا ہے؟

امسی الجلابیب قدغرواقد کثروا

وابن الفریعة امسی بیضة البلد

وہ اسلام اور بیعت کے شرف سے مشرف ہوئیں۔

حضرت حسانؓ کے اجداد اپنے قبیلہ کے رئیس تھے فارع کا قلعہ جو مسجد نبوی سے جانب غرب باب الرحمۃ کے مقابل واقع تھا انہی کا سکونت گاہ تھا حسانؓ کہتے ہیں

ادقت لتوما من البروق اللوامع

ونحن نشاوی بین سلع وفار

سلسلہ اجداد کی چار پشتیں نہایت معمر گزریں، عرب میں کسی خاندان کی چار پشتیں مسلسل اتنی طویل العمر نہیں مل سکتیں، حرام کی عمر جو حضرت حسانؓ کے پر دادا

تھے ۱۲۰ سال کی تھی ان کے بیٹے مندر اور ثابت بن منذر اور حسان بن ثابتؓ سب نے یہی عمر پائی۔

اسلام:

حضرت حسانؓ حالت ضعیفی میں ایمان لائے ہجرت کے وقت ۶۰ برس کا سن تھا۔

غزوات:

دل کے فطرۃ کمزور تھے اس لیے کسی غزوہ میں شریک نہ ہو سکے۔ حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوات میں شرکت کی تھی' حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں

قبل لا بن عباس قدم حسان اللعين فقال ابن عباس ما هو بلعين قد جاهد مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بنفسه ولسانه

ابن عباسؓ سے کہا گیا کہ حسانؓ ملعون آیا ہے فرمایا ملعون کیونکر ہو سکتے ہیں انہوں نے رسول اللہ حضور ﷺ کے ساتھ رہ کر اپنے نفس اور زبان سے جہاد کیا ہے۔

لیکن عام تذکرے اس کے خلاف ہیں، غزوہ خندق میں عورتوں کے ساتھ قلعہ میں تھے۔ حضور ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلبؓ بھی اسی قلعہ میں تھیں۔ ایک یہودی نے قلعہ کے گرد چکر لگایا، حضرت صفیہؓ کو اندیشہ پیدا ہوا کہ اگر یہودیوں کو اطلاع ہو گئی تو بڑی مشکل پیش آئے گی کیونکہ حضور ﷺ جہاد میں مشغول تھے انہوں نے حسانؓ سے کہا اس کو مارو ورنہ یہودیوں سے جا کر خبر کر دے گا۔

انہوں نے جواب دیا تمہیں معلوم ہے کہ میرے پاس اس کا کوئی علاج نہیں حضرت صفیہ نے یہ جواب سن کر خود خیمہ کی چوب اٹھائی اور مردانہ وار نکل کر مقابلہ کیا اور یہودی کو قتل کر کے حسانؓ سے کہا اب جا کر اس کا سامان اتار لاؤ۔ بولے کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔

حضرت حسانؓ جان کے بجائے زبان سے جہاد کرتے تھے چنانچہ غزوہ بنو نضیر میں جب حضور ﷺ نے بنو نضیر کے درخت جلا گئے تو انہوں نے یہ شعر کہا ہے

فهان على سراة بني لوي حريق بالبويرة مستطير

بنو نضیر اور قریش میں باہم نصرت و مدد کا معاہدہ تھا اس بنا پر قریش کو غیرت دلاتے ہیں کہ تم بنو نضیر کی جس وقت کہ مسلمان ان کے باغ جلا رہے تھے کچھ مدد نہ کر سکے یہ شعر مکہ پہنچا تو ابو سفیان بن حارث نے جواب دیا۔

اذام الله ذالك من صنيع وحرق في نواحيها السعير

ستعلم اينا منها بنزه و تعلم اى ارضينا نضير

"یعنی خدا تم کو ہمیشہ اس کی توفیق دے یہاں تک کہ آس پاس کے شعلوں سے خود مدینہ خاکستر ہو جائے اور ہم دور سے بیٹھے بیٹھے تماشا دیکھیں۔

۵ھ میں غزوہ مریسیع سے واپسی کے وقت منافقین نے حضرت عائشہؓ پر اتہام لگایا! عبداللہ بن ابی ان سب میں پیش پیش تھا، مسلمانوں میں بھی چند آدمی اس کے فریب میں آگئے جن میں حسان، مسطح بن اثاثہؓ اور حمنہ بنت جحشؓ بھی شامل تھیں، جب حضرت عائشہؓ کی برات میں آیتیں اتریں تو حضور ﷺ نے اتہام لگانے والوں پر عفیفہ عورتوں پر تہمت لگانے کی قرآن کی مقرر کردہ حد جاری رکھی۔

گو حضرت حسانؓ بھی حضرت عائشہؓ پر تہمت لگانے والوں میں سے تھے لیکن اس کے باوجود جب ان کے سامنے حسانؓ کو کوئی برا کہتا تو منع کرتیں اور فرماتیں۔ کہ وہ حضور ﷺ کی طرف سے کفار کو جواب دیا کرتے تھے اور آپ کی مدافعت کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت حسانؓ حضرت عائشہؓ کو شعر سنا رہے تھے کہ مسروق بھی آ گئے۔

اور کہا آپ ان کو کیوں آنے دیتی ہیں، حالانکہ خدا نے فرمایا ہے کہ افک میں جس نے زیادہ حصہ لیا، اس کے لیے بڑا عذاب ہے فرمایا یہ اندھے ہو گئے اس سے زیادہ اور کیا عذاب ہو گا پھر فرمایا بات یہ ہے کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے لیے مشرکین کی ہجو کرتے تھے ۹ ہجری میں بنو تمیم کا وفد آیا جس میں زبرقان بن بدر نے اپنی قوم کی فضیلت میں چند اشعار پڑھے حضور ﷺ نے حسان کو حکم دیا کہ تم اٹھ کر اس کا جواب دو انہوں نے اسی ردیف و قافیہ میں نے برجستہ جواب دیا

۱۱ھ میں حضور ﷺ نے انتقال فرمایا، مسلمانوں کے لیے اس سے بڑھ کے کوئی غم نہیں ہو سکتا تھا چنانچہ حضرت حسان نے کئی پر درد مرثیے لکھے جو ابن سعد نے طبقات میں نقل کیے ہیں ہم ان کے صرف مطلعوں پر اکتفا کرتے ہیں، پہلے مرثیہ کا مطلع ہے

البیت حلفه برغیر ذي دخل　　　منی الية غیر افتاد

بالله ما حملت انثی ولا وضعت　　　مثل النبي الرحمة الهاد

آگے چل کر لکھتے ہیں

امسي نساء ك عطلن البيوت فبما

يضربن خلف ستر يادتاد

مثل الرواهب يلبس المسوح وقد

ايقن باليوس بعد النعمة البادي

دوسرے مرثیے میں جس کا مطلع

مابال عيينك لا تنام كانما

كحلت ما قيها ما يكحل الارمد

ہے اپنی مصیبت اور رنج وغم کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں

جنبي يقيت الزبلهفي ليتني

كنت المغيب في الضريح الملحد

پھر کہتے

اقيم بعدك بالمدينة بينهم   بالهف نفسي ليتنى لم اولد

تیسرا مرثیہ اس مطلع سے شروع ہوتا ہے

ياعين جودي بدمع منك اسبال

ولا تملن من سح واعوال

نب المساكين ان الخير فا وقهم

مع الرسول تولى عنهم سحر

وفات:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد عرصہ تک زندہ رہے۔ امیر معاویہؓ کے زمانہ میں وفات پائی

۱۲۰ برس کا سن تھا۔ بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ ۴۰ھ سے پہلے انتقال کیا لیکن یہ صحیح نہیں۔

اہل وعیال:

بیوی کا نام سیرین تھا جو ماریہ قبطیہ حرم رسول اللہ ﷺ کی ہمشیرہ تھیں ان سے عبد الرحمن نام کا ایک لڑکا پیدا ہوا، اس بناء پر عبد الرحمن اور حضرت ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ حقیقی خالہ زاد بھائی تھے۔

مکان:

جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں ان کا آبائی مسکن فارع کا قلعہ تھا، لیکن جب ابو طلحہؓ نے بیرحا کو صدقہ کر کے اپنے اعزہ پر تقسیم کر دیا اور ان کے حصہ میں بھی ایک باغ آیا تو یہاں سکونت اختیار کر لی یہ مقام بقیع سے قریب تھا امیر معاویہؓ نے ان سے خرید کر یہاں ایک قصر بنوایا تھا جو قصر بنی جدیلہ کے نام سے مشہور تھا۔

فضل وکمال:

حضور ﷺ سے چند حدیثیں روایت کی ہیں، راویوں میں حضرت براء بن عازبؓ، سعید بن مسیب، ابو سلمہ بن عبد الرحمن، عروہ بن زبیر ابوالحسن، مولی بنو نوفل خارجہ بن زید بن ثابت، یحییٰ بن عبد الرحمن بن حاطب اور دیگر حضرات ہیں۔

شاعری:

حضرت حسان رضی اللہ کی سیرت میں شاعری ایک مستقل عنوان ہے شعر و سخن

عرب کا مزاج تھا اور چند قبائل خصوصیت کے ساتھ شاعروں کے معدن تھے مثلا قیس، ربیعہ، تیمم، مضر، یمن موخرالذکر قبیلہ میں اوس و خزرج کا شمار تھا، جن سے حضرت حسانؓ کا آبائی سلسلہ نسب ملتا ہے۔

ان قبائل میں بھی چند مخصوص خاندان تھے جن کے ہاں شاعری ابًا عن جدٍ وراثت کے طور پر چلی آتی ہے حضرت حسان بھی انہی میں سے تھے ان کے باپ دادا اور خود ان کے بیٹے عبدالرحمن اور پوتے سعید بن عبدالرحمن سب شاعر گزرے ہیں ان شاعروں میں کچھ لوگ "اصحاب مذہبات کے نام سے مشہور ہیں مذہبات ذہب سے مشتق ہے، جس کے معنی سونا ہے چونکہ بعض شاعروں کے منتخب اشعار سونے کے پانی سے لکھے گئے تھے اس لیے مذہبہ کہلاتے ہیں، بعد میں ہر شاعر کے سب سے بہتر شعر کو مذہب کہا جانے لگا حضرت حسانؓ کے مذہبہ کا مطلع یہ ہے۔

لعمر ابيك الخير حقالمانبا

علی لساني في الخطوب ولا يدی

حضرت حسانؓ شاعری کے لحاظ سے جاہلیت کے بہترین شاعر تھے اصمعی کہتا ہے

شعر حسان في الجاهليت من أجود الشعر

ایک مرتبہ کعب بن زہیر نے فخر یہ کہا

فمن للقوافي شانها من يجولها

اذا ما مضى كعب و فوز جرد

تومرزد (برادر شماخ شاعر مشہور) نے فوراٹوکا کہ کے

فلست كحسان الحسام بن ثابت

آبادی کے لحاظ سے عرب کے باشندے دو حصوں میں منقسم ہیں۔ اہل وبر (دیہات والے) اور اہل مدر (شہر والے) اہل مدر مکہ، مدینہ، طائف کے باشندے شامل تھے باقی تمام ملک قصبات اور دیہات سے بھرا پڑا تھا، شعراء عموما انہی دیہاتوں کے باشندے تھے لیکن چند شاعر شہروں میں بھی پیدا ہوئے ان سب میں حضرت حسان کو بالاجماع فوقیت حاصل ہے

دفاعی نظمیں:

حضرت حسانؓ کی شاعری کا موضوع مدافعت عن الدین یا ہجو کفار ہے انہوں نے بہت سے کفار کی ہجو لکھی ہے لیکن اس کے باوجود ان کا کلام فحاشی سے بالکل پاک ہے۔

عربوں کے نزدیک ہجو کی غرض محض اپنے قبیلہ کی مدافعت ہوتی تھی اس بناء پر وہ اپنے اشعار صحیح صحیح واقعات میں نہایت موزوں اور مناسب پیرایہ میں نظم کرتے ہیں، چنانچہ زہیر نے تجاہل کے طور پر یہ اشعار لکھے ہیں۔

و ما ادری رسوف اخال ادری اقوم آل حصن ام نساء

مجھے معلوم نہیں اور عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ آل حصن مرد ہیں یا عورت

فحق لکل محصنة ھداء فان تکن النساء نخبئات

اگر عورتیں ہیں تو ان کو ہدیہ کرنا چاہیے

لوگوں کو نہایت گراں گزرا کہ عرب میں سب سے سخت ہجو لکھی گئی تھی۔

حضرت حسانؓ کی ہجو سب و ستم پر مشتمل نہ تھی، بلکہ مدافعت تھی اور وہ بھی بطریق احسن و بہ پیرایہ مناسب، صاحب اسد الغابہ لکھتے ہیں۔

كان حسان وكعب يعارضاهم مثل قولهم في الوقائع والايام والمائرويذكرون مثالبهم

یعنی حسانؓ و کعبؓ مشرکین کی رزمیہ اور فخریہ نظموں کا جواب دیتے تھے، اور ان کے مثالب کا تذکرہ کرتے تھے۔

حضرت حسانؓ کی ہجو گوئی کی شان نزول یہ ہے کہ مشرکین میں ابوسفیان بن حارث ابن عبد المطلب، عبداللہ بن زبعری، عمرو بن عاص، ضرار بن خطاب حضور ﷺ کی ہجو کرتے تھے، لوگوں نے جناب امیر سے درخواست کی کہ آپ ان کے جواب میں ہجو لکھیں، فرمایا کہ رسول اللہ کا ارشاد ہو تو میں آمادہ ہوں آپ ﷺ کو خبر ہوئی تو فرمایا علی اس کام کے لیے موزوں نہیں۔ اس کام کو انصار کریں گے جنہوں نے تلوار سے میری مدد کی ہے۔ حسان نے زبان پکڑ کر کہا میں اس کام کے لیے بخوشی آمادہ ہوں۔ ارشاد ہوا کہ قریش کی ہجو کس طرح کرو گے حالانکہ میں انہی میں سے ہوں عرض کی۔

لاسلنك منهم كما تسئل الشعرة من العجين

میں آپ کو اس طرح نکالوں گا جیسے آٹے سے بال نکالا جائے۔

فرمایا تم نسب ناموں میں ابو بکر سے مدد لینا ان کو قریش کے نسب میں اچھی واقفیت ہے۔ حضرت حسان، حضرت ابو بکر کے پاس جاتے اور ان سے دریافت کرتے تھے، حضرت ابو بکرؓ بتاتے کہ فلاں فلاں عورت کو چھوڑ دینا یہ رسول اللہ ﷺ کی دادیاں ہیں باقی فلاں فلاں عورتوں کا تذکرہ کرنا ابوسفیان بن حارث کی ہجو میں یہ اشعار لکھے

وان سنام الجد من آل هاشم

بنو بنت مخدوم دوالدت العبد

و من ولدت ابناء زهرة منهم

كرام ولم بقريب عجائزك المجد

ولست كعباس ولا كابن امه

ولكن لتيم لتقام له زند

وان ارع اكانت سمية امه

وسمراء مغمو اذا بلغ الجعد

وانت بين نيط في آل هاشم

كمانيط خلت الراكب القدح الفرد

تو بولا کہ ان شعروں میں ابو بکر رضی اللہ کا حصہ ضرور ہے اس میں انہوں نے حضرت عبداللہ، اوحاب، زبیر حضرت حمزہ، حضرت صفیہ، حضرت عباس اور ضراء بن عبدالمطلب کو مستثنی کر کے ابو سفیان کی ماں سمیہ اور اس کے باپ حارث کی ماں سمراء پر طنز کیا ہے اسی ابو سفیان کی ہجو میں کہتے ہیں

وعند الله في ذالك الجذاء   هجرت محمد افاجيت عنه

امين الله شمية الوفاء   هجرت مطهرا ابراحنيفا

فشر كما لخير لما افداء   اتهجوة ولست له بند

لعرض محمد منكم وفاء   فان آبي ووالده وعرضى

اس مدافعت سے نہایت خوش ہوتے تھے ایک مرتبہ فرمایا

حسان اجب عن رسول الله صلی الله علیه وسلم ایده بروح القدس

اے حسان میری طرف سے جواب دے۔ اے اللہ! روح القدس کے ذریعہ اس کی تائید کر۔

ایک مرتبہ ارشاد ہوا

اهجهم و جبریل معک یعنی تو مشرکین کی ہجو کر جبریل تیرے ساتھ ہے۔

مشرکین پر ان شعروں کا جو اثر پڑتا تھا اس کو حضور ﷺ نے ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے

ان قوله فیهم من وقع النبل

حسان کا شعر ان میں تیر و نشتر کا کام کرتا ہے۔

اب ہم ہجو کے چند اشعار لکھتے ہیں

اتهجوة ولست له بند فشر کما لخیر لما الفداء

تو بایں ہمہ کہ حضور ﷺ کا کفو نہیں، ان کی ہجو کرتا ہے، پس تم میں کا برا اچھے پر قربان ہے اس شعر کا اخیر مصرعہ اس قدر مقبول ہوا کہ ضرب المثل کے طور پر مستعمل ہوتا ہے

واشهد ان لك من قریش کال السقب من ولد النعام

میں جانتا ہوں کہ تیری قرابت قریش سے ہے لیکن اس طرح جیسے اونٹ کے بچہ کی شتر مرغ کے بچہ سے ہوتی ہے

یہ جاہلیت کے اشعار تھے حضور ﷺ کی مدح میں جو شعر لکھے ہیں اب انکو بھی سننا چاہیے

مستي مبيد في الدجى اليهم جبينه

يلح مثل مصباح الدجى المتوقد

جب حضور ﷺ کی پیشانی اندھیری رات میں نظر آتی ہے تو اس کی چمک نہایت روشن چراغ کی طرح ہوتی ہے

فمن كان او منب قد يكون كاحمد

نظام الحق اولكان الملحد

پس حضور ﷺ کا مثل کہ حق کا نظام اور ملحد کو عذاب جان ہیں، کون پیدا ہوا اور کون آئندہ ہو سکتا ہے۔

حضرت عائشہ نے ایک مرتبہ حضور ﷺ میں کا ذکر کیا تو فرمایا کہ آپ ایسے ہی تھے جیسا کہ حسان نے کہا ہے

حضور ﷺ مسجد نبوی میں منبر رکھوا دیتے تھے حضرت حسانؓ اس پر کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ کی مدح کرتے تھے اور آپ نہایت مسرور ہوتے تھے۔

جب بنو تمیم کا وفد آیا اور حسان نے قریش کی مدح میں شعر پڑھے تو سب کے سب بول اٹھے کہ محمد کا خطیب ہمارے خطیب سے اور ان کا شاعر ہمارے شاعر سے بہتر ہے

وتصبيح عرثي من لحوم الغوافل حصان رذان ماترن بريبة

حضرت عائشہ کی مدح میں ہے ان کو سنایا تو بولیں خیر میں تو ایسی ہوں لیکن تم ایسے نہیں۔

اخلاق وعادات:

ان کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ وہ دربار نبوی کے شاعر تھے اور حضور ﷺ کی جانب سے کفار کی مدافعت میں اشعار کہتے تھے اور حضور ﷺ نے ان کے لیے دعا فرمائی کہ خدایا! روح القدس سے ان کی مدد کر اس بنا پر بارگاہ رسالت میں ان کو خاص تقرب حاصل تھا۔

طبیعت کی کمزوری کے باوجود اخلاقی جرات موجود تھی ایک مرتبہ مسجد نبوی میں شعر پڑھ رہے تھے حضرت عمر رضی اللہ نے منع کیا تو جواب دیا کہ میں تم سے بہتر شخص کے سامنے پڑھا کرتا تھا۔

حضرت حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

حارثہ نام ، قبیلہ خزرج کے خاندان نجار سے ہیں ۔ سلسلہ نسب یہ ہے حارثہ ابن سراقہ بن حارث بن عدی بن مالک بن عدی بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار ، والدہ کا نام ربیع بنت نضر تھا وہ جلیل القدر صحابیؓہ اور حضرت انس بن مالک کی حقیقی پھوپھی تھیں۔

اسلام:

والد ہجرت سے قبل فوت ہو گئے تھے ، والدہ زندہ تھیں ، اور اسلام کے شرف سے مشرف ہوئیں ، ماں کے ساتھ بیٹے نے بھی دائرہ اسلام میں شمولیت اختیار کی۔

غزوہ بدر کی شرکت اور شہادت:

غزوہ بدر میں شریک تھے ، جس روز کوچ کا حکم ہوا سب سے پہلے گھوڑے پر سوار ہو کر نکلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو ناظر و نگران بنا کر ساتھ لیا ، ایک حوض پر پانی پی رہے تھے کہ حبان بن عرقہ نے تیر مارا اس نے اس تشنہء دہن کو شربت شہادت سے سیر اب کیا۔ کہتے ہیں کہ انصار میں سب سے پہلے انہی کو شرف شہادت حاصل ہوا۔ بدر سے واپسی کے وقت حارثہ کی ماں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ حارثہ سے مجھے جس قدر محبت تھی آپ کو معلوم ہے اگر

وہ جنت میں گیا ہو تو خیر صبر کروں گی ورنہ آپ دیکھیں گے کہ میں کیا کرتی ہوں۔ ارشاد ہوا کیا کہہ رہی ہو! جنت ایک نہیں بلکہ کثرت سے ہیں اور حارثہ تو جنت الفردوس میں ہیں۔ ربیع اس بشارت کو سن کر باغ باغ ہو گئیں مسکراتی ہوئی اٹھیں اور کہنے لگیں بخ بخ یاحارثہ یعنی واہ واہ اے حارثہ

اخلاق:

حضرت حارثہؓ اپنی ماں کے نہایت اطاعت گزار اور فرماں بردار تھے مصنف اسد الغابہ لکھتے ہیں

کان عظیم البر بامه ''ماں کے معاملہ میں نہایت نیکو کار تھے''۔

جوش ایمانی کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ کسی طرف جارہے تھے کہ حارثہؓ سامنے آگئے فرمایاحارثہ! صبح کیسی کی؟ بولے اس طرح کہ سچا مسلمان ہوں،فرمایاذرا سوچ کر کہو،ہر قول کی ایک حقیقت ہوتی ہے۔ عرض کیایا رسول اللہ دنیا سے منہ پھیر لیا ہے رات کوروان اور دن کو تشنہ دہن رہتا ہوں اس وقت یہ حال ہے کہ اپنے کو عرش کی طرف جاتے ہوئے دیکھ رہاہوں، جنتی جنت اور جہنمی دوزخ میں جاتے ہوئے دیکھ رہاہوں حارثہؓ نے درخواست کی کہ میرے لیے شہادت کی دعا کیجئے آپ نے دعا کی جس کی قبولت غزوہ بدر میں ظاہر ہوئی۔

حضرت حارث بن صمہ رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

حارث نام، ابو سعید کنیت، قبیلہ خزرج کے خاندان نجار سے ہیں سلسلہ نسب یہ ہے
حارث بن صمہ بن عمرو بن عتیک بن عمرو بن عامر
(مبذول) بن مالک بن نجار۔

اسلام:

ہجرت سے قبل اسلام لائے۔

غزوات اور دیگر حالات:

صہیب رومیؓ سے جو راہ خدا میں سخت سے سخت مصیبتوں کا مقابلہ کر چکے تھے، اخوت قائم ہوئی۔ غزوہ بدر میں شریک تھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ روحاء نام ایک مقام پر پہنچے تھے کہ چوٹ آگئی اس لیے آپ نے ان کو مدینہ واپس کر دیا اور غنیمت واجر میں شامل فرمایا۔

غزوہ احد میں جب کہ تمام لوگ منتشر ہو گئے تھے حارث نے نہایت پامردی سے داد شجاعت دی اور عثمان بن عبد اللہ بن مغیرہ کو قتل کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا تمام سامان ان کو دے دیا ان کے علاوہ اس غزوہ میں کسی مسلمان کو کسی کافر کا سامان نہیں دیا۔

اسی معرکہ میں حضور ﷺ نے حارث سے پوچھا کہ تم نے عبدالرحمن بن عوفؓ کو دیکھا ہے؟ بولے پہاڑ کی طرف مشرکین کے نرغہ میں تھے میں نے جانا چاہا لیکن حضور ﷺ پر نظر پڑ گئی تو اس طرف چلا آیا ارشاد ہوا ان کو فرشتے بچا رہے ہیں۔ حارثؓ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کے پاس گئے۔ دیکھا تو ان کے سامنے سات آدمی پچھڑے پڑے ہوئے ہیں پوچھا یہ سب تم نے مارے ہیں؟ بولے ارطاط اور فلاں فلاں کو تو میں نے قتل کیا۔ باقی ان لوگوں کے قاتل مجھ کو نظر نہیں آئے حارثؓ نے کہا رسول اللہ نے بالکل صحیح فرمایا تھا۔

وفات:

بیر معونہ کے معرکہ میں عمرو بن امیہ کے ساتھ کسی درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے کہ چیلیں اور دوسرے پرندے نظر آئے، یہ عمروؓ کو ساتھ لے کر اس سمت دیکھا تو مسلمانوں کی لاشیں خاک و خون میں غلطاں ہیں، عمروؓ سے کہا بولو کیا ارادہ ہے انہوں نے جواب دیا یہ تو ظاہر ہے کہ حضور ﷺ حق پر ہیں، کہا تو پھر کیا دیکھتے ہیں جہاں منذر مارے جائیں، میں کس طرح وہاں سے ہٹ سکتا ہوں اور عمروؓ کو ساتھ لے کر کفار کی طرف نکلے۔ انہوں نے تیروں کی بوچھاڑ کر دی جو بدن میں ہر جگہ پیوست ہو گئے اور حارثؓ کی روح نے داعی اجل کو لبیک کہا دوسرے ساتھی عمروؓ اسیر ہو گئے۔

اولاد:

دو بیٹے یادگار چھوڑے سعد اور ابو جہم یہ دونوں کے دونوں صحابی تھے۔

فضل وکمال:

اشعار ذیل حضرت حارث کے ہیں۔

اقبل في مهامه مهمه   یارب ان الحارث بن صمه

يسوق بالنبي هادي الامه

حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

حنظلہ نام، غسیل ملائکہ، تقی القاب، قبیلہ اوس کے خاندان عمرو بن عوف ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے حنظلہ بن ابی عامر عمرو بن صیفی بن مالک بن امیہ بن ضبیعہ ابن زید بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس، والدہ کا نام معلوم نہیں، اتنا معلوم ہے کہ عبداللہ ابی رئیس خزرج کی ہمشیرہ تھیں۔

ابو عامر (حنظلہ کا باپ) اوس میں نہایت شریف اور با اثر شخص تھا، بعثت نبوی کا قائل تھا۔ اسی جذبہ مذہبی نے رہبانیت کی طرف مائل کیا ریاست دنیاوی سے دست کش ہو کر مذہبی سیادت حاصل کی اور پلاس پہن کر گوشہ عزلت اختیار کیا راہب اسی وجہ سے لقب پڑا۔

لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے اور مدینہ میں خلافت الٰہی کی بنیاد ڈالی گئی تو ابو عامر اور ابن ابی دونوں کی سیادت میں رخنہ پڑا، تو ابن ابی نے منافقانہ طرز عمل اختیار کیا، اور مدینہ میں مقیم رہا، ابو عامر کا پیمانہ صبر زیادہ لبریز تھا وہ مدینہ میں نہ ٹھہر سکا اور مکہ کی سکونت اختیار کی، غزوہ احد میں قریش مکہ نہایت سر و سامان سے اٹھے، اور ابو عامر بھی جوش حسد میں ان کے ساتھ آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے لیے فاسق کا لقب تجویز کیا، جس سے تاریخ اسلام میں وہ اب تک مشہور ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد پھر مکہ کو مراجعت کی اور وہیں مقیم رہا ۸ ہجری میں جب فضائے بطحا پر توحید کا علم لہرایا، تو اس پر یہ زمین بھی تنگ ہو گئی۔ مکہ سے نکل کر روم

پہنچا، اور ہر قل کے دامن میں پناہ لی، اور اس جگہ ۹ ہجری یا ۱۰ ہجری میں مر گیا۔ ابو عامر کی شدت کفر کا تو یہ عالم تھا۔ اس کے بیٹے (حنظلہ) کی حرارت ایمانی کا یہ حال تھا کہ انہوں نے اسلام قبول کیا اور حضور ﷺ سے عرض کیا کہ حکم ہو تو اپنے باپ کا خاتمہ کر دوں، لیکن حضور ﷺ نے منظور نہ کیا، عبداللہ بن ابی کے فرزند حضرت عبداللہ نے بھی یہی درخواست کی تھی ان کو بھی یہی جواب عنایت ہوا۔ غزوہ بدر میں کسی سبب سے شریک نہ تھے احد میں شرکت کی، جو ان کے لیے پہلا اور آخری غزوہ ثابت ہوا۔

شہادت:

بیوی سے ہم بستر تھے، کہ نفیر عام سنی اس وقت اٹھ کھڑے ہوئے نہانا تک یاد نہ رہا تھا۔ شمشیر بکف میدان میں پہنچے ابوسفیان بن حرب رئیس کفر سے مقابلہ ہوا اس کو اٹھا کر دے مارنا چاہتے تھے کہ کام تمام کر دیں کہ شداد بن اسود لیث (ابن شعوب) نے دیکھ لیا جھپٹ کر بڑھا، اور ایسا وار کیا کہ حنظلہؓ کا سر دھڑ سے الگ ہو گیا ابوسفیان کہتا ہے

ولوشئت بختنی کمیت طمرة ولم احمل النعمالاء بن شعوب

بعض کا خیال ہے کہ ابوسفیان نے ابن شعوب کے ساتھ مل کر مارا تھا۔ مار کر بولا حنظلہ حنظلاۃ یعنی حنظلہ حنظلہ کے مقابلہ میں ہے۔ بدر میں ابوسفیان کا ایک لڑکا حنظلہ مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا گیا تھا۔ یہ اسی کی طرف اشارہ تھا۔ چونکہ حالت جنابت میں شہید ہوئے تھے اس لیے ملائکہ نے ان کو غسل دیا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان کی بیوی سے دریافت کرو بات کیا تھی؟ بیوی نے واقعہ بیان

کیا، فرمایا اسی وجہ سے فرشتے غسل دے رہے تھے غسیل ملائکہ کا لقب اسی وجہ سے ان کو حاصل ہوا۔

اولاد:

حضرت عبداللہ ایک فرزند تھے جن کی حضور ﷺ کی وفات کے وقت سات سال کی عمر تھی، سن شعور کو پہنچ کر باپ کے خلف الرشید ثابت ہوئے، یزید کی شرمناک حرکتوں سے بیزار ہوکر نقض بیعت کی اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے آستانہ خلافت پر سر نیاز خم کیا، شام سے فوجیں آئیں جنہوں نے مدینہ الرسول میں حرہ کا خونی منظر رونما کیا حضرت عبداللہؓ نے جرأت کر کے تمام مدینہ کو ابھارا اور خود سپہ سالار بن کر میدان میں نکلے، انصار کثرت سے شہید ہوئے۔ حضرت عبداللہؓ نے یکے بعد دیگرے اپنے آٹھ بیٹوں کو آگے بڑھایا، سب قتل ہوئے اور وہ اپنی آنکھوں سے یہ درد انگیز منظر دیکھتے رہے
آخر میں خود بھی مقابلہ کے لیے بڑھے۔ جس میں وہ ردائے خونیں ملبوس بدن تھی، جس کو ان کے پدر بزرگوار جنگ احد میں اوڑھ چکے تھے یہ واقعہ روح فرسا ذی الحجہ ۶۳ھ میں پیش آیا۔

اخلاق:

اخلاق وعادات کی عظمت وبلندی اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ پدر فاسق کا فرزند تقی اپنی قوم کے ناصیہ کمال پر غرۂ عظمت بن کر چمکا، قبیلہ اوس ہمیشہ ان کے وجود باجود پر فخر کرتا تھا۔ ایک مرتبہ انصار کے دونوں قبیلے اپنے فضائل فخر یہ بیان کر رہے

تھے فریقین نے اس موقع پر اپنے اپنے عظیم المرتبت اصحاب کو پیش کیا تھا، جن میں سے سب سے پہلے حضرت حنظلہ کا نام نامی تھا۔

حضرت خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

نام نامی خبیب تھا اور قبیلہ اوس سے تھے۔ سلسلہ نسب یہ ہے طبیب بن عدی ابن مالک بن عامر بن مجدعہ بن حجحی بن عوف بن کلفہ بن عوف بن عمرو بن عوف بن مالک ابن اوس۔

اسلام:

ہجرت سے قبل مسلمان ہوئے۔

غزوات:

غزوہ بدر میں شریک تھے۔اور مجاہدین کے اسباب کی نگرانی سپرد تھی۔اس غزوہ میں انہوں نے حارث بن عامر بن نوفل کو قتل کیا۔

۳ہجری میں غزوہ رجیع ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عاصم بن ثابت انصاری کو دس آدمیوں پر امیر بنا کر جاسوسی کے لیے روانہ فرمایا۔ عسفان اور مکہ کے درمیان میں ہذیل کا ایک قبیلہ لحیان رہتا تھا۔اس کو خبر ہو گئی اس کے سو تیر اندازوں نے اس مختصر جماعت کو گھیر لیا، سات آدمی اسی جگہ لڑ کر شہید ہو گئے، تین شخص جس میں ایک حضرت خبیب رضی اللہ عنہ بھی تھے زندہ بچے یہ تینوں جاں بخشی کے عہد و پیمان پر پہاڑی سے نیچے اترے، تیر اندازوں نے کمانوں کے تار کھول کر ان کے ہاتھ باندھے ایک

غیرت منداس بے عزتی کو گوارانہ کر سکااور مردانہ وار لڑ کر جان دی اب صرف دو شخص باقی رہ گئے ان کو لے جا کر مکہ کے بازار میں فروخت کیا اسلام کے اس یوسف کو حارث بن عامر کے بیٹوں نے خریدا۔ جسے غزوہ بدر میں انہوں نے قتل کیا تھا،

عقبہ بن حارث نے اپنے گھر میں لا کر قید کیا، ہاتھ میں ہتھکڑیاں پہنائیں اور موہب کو نگرانی پر مقرر کیا، عقبہ کی بیوی کھانا کھاتے وقت ہاتھ کھول دیا کرتی تھی۔

کئی مہینہ قید رہے، اشہر حرم گزر گئے تو قتل کی تیاریاں ہوئیں۔ حضرت خبیب نے موہب سے تین باتوں کی درخواست کی تھی۔

۱) آب شیریں پلانا ۲) بتوں کا ذبیحہ نہ کھلانا ۳) قتل سے پہلے خبر کر دینا

یہ اخیر درخواست عقبہ کی بیوی سے بھی کی تھی، قتل کا ارادہ ہوا تو اس نے ان کو آگاہ کر دیا۔ انہوں نے طہارت کے لیے اس سے استرہ مانگا، اس نے لا کر دے دیا، اس کا بچہ کھیلتا ہوا ان کے پاس چلا آیا، انہوں نے اس کو اپنی ران پر بٹھایا ماں کی نظر پڑی تو دیکھا ننگا استرہ ان کے ہاتھ میں ہے اور بچہ ان کے زانوں پر ہے یہ منظر دیکھ کر کانپ اٹھی حضرت خبیب نے فرمایا کیا تمہارا خیال ہے کہ میں اپنے خون کا اس بچہ سے انتقام لوں گا حاشا یہ ہماری شان نہیں۔

پھر مزاح میں فرمایا کہ اب اللہ نے مجھ کو تم پر قادر کر دیا بولی کہ مجھ کو تم سے یہ امید نہ تھی۔ انہوں نے استرہ اس کے آگے ڈال دیا اور کہا کہ میں مذاق کر رہا تھا۔

حضرت خبیبؓ کی باتوں کا اس پر خاص اثر ہوا، کہتی تھی کہ میں نے خبیبؓ سے بہتر کسی قیدی کو نہیں دیکھا میں نے بارہا ان کے ہاتھ میں انگور کا خوشہ دیکھا حالانکہ

اس زمانہ میں انگور کی فصل بھی نہ تھی اس کے علاوہ وہ بندھے ہوئے تھے اس لیے یقیناً وہ خدا کا دیا ہوا رزق تھا جو خزانہ غیب سے ان کو ملتا تھا۔

شہادت:

حضرت خبیبؓ کے قتل میں مشرکین نے بڑا اہتمام کیا حرم سے باہر تنعیم میں ایک درخت پر سولی کا پھندا لٹکایا گیا آدمی جمع کیے گئے مرد و عورت بوڑھے بچے امیر و غریب وضیع و شریف، غرض ساری خلقت تماشائی تھی، جب لوگ عقبہ کے گھر سے ان کو لینے کے لیے آئے تو فرمایا ذرا ٹھہر جاؤ دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ زیادہ پڑھوں گا تو کہو گے کہ موت سے گھبرا کر بہانہ ڈھونڈ رہا ہے۔ نماز سے فارغ ہو کر مقتل کی طرف روانہ ہوئے۔ راستہ میں یہ دعا زبان پر تھی:

اللهم احصٰهم عددا واقتلهم بددا ولا تبق منهم احد

پھر یہ شعر پڑھتے ہوئے ایک بڑے درخت کے نیچے پہنچے۔

وذالك في ذات الاله وان يشايبادك على او مثال شلو ممزع

"جو کچھ ہو رہا ہے خدا کی محبت میں اگر وہ چاہے تو ان کٹے ٹکڑوں پر برکت نازل کرے گا"

ولست ابالی حين اقتل مسلما على ای جنب كان الله مصرعي

"اگر مسلمان رہ کر مارا جاؤں تو مجھے غم نہیں کہ کس پہلو پر خدا کی راہ میں پچھاڑا جاتا ہوں"

عقبہ بن حارث اور بہیرہ عبدری نے گلے میں پھندا ڈالا چند منٹ کے بعد ہی سر

اقدس وار پر تھا۔ یہ کیسا عجیب منظر تھا اسلام کے ایک غریب الوطن فرزند پر کیسے ظلم و ستم ہو رہے تھے، بطحائے کفر کا خونی قاتل توحید کو کس طرح ذبح کر رہا تھا۔ یہ سب کچھ تھا لیکن مجسمہ اسلام اب بھی پیکر صبر و رضا بنا ہوا تھا، اور بغیر کسی اضطراب کے نہایت سکون کے ساتھ جان دی۔ حضور ﷺ کو اس فاجعہ عظمی کی خبر وحی کے ذریعے سے ہوئی تو فرمایا اے خبیب! تجھ پر سلام! اور عمرو بن امیہ ضمریؓ کو اس شہید وفا کی لاش کا پتہ لگانے کے لیے مکہ بھیجا، عمروؓ رات کو سولی کے پاس ڈرتے ڈرتے گئے، درخت پر چڑھ کر رسی کاٹی جسد اطہر زمین پر گرا، چاہا کہ اتر کر اٹھا لیں، لیکن یہ جسم زمین کے قابل نہ تھا، فرشتوں نے اٹھا کر اس مقام پر پہنچایا جہاں شہیدان وفا راہ خدا کی روحیں رہتی ہیں! عمرو بن امیہ کو سخت حیرت ہوئی بولے کہ کیا انہیں زمین تو نہیں نگل گئی؟

قتل کرنے کے وقت مشرکین نے قبلہ رخ نہیں رکھا تھا، لیکن جو چہرہ قبلہ کی طرف پھر چکا تھا وہ کسی دوسری طرف کیونکر پھر سکتا تھا، مشرکین نے بار بار پھیرنے کی کوشش کی مگر ناکامی ہوئی۔ حضرت خبیبؓ نے جو دعا کی تھی اس کا اثر ایک سال کے اندر ظاہر ہو گیا، جو لوگ ان کے قتل میں شریک تھے نہایت بے کسی کی حالت میں مارے گئے۔

حضرت خارجہ بن زید بن ابی زھیر رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

خارجہ نام، قبیلہ خزرج کے خاندان اغر سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے خارجہ ابن زید بن ابی زھیر بن مالک بن امراءالقیس بن مالک بن اغر بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج اکبر، رئیس قبیلہ اور کبار صحابہ میں تھے۔

اسلام:

عقبہ میں بیعت کی۔

غزوات اور عام حالات:

ہجرت کے وقت حضرت ابو بکرؓ نے مدینہ آکر انہی کے ہاں قیام کیا تھااور انہی سے مواخاۃ ہوئی بدر میں شریک تھے اور امیہ بن خلف کو کئی آدمیوں کے ساتھ مل کر مارا تھاامیہ کے بیٹے صفوان نے اپنے باپ کے قاتلوں کوتاڑ لیا تھا، چنانچہ دوسرے سال جب غزوہ احد واقع ہواتو اس کوان لوگوں کے قتل کی فکر ہوئی۔

شہادت:

حضرت خارجہؓ نہایت بہادری سے لڑے، اور دس سے اوپر نیزوں کے زخم کھائے

،زمین پر گر گئے ، صفوان نے ان کو شناخت کر کے ناک، کان اور دیگر اعضاء کاٹے اور کہا کہ اب میرا کلیجہ ٹھنڈا ہوا میرے باپ کے عوض محمد ﷺ کے بڑے بہادر کام آئے۔ان کے بھتیجے سعد بن ربیع بھی اس معرکہ میں داد شجاعت دے کر شہید ہوئے تھے۔ چچا اور بھتیجا دونوں ایک قبر میں دفن کیے گئے۔

اولاد:

دو اولادیں چھوڑیں ایک زید جنہوں نے حضرت عثمان کے زمانہ خلافت میں انتقال کیا، دوسری حبیبہ جو حضرت ابو بکرؓ سے منسوب تھیں، ام کلثوم بنت ابی بکر ان ہی کے بطن سے پیدا ہوئیں۔اس بنا پر حضرت خارجہ حضرت ابو بکر کے اسلامی بھائی ہونے کے ساتھ سسر بھی تھے۔

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

خزیمہ نام، ابو عمارہ کنیت، ذوالشہادتین لقب سلسلہ نسب یہ ہے خزیمہ بن ثابت بن فاکہ بن ثعلبہ بن ساعدہ بن عامر بن عیان بن عامر بن خطمہ (عبداللہ) بن جشم بن مالک بن اوس، والدہ کا نام کبشہ بنت اوس تھا، اور قبیلہ خزرج کے خاندان ساعدہ سے تھیں۔

اسلام:

ہجرت سے پہلے مشرف بہ اسلام ہوئے اور عمیر بن عدی بن خرشہ کو لے کر اپنے قبیلہ (خطمہ) کے بت توڑے۔

غزوات اور شہادت:

بدر اور تمام غزوات میں شریک تھے، فتح مکہ میں بنو خطمہ کا علم ان کے پاس تھا، جناب علی رضی اللہ عنہ کی دونوں لڑائیوں میں ان کے ساتھ تھے، جنگ جمل میں محض رفاقت کی، صفین میں اولاً خاموش رہے، لیکن جب حضرت عمار بن یاسرؓ افواج شام کے ہاتھ سے شہید ہوئے تو حضرت خزیمہؓ نے تلوار نیام سے نکال لی اور حسب ذیل رجز پڑھتے ہوئے میدان میں آئے۔

اذا نحن بايعنا عليا فحسبنا ابو حسن مما نخاف من نمتن

''جب ہم نے علی سے بیعت کرلی تو یہ بالکل کافی ہے اور اب ہم کو کسی چیز کا خوف نہیں''

وفيه الذي فيهم من الخير كله وما فيهم بعض الذي فيه من حسن

''علی میں اہل شام کی تمام بھلائیاں جمع ہیں، لیکن شامیوں میں علی کی بعض خوبیاں بھی موجود نہیں''

اور فرماتے جاتے تھے کہ اب گمراہی آشکارا ہوگئی میں نے حضور ﷺ سے سنا تھا کہ عمار کو باغی گروہ قتل کرے گا، چنانچہ اس معرکہ میں لڑکر شہادت حاصل کی یہ ۳۷ھ کا واقعہ ہے۔

اولاد:

حسب ذیل اولاد چھوڑی، عمارہ، عمرو، عمرہ۔

فضل وکمال:

احادیث مرویہ کی تعداد ۳۸ ہے حضرت جابرؓ بن عبداللہ عمارہ بن عثمان، ابن حلیف، عمرو بن میمون اودی، ابراہیم بن سعدؓ بن ابی وقاص، ابوعبداللہ جدلی، عبدالرحمن بن ابی لیلی، عطاء بن یسار راویان حدیث کے زمرہ میں ہیں۔

اخلاق:

جوش ایمان اور حب رسول بیاض کے چمکتے ہوئے حروف ہیں، جوش ایمان کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے ہو سکتا ہے۔

حضور ﷺ نے ایک بدو سے گھوڑا خریدا اور دام طے کر کے چلے آئے لوگوں کو اس کی خبر نہ تھی، اس لیے خریداری کے لیے اس کی قیمت بڑھا کر دی، اس شخص نے حضور ﷺ کو آواز دی کہ لینا ہو تو لو ورنہ میں دوسرے سے سودا کر چکا حضور ﷺ نے فرمایا تم تو میرے ہاتھ فروخت کر چکے ہو۔ بولا واللہ میں نے نہیں بیچا اور اگر بیچا ہو تو کوئی گواہ لاؤ، مسلمان اس گفتگو کو سن کر جمع ہو گئے اور کہا رسول اللہ ﷺ سچ کہتے ہیں؟ حضرت خزیمہ بھی پہنچ گئے اور کہا میں گواہ ہوں تم نے حضور ﷺ کے ہاتھ فروخت کیا تھا، اس جرأت پر خود کو حیرت ہوئی فرمایا بم تشھد؟ تم کس طرح گواہی دیتے ہو عرض کی بتصدیقاتك یارسول الله **!آپ کی بات کی تصدیق کر رہا ہوں۔**

حضور ﷺ نے اسی روز خزیمہؓ کی شہادت دو آدمیوں کی شہادت کے برابر کر دی، اور ذوالشہادتین کا لقب پڑ گیا۔ صحیح بخاری میں بھی ضمناً اس واقعہ کا ذکر آیا ہے، حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ جب ہم نے مصاحف نقل کیے تو سورہ احزاب کی ایک آیت جس کو ہم حضور ﷺ سے سنتے تھے نہیں پائی یہ آیت خزیمہ انصاریؓ کے پاس تھی، جن کی شہادت رسول اللہ ﷺ نے دو آدمیوں کے برابر قرار دی تھی وہ آیت یہ ہے:

من المومنين رجال صدقوا ما عاهدو الله عليه

اوس و خزرج میں جب باہم مفاخرت ہوئی تو اوسیوں نے حضرت خزیمہؓ کا نام بھی فخر کے طور پر پیش کیا تھا۔

ان کے فخر و فضیلت کے لیے یہ واقعہ کافی ہے کہ ایک مرتبہ خواب دیکھا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی جبین مبارک کا بوسہ لے رہا ہوں، اس کو انہوں نے آپ سے بیان کیا تو فرمایا کہ تم اپنے خواب کی تصدیق کر سکتے ہو، چنانچہ حضرت خزیمہؓ نے اٹھ کر پیشانی اطہر کا بوسہ لیا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ سجدہ کرتے دیکھا تھا اور حضور ﷺ نے اپنی جبین مقدس سے ان کی پیشانی مس کی۔ اس طرح اس خواب کی تعبیر پوری ہوئی۔

حضرت خوات بن جبیر رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

خوات نام، ابو عبد اللہ وابو صالح کنیت، قبیلہ اوس سے ہیں۔ نسب نامہ یہ ہے خوات بن جبیر بن نعمان بن امیہ بن امراء القیس (برک) بن ثعلبہ بن عمرو بن عوف بن مالک بن اوس۔

اسلام:

ہجرت سے قبل اسلام لائے بدر میں شریک تھے، صفراء پہنچ کر پیر میں پتھر لگا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ واپس کیا اور مجاہدین کے ساتھ غنیمت میں حصہ لگایا احد اور باقی غزوات میں شرکت کی۔ جناب علی رضی اللہ عنہ کی خانہ جنگیوں میں صفین میں شریک تھے۔

وفات:

۴۰ھ میں بمقام مدینہ انتقال کیا اس وقت ۷۴ سال کا سن تھا۔

حلیہ:

حلیہ یہ تھا قد میانہ، مہندی کا خضاب لگاتے تھے، آنکھیں جاتی رہی تھیں۔

اولاد:

ایک بیٹا یادگار چھوڑا، صالح نام تھا۔

فضل وکمال:

عبد اللہ بن ابی لیلی، بسر بن سعد، صالح وغیرہ نے ان سے چند حدیثیں روایت کی ہیں۔امام بخاری نے ان کا یہ حکیمانہ مقولہ نقل کیا ہے۔

نوم اول النهار وخرق و اوسطه خلق و آخره حمق

دن کے پہلے حصہ میں سونا بے تمیزی درمیانی حصہ میں مناسب اور آخری حصہ میں بے وقوفی ہے۔

نہایت شجاع تھے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنا سوار بنایا تھا۔

زندہ دلی کا یہ حال تھا کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کو جارہے تھے حضرت ابوعبیدہؓ اور عبدالرحمن بن عوفؓ بھی ساتھ تھے لوگوں نے فرمائش کی کہ ضرار کے اشعار گاؤ۔ حضرت عمرؓ نے کہا نہیں اپنے شعر سنائیں، چنانچہ تمام رات گاتے رہے سپیدہ سحر نمودار ہوا تو حضرت عمرؓ نے فرمایا خوات بس کرو، اب صبح ہو گئی ہیں

حضرت خلاد بن سوید رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

خلاد نام، قبیلہ خزرج سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے خلاد بن سوید بن ثعلبہ بن عمرو بن حارثہ بن امراء القیس بن مالک اغر بن ثعلبہ بن کعب بن الخزرج بن الحارث ابن الخزرج الاکبر

اسلام:

عقبہ ثانیہ سے قبل مسلمان ہوئے اور بیعت میں شرکت کی۔

غزوات اور شہادت:

بدر، احد خندق میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمرکاب تھے قریظہ کی جنگ میں غزوہ کی نیت سے نکلے، ایک قلعہ کے نیچے کھڑے تھے۔ بنانہ نامی ایک یہودی عورت نے دیکھ لیا اور اس زور سے پتھر مارا کہ سر پھٹ گیا، اس کے صدمہ سے انتقال ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان کو دو شہیدوں کا ثواب ملے گا۔ لڑائی ختم ہونے کے بعد جب قبیلہ قریظہ اسیر ہو کر سامنے آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت کو ڈھونڈ کر قتل کروادیا، اس واقعہ میں عورتیں قتل سے محفوظ رہی تھیں۔

اولاد:

دو لڑکے چھوڑے اور دونوں صحابی تھے ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں

ابراہیم، سائب

حضرت رافع بن مالک بن عجلان رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

رافع نام، ابو مالک و ابو رفاعہ کنیت، قبیلہ خزرج سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے رافع بن مالک بن العجلان بن عمرو بن عامر بن زریق بن عامر بن عبد حارثہ بن مالک ابن غضب بن جشم بن خزرج۔

اسلام:

انصار مدینہ میں اگرچہ خوش نصیبوں کی ایک جماعت ہے۔ جس کا شمار ۷۰ تک ہے لیکن ان میں بھی الاقدم فالاقدم کے لحاظ سے ترتیب اور اختلاف مدارج ہے انصار میں بنو نجار اور قبیلہ خزرج سبقت ایمانی میں سب سے پیش تھا، لیکن اس کا یہ تمام تقدس یہ تمام شرف اور یہ تمام فضیلت صرف دو ہستیوں کے شرف و عظمت پر منحصر ہے اور یہ دونوں بزرگ حضرت معاذ بن عفراءؓ اور حضرت رافع بن مالکؓ ہیں۔

قبیلہ خزرج کے ٦ آدمی جن میں یہ دونوں آدمی بھی تھے عمرہ کی غرض سے مکہ گئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی قیام گاہ پر تشریف لائے اور اسلام کی تبلیغ کی تو سب سے پہلے اس دعوت کو انہی دونوں نے لبیک کہا۔

یہ اسد الغابہ کی روایت ہے۔ طبقات میں ہے کہ صرف دو شخص گئے تھے ان کو

حضور ﷺ کی خبر ملی تو خدمت میں حاضر ہو کر مذہب اسلام اختیار کرنے کا شرف حاصل کیا۔ان دونوں بزرگوں میں بھی جیسا کہ سعد بن عبد المجید کا قول ہے حضرت رافع نے پہلے بیعت کی تھی۔اسلام قبول کر کے پلٹے تو مدینہ میں نہایت سرگرمی سے اشاعت اسلام کی خدمت انجام دی، مصنف اسد الغابہ لکھتے ہیں

فلما قدمر المدينة ذكر و القوامهم الاسلام ودعوهم اليه نفشا فيهم تبق دار من دور الانصار الاوفيها ذكر من رسول الله صلى الله عليه وسلم

یعنی جب یہ لوگ مدینہ آئے اور اپنی قوم میں اسلام کا چرچا کیا تو اس کی دعوت دی تو اسلام تمام انصار میں پھیل گیا اب کوئی گھر نہ تھا جہاں رسول اللہ ﷺ کا ذکر خیر نہ ہوتا ہو

دوسرے سال حضرت رافع ؓ ۱۲ آدمیوں کے ساتھ اور تیسرے سال ۷۰ آدمیوں کے ساتھ مکہ گئے اور اس اخیر بیعت میں بنو زریق کے نقیب منتخب ہوئے۔ صحیح بخاری میں رافعؓ کے عقبہ میں شریک ہونے کا ذکر آیا ہے چنانچہ ان کا قول ہے

ما يسرني انى شهدت بدر بالعقبة

یعنی مجھے یہ زیادہ پسند نہیں ہے کہ عقبہ کے مقابلہ میں بدر میں شریک ہوتا۔

حضرت رافع رضی اللہ عنہ کی اسلامی زندگی کے دوران صرف دو لڑائیاں پیش آئیں بدر اور احد۔بدر میں ان کی شرکت مشکوک ہے ابن اسحاق نے ان کو اصحاب بدر میں شمار نہیں کیا ہے اور موسیٰ بن عقبہ نے امام ابن شہاب زہری سے نقل کیا ہے کہ وہ

شریک تھے اس باب میں بہترین حکم خود ان کا قول ہو سکتا ہے ابھی بخاری کی جو عبارت اوپر گزری ہے کہ مجھے یہ زیادہ پسند نہیں آتا کہ عقبہ کے مقابلہ میں بدر میں شریک ہوتا اس قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ شریک بدر نہ تھے۔

شہادت:

شوال ۳ہجری میں غزوہ احد میں شہادت پائی۔

خدمات مذھبی:

اشاعت اسلام کے علاوہ اور بھی متعدد مذہبی خدمتیں انجام دیں، سورہ یوسف مدینہ میں سب سے پہلے انہی نے پہنچائی، مسجد بنی زریق میں مدینہ کی تمام مسجدوں سے قبل قرآن مجید پڑھا گیا اس کے پڑھنے والے یہی بزرگ تھے بیعت سے واپسی کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مکہ میں جس قدر قرآن نازل ہوا تھا لکھ کر ساتھ لیتے آئے تھے اور اپنی قوم کو جمع کر کے سنایا تھا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ مکہ میں مقیم ہو گئے تھے جب سورہ طٰہٰ نازل ہوئی تو لکھ کر مدینہ لائے، غرض یہ عظیم الشان کارنامے انصار کے اس جلیل المنزلت بزرگ کے تھے جس نے دولت ایمان کے لازوال خزانے کو سب سے پہلے اپنے آغوش میں جگہ دی۔

فنصر الله عبد انصر الاسلام بنفسه وماله ودمه

حضرت رفاعہ بن رافع زرقی رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

رفاعہ نام،ابو معاذ کنیت سلسلہ نسب یہ ہے رفاعہ بن رافع بن مالک بن العجلان بن عمرو بن عامر بن زریق بن عبد حارثہ غضب بن جشم بن خزرج،والدہ کانام ام مالک بنت ابی بن سلول تھا،بنو حبلی سے تھیں اور عبداللہ ابن ابی راس المنافقین کی ہمشیرہ تھیں۔

اسلام:

حضرت رفاعہؓ کے پدر بزرگوار حضرت رافع قبیلہ خزرج کے سب سے پہلے مسلمان تھے بیعت عقبہ سے دو سال پہلے ۵-۶ آدمیوں کے ہمراہ مکہ جاکر حضور ﷺ سے بیعت کی تھی ماں بھی مسلمان ہو چکی تھیں ان کا اخیافی بھائی عبداللہ ابن ابی مرجع کفر و نفاق تھا، لیکن بہن صداقت وراستی کا سراج منیر بنی تھیں، حضرت رفاعہؓ اس مبارک خاندان میں پلے تھے عقبہ ثانیہ میں اپنے باپ کے ساتھ مکہ جاکر حضور ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی اور دولت ایمان سے بہرہ یاب ہو کر مدینہ واپس ہوئے۔

غزوات:

تمام غزوات میں شرکت کی بدر کی شمولیت صحیح بخاری سے ثابت ہے ، غزوہ احد، خندق ، بیعت الرضوان اور تمام اہم واقعات میں حضور ﷺ کے ساتھ شرکت کی۔

دیگر حالات:

جنگ جمل اور صفین میں جناب امیر کرم اللہ وجہہ کے ہم رکاب تھے۔ جنگ جمل میں حضرت عائشہ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ کی باہمی شرکت نے معاملہ کو نازک تر بنادیا تھا۔ ام الفضل بنت حارث (حضرت عباس عم رسول اللہ کی بیوی) کا مکہ سے خط پہنچا کہ حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ بصرہ گئے ہیں تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نہایت غمزدہ ہوئے اور فرمایا کہ ان سے تعجب ہے۔ حضور ﷺ کا انتقال ہوا تو ہم اہل بیت نبوت ہونے کی وجہ سے خلافت کا سب سے زیادہ اپنے کو مستحق سمجھتے تھے ہماری قوم کے لوگوں نے دوسروں کو خلیفہ بنایا ہم فتنہ وفساد کے خوف سے چپ ہو رہے اور صبر کیا، خدا کا شکر ہے کہ اس کا نتیجہ نہایت اچھا رہا ہے اس کے بعد لوگوں نے حضرت عثمانؓ پر خروج کر کے ان کو قتل کیا اور مجھ سے بلا جبر واکراہ بیعت کی، جس میں طلحہؓ اور زبیر بھی شریک تھے ابھی ایک مہینہ نہیں گزرا کہ ان کے بصرہ سے لشکر لے جانے کی خبر پہنچ رہی ہے اے خدا! تو اس فتنہ وفساد کو دیکھ۔ رفاعہ بن رافع اس تقریر کو سن کر بولے یاامیر المومنین ! جب رسول اللہ علیم نے

وفات پائی تو ہم اپنے مرتبہ و نصرت دین کے لحاظ سے اپنے کو خلافت کے لیے سب سے زیادہ موزوں جانتے تھے آپ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے اپنے قریبی تعلقات اور سبقت ایمانی اور ہجرت جیسی فضیلتیں بیان کر کے ہم سے اس حق کو منوایا، ہم نے یہ خیال کر کے کہ حق پر عمل ہو رہا ہے کتاب و سنت قائم ہیں، آپ لوگوں کے دعوی کو تسلیم کر لیا اور خلافت قریش کے سپرد کر دی اور ہمیں یہی کرنا چاہیے تھا اب آپ کی بیعت کے بعد کچھ لوگ مقابلہ میں کھڑے ہو گئے ہیں، جن سے یقیناً آپ افضل اور ہماری نگاہ میں پسندیدہ تر ہیں، آپ فرمائیں، آپ کا کیا ارشاد ہے؟ ہم لوگ صرف حکم کے منتظر ہیں۔

رفاعہؓ کی تقریر ختم ہوئی تو حجاج بن غزیہ انصاری نے بڑھ کر کہا یا امیر المومنین! اس کا ابھی فیصلہ کر لیجیئے میں اس راہ میں جان تک دینے کے لیے تیار ہوں، اس کے بعد انصار کو مخاطب کر کے کہا جس طرح پہلے رسول اللہ ﷺ کی مدد کر چکے ہو اب امیر المومنین کی مدد کرو یہ اخیر اس پہلے سے بالکل مشابہ ہے اگرچہ پہلا اشرف وافضل تھا۔

جناب امیر حضرت علیؓ انکی تقریر کے بعد ایک لشکر لے کر عراق روانہ ہو گئے۔ رفاعہؓ بھی ہم رکاب ہوئے۔

۴۱ یا ۴۲ھ میں وفات پائی، یہ امیر معاویہ کی حکم کا ابتداءئی زمانہ تھا۔

اولاد:

دو لڑکے چھوڑے معاذ اور عبید۔

فضل وکمال:

حضرت رفاعہؓ سے بہت سی حدیثیں مروی ہیں، صحیحین میں چند احادیث ہیں جن میں سے ۳ میں امام بخاری منفرد ہیں، حضرت رفاعہ نے حضور ﷺ کے ماسوا حضرت ابو بکرؓ اور عبادہ بن صامتؓ سے بھی حدیث سنی تھی، راویوں میں یحییٰ بن خالد (برادر زادہ علی بن یحییٰ) معاذ اور عبید (بیٹے) ہیں

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

رافع نام، ابو عبداللہ کنیت، قبیلہ اوس سے ہیں سلسلہ نسب یہ ہے رافع ابن خدیج بن رافع بن عدی بن زید بن جشم بن حارث بن خزرج بن عمرو بن مالک بن اوس ۔والدہ کا نام حلیمہ بنت عروہ بن مسعود بن سنان بن عامر بن عدی بن امیہ بن بیاضہ ہے۔

قبیلہ اوس میں عبد الاشہل اور حارثہ دو برابر کی طاقتیں تھیں، ان میں جنگ و جدل کا بازار گرم رہتا تھا۔اسید بن حضیرؓ کے دادا سماک بن رافع کو انہی لوگوں نے ایک معرکہ میں قتل کیا تھا، اور ان کے خاندان کو شہر بدر کر دیا تھا، حضیر بن سماک نے بنو حارثہؓ کا محاصرہ کر کے اپنے باپ کا انتقام لیا اور ان کو شکست دے کر خیبر میں جلاوطن کر دیا، بنو حارثہ ایک سال تک خیبر میں سکونت پذیر رہے اس کے بعد حضیر کو رحم آیا اور مدینہ میں بود و باش کرنے کی اجازت دی۔

حضرت رافعؓ کے آباواجداد بنو حارثہ کے رئیس اور سردار تھے، باپ اور چچا کے بعد یہ مسند حضرت رافعؓ کے حصہ میں آئی اور وہ تمام عمر اس پر متمکن رہے۔

ہجرت کے وقت صغیر السن تھے، تاہم اسلام کا نغمہ دل میں گھر کر چکا تھا اس کے

علاوہ ان کے دو چچا ظہیر اور مظہر بھی شرف ایمان حاصل کر چکے تھے۔

غزوات:

غزوہ بدر میں ۱۴ سال کا سن تھا حضور ﷺ کے سامنے لڑائی میں شریک ہونے کے ارادہ سے حاضر ہوئے آپ نے کمسن خیال کر کے واپس کیا۔

حضور ﷺ کے سامنے انصار کے لڑکے ہر سال پیش ہوتے تھے چنانچہ دوسرے سال رافع بھی پیش ہوئے۔ اس وقت وہ پندرہ سالہ تھے اس لیے شرکت کی اجازت مل گئی تو ایک دلچسپ واقعہ پیش آیا۔

ایک صحابی سمرہ بن جندب بھی لڑکوں کی جماعت میں تھے، ان کو حضور ﷺ نے صغر سنی کی وجہ سے شامل نہیں فرمایا تھا، بولے کہ آپ نے رافعؓ کو اجازت دے دی اور مجھ کو چھوڑ دیا حالانکہ میں کشتی میں ان کو پچھاڑ دوں گا۔ حضور ﷺ نے مقابلہ کرایا۔ سمرہؓ دیکھنے میں چھوٹے تھے لیکن طاقتور تھے رافعؓ کو پچھاڑ دیا اس لیے حضور ﷺ نے ان کو بھی میدان کی اجازت دے دی۔

ہم نے یہ روایت طبری سے لی ہے اسماء الرجال کی کتابوں میں بھی یہ واقعہ موجود ہے لیکن ان میں رافع کے نام کی تصریح نہیں کی اس غزوہ میں ان کے سینہ پر تیر لگا جو ہڈیوں کو توڑ کر اندر گھس گیا، لوگوں نے کھینچا تو نوک اندر رہ گئی حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہاری نسبت قیامت میں شہادت دوں گا۔ غزوہ خندق اور اکثر معرکوں میں شامل رہے۔

وفات:

معرکہ صفین میں جناب علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے۔

تیر کی نوک جو اندر رہ گئی تھی ایک عرصہ کے بعد اس نے زخم پیدا کر دیا، اور اسی صدمہ سے جان بحق تسلیم ہوئے نہلاتے میں عصر کا وقت آ گیا حضرت ابن عمرؓ نے کہا کہ مغرب سے پہلے نماز جنازہ پڑھ لینی چاہیے۔ جنازہ کفنا کر باہر لایا گیا اور اس پر سرخ چادر ڈالی گئی، حضرت ابن عمرؓ نے نماز جنازہ پڑھائی، جنازہ کے ساتھ آدمیوں کی بڑی کثرت تھی۔ عورتیں بین کرتی اور چیختی ہوئی نکلیں تو ابن عمرؓ نے کہا خدا کے لیے ان کے حال پر رحم کرو یہ بوڑھے مرد عذاب الٰہی برداشت نہ کر سکیں گے

وفات کے وقت ۸۶ برس کا سن تھا سن وفات میں اختلاف ہے امام بخاری نے تاریخ اوسط میں لکھا ہے کہ امیر معاویہ کے زمانہ میں انتقال کیا، باقی مورخین کی رائے ہے کہ ۷۴ھ کی ابتداء تھی اور عبد الملک بن مروان سریر خلافت پر تھا۔ ترکہ میں حسب ذیل چیزیں چھوڑیں لونڈی، غلام اونٹ، زمین۔

حلیہ:

مفصل حالات معلوم نہیں اتنا علم ہے کہ مونچھ باریک رکھتے تھے اور خضاب لگاتے تھے۔

اہل وعیال:

حسب ذیل اولاد چھوڑی، عبداللہ، رفاعہ، عبدالرحمن، عبیداللہ، سہل، عبید، ان میں اول الذکر اپنی مسجد کے امام تھے، عبید ام ولد سے تولد ہوئے تھے باقی لڑکے دو بیویوں سے پیدا ہوئے جن کے نام یہ ہیں، لبنی بنت قرۃ بن علقمہ بن علاثہ بن اسماء بنت زیاد بن طرفہ بن معاذ بن حارث بن مالک بن نمر بن قاسط بن ربیعہ۔ ان لوگوں کی اولاد مدینہ اور بغداد میں سکونت پذیر تھی۔

فضل وکمال:

حدیث کی کتابوں میں ان کے سلسلہ سے ۸۷ روایتیں منقول ہیں، راویوں میں صحابہ اور تابعین دونوں گروہ کے لوگ شامل ہیں جن کے نام یہ ہیں، ابن عمرؓ، محمود بن لبیدؓ، سائب بن یزیدؓ، اسید بن ظہیرؓ، مجاہد، عطا، شعبی، عبایہ بن رفاعہ، عمرہ بنت عبدالرحمن، سعید بن مسیب، نافع بن جبیر، ابو سلمہ بن عبدالرحمن، ابوالنجاشی، سلیمان ابن یسار، عیسی، عثمان بن سہل، ہریر بن عبدالرحمن، یحییٰ بن اسحاق، ثابت بن انس بن ظہیر،

حنظلہ بن قیس، نافع، واسع بن حبان، محمد بن یحی، عبیداللہ بن عمرو بن عثمان۔

اخلاق:

امر بالمعروف اور اطاعت رسول، معدن اخلاق کے تابناک جواہر پارے ہیں۔

ایک مرتبہ نعمان انصاری کے غلام نے چھوہارے کا ایک چھوٹا سا درخت کسی کے باغ سے اکھیڑ دیا، مروان کی عدالت میں مقدمہ پیش ہوا، اس نے چوری کا جرم عائد کر کے ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ کرلیا، تو رافعؓ نے کہا کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ پھل میں قطع ید نہیں۔

عبداللہ بن عمرؓ اپنی زمین کرایہ پر اٹھاتے تھے، اور حضرت ابو بکر، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور امیر معاویہؓ کے ابتداءئی زمانہ خلافت تک اسی پر ان کا عمل رہا، بعد میں خبر ملی کہ حضور ﷺ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے اور رافعؓ کے پاس اس کی حدیث ہے چنانچہ نافع کو لے کر حضرت رافعؓ کے پاس گئے اور حدیث سنی اس کے بعد کرایہ لینا چھوڑ دیا، یہ مسلم کی روایت ہے۔ مسند میں ہے کہ خود ابو رافعؓ نے ان کو یہ حدیث سنائی تھی۔

مروان نے ایک مرتبہ خطبہ دیا جس میں کہا کہ مکہ حرم ہے رافعؓ موجود تھے پکار کر کہا اگر مکہ حرم ہے تو مدینہ بھی حرم ہے اور اس کو رسول اللہ نے حرم قرار دیا ہے میرے پاس اس کی حدیث لکھی ہوئی ہے اگر چاہو تو دکھا سکتا ہوں مروان نے جواب دیا ہاں وہ حدیث میں نے سنی ہے۔

اطاعت رسول کے لیے واقعات ذیل کافی ہیں

ایک مرتبہ ان کے چچا ظہیر نے آکر بیان کیا کہ آج حضور ﷺ نے ایک چیز کی ممانعت فرمائی ہے حالانکہ ہم لوگوں کو اس سے کچھ آسانی تھی، رافعؓ نے جواب دیا عم محترم جو کچھ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا وہی حق ہے۔

ایک روز بیوی سے ہم بستر تھے عین اسی حالت میں رسول اللہ نے آواز دی فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور غسل کر کے باہر نکل آئے تھے۔

حضرت رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

رویفع نام، قبیلہ خزرج کی شاخ نجار سے ہیں، سلسلہ نسب یہ ہے رویفع بن ثابت بن سکن بن عدی بن حارثہ۔

غزوہ حنین میں شریک تھے۔

حضور کی وفات کے بعد مصر کی سکونت اختیار کی۔ اور وہاں ایک مکان بنالیا۔

صدارت طرابلس:

۴۶ھ میں امیر معاویہؓ نے ان کو طرابلس کا حاکم بنا کر مغرب بھیجا، برقہ صدر مقام تھا اس میں قیام پذیر ہوئے۔

ایک سال کے بعد (۴۷ھ) حضرت مسلمہ بن مخلد والی مصر و طرابلس نے افریقہ (تونس والجزائر و مراکش) پر فوج کشی کی رویفع کو اس مہم پر مامور کیا انہوں نے بہت سی فتوحات کیں، اور موجودہ جغرافیہ کی رو سے حد تیونس کے اندر پہنچ کر قابس کے قریب جربہ نامی ایک مقام فتح کیا اور تقریر کی جس میں لونڈیوں، مال غنیمت، سواری اور دیگر ضروری باتوں کے متعلق ہدایت تھی، اسی سال کے اندر سالماً و غانماً دار الحکومت میں واپس آئے۔

حضرت مسلمہؓ نے خراج کا محکمہ ان کے سپرد کرنا چاہا، لیکن انہوں نے اس بنا پر انکار

کیا کہ حضور ﷺ فرما چکے تھے کہ حاکم خراج جنت میں داخل نہ ہو گا۔
تقریباً ۱۰ برس تک اپنا فرض منصبی انجام دیتے رہے۔

وفات:

۵۶ھ میں پیغام اجل پہنچا، برقہ میں وفات پائی اور وہیں مدفون ہوئے۔

فضل و کمال:

ان کے سلسلہ سے ۸ روایتیں مروی ہیں بیان حدیث میں محتاط تھے ایک مرتبہ مجمع عام میں ایک حدیث بیان کی تو فرمایا

یاایھا الناس انی لا اقول فیکم الا ما سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول

لوگو! تم کو میں وہ باتیں سناتا ہوں جن کو حضور ﷺ نے ہم کو سنایا تھا۔

راویوں میں حنش بن عبداللہ صنعانی، وفاء بن شریح، ہیثم بن تبیان، شیبان قتابی ابوالخیر مرثد بشیر بن عبیداللہ حضرمی ابو مرزوق وغیرہ تھے جو ان کے ساتھ برقہ اور جنگ افریقہ میں شریک رہے تھے۔

اخلاق:

صحبت رسول کا اثر ہر جگہ نمایاں رہتا تھا غزوہ مغرب میں متعدد مقامات پر خطبے دینے کا اتفاق ہوا ان میں کتاب وسنت کی تمام لوگوں کو دعوت دی۔

اوامر و نواہی کے امتثال و اجتناب کا خاص اہتمام رہتا تھا کہ حاکم اسلام کے لیے یہ سب سے ضروری فریضہ ہے، اجتناب عن المنہیات کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ محض تہدیدی حدیث کی بدولت صاحب خراج کی خدمت قبول نہ فرمائی۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

زید نام، ابو عمر کنیت، قبیلہ خزرج سے ہیں نسب نامہ یہ ہے۔ زید بن ارقم ابن زید بن قیس بن نعمان بن مالک اغر بن ثعلبہ بن کعب بن خزرج بن حارث بن خزرج اکبر۔

والد نے صغر سنی میں ہی انتقال کیا تھا، حضرت عبداللہ بن رواحہ نے جو بڑے رتبہ کے صحابی تھے اور ان کے رشتہ میں چچا ہوتے تھے اپنے ظل عاطفت میں لیا اور ان کی پرورش وپرداخت کی۔

ابن رواحہ رضی اللہ عنہ عقبہ میں بیعت کر چکے تھے۔ زید کے ایمان لانے کا وہی سبب بنے۔

غزوات اور دیگر حالات:

احد میں صغیر السن تھے۔ اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے غزوہ کے قصد سے باز رکھا۔ خندق کے معرکہ میں شریک ہوئے اور پھر تمام غزوات میں شرکت کی۔ صحیح بخاری میں ان سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۱۹ غزوے کیے جن میں سے ۱۷ میں شریک تھا۔

غزوہ موتہ میں اپنے چچا کے ساتھ گئے تھے، انہوں نے چند اشعار کہے جن میں شہادت کی تمنا کی، دونوں ایک ہی اونٹ پر سوار تھے، زید نے اشعار سن کر رونا

شروع کیا ابن رواحہ نے درّہ اٹھایا کہ تمہارا کیا حرج؟ مجھے شہادت نصیب ہو گی۔

خلفائے راشدین میں حضرت امیر کرم اللہ وجہہ سے دوستانہ مراسم تھے، جنگ صفین میں جناب علی رضی اللہ عنہ کی حمایت میں شریک ہوئے۔

کوفہ میں سکونت اختیار کر لی تھی، اور بنو کندہ کے محلہ میں مکان بنایا تھا۔

وفات:

۶۸ھ میں کوفہ میں انتقال فرمایا یہ مختار بن ابی عبید ثقفی کا دور امارت تھا۔[یہ شخص رافضی تھا، صرف حب اہل بیت کے نام پر حکومت کرتا تھا، ظالم تھا، حجاج بن یوسف سے بڑا ظالم تھا، تاریخ شیعوں کی مرتب کردہ ہے، اسلئے اس کا ذکر نہیں کرتی، صرف حجاج کا ذکر کرتی ہے، کیونکہ وہ مسلمان تھا]

فضل وکمال:

حضرت زید اپنے زمانہ میں مرجع علم و فضل تھے لوگ دور دور سے استفادہ کے لیے آتے تھے ایک شخص اقصائے قسطاس سے مسئلہ پوچھنے آیا تھا، جہاں کہیں جاتے تو شائقین حدیث آپ کی جانب رجوع کرتے، ایک مرتبہ بصرہ یا مکہ گئے تو حضرت ابن عباسؓ نے درخواست کی کہ فلاں حدیث جس کو آپ نے روایت کیا تھا اس کے سننے کا پھر مشتاق ہوں۔

ایک مرتبہ عطیہ عوفی نے آکر کہا کہ آپ نے میرے داماد سے فلاں حدیث بیان کی تھی میں اس ارادہ سے حاضر ہوا کہ خود آکر آپ سے سنوں انہوں نے حدیث

بیان کی تو عطیہؓ بولے یہ بھی فقرہ تھا، فرمایا
انما اخبرك كما سمعت بھائی میں نے کچھ سنا تھا تم سے بیان کر دیا۔ حدیثوں کے علاوہ جو دعائیں حضور ﷺ سے سنی تھیں اور یاد تھیں وہ لوگوں کو بتلاتے تھے ایک مرتبہ کہا

كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعلمناهن ونحن نعلمكوهن

یعنی حضور ﷺ ہم کو سکھلاتے تھے ہم تم کو سکھلاتے ہیں۔

لیکن آپ روایت حدیث میں بہت محتاط تھے۔ عبدالرحمن بن ابی لیلی کہتے ہیں

كنا اذا جئناة قلنا حدثنا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال انا قد كبرنا ونسينا الحديث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم شديد

"یعنی ہم حدیث کی درخواست کرتے تو جواب ملتا کہ میں بوڑھا ہو گیا اور بھول گیا رسول اللہ ﷺ کی حدیث بیان کرنا بڑا کام ہے"

ایک مرتبہ چند آدمی سماع حدیث کے لیے حاضر ہوئے۔ پہلے ان کی تعریف توصیف کی کہ اللہ نے آپ کو بڑی فضیلت عطا فرمائی ہے، آپ نے حضور ﷺ کا جمال باکمال دیکھا حدیث سنی غزوات میں شریک ہوئے، نمازیں پڑھیں اس سے بڑھ کر اور کیا شرف ہو سکتا ہے۔ فرمایا برادر زادے! میں بوڑھا ہوا وہ زمانہ گزر چکا بہت سی باتیں خواب وخیال ہو گئیں۔ حدیثوں کا بڑا سرمایہ نسان وسہو کی نذر ہو گیا، اس لیے جو حدیث خود بیان کروں وہ سن لیا کرو باقی روایت کی تکلیف دینا تو یہ مناسب نہیں۔

اسی لیے روایتوں کی کل تعداد ۹۰ ہے۔ حضور ﷺ اور حضرت علی سے حدیثیں سنیں۔

ان سے روایت کرنے والوں میں حضرت انس بن مالکؓ (کتاب سے روایت کرتے تھے) عبداللہ بن عباسؓ، ابوالطفیلؓ، ابو عثمان نہدی، عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ، عبد خیر ہمدانی، طاؤس، نضر بن انسؓ، ابو عمر شیبانی، ابوالمنہال، عبدالرحمن بن مطعم، ابواسحاق سبیعی، محمد بن کعب ابوحمزہ طلحہ ابن یزید، عبداللہ بن حارث بصری، قاسم بن عوف، یزید بن جان زیادہ مشہور ہیں۔

اخلاق وعادات:

اسلام کی روحانی تربیت کا اثر زندگی مظہر کے تمام شعبوں سے نمایاں ہے سورۂ منافقین کی بعض آیات ان کے جوش ملی کی شاہد ہیں۔

ایک غزوہ میں جو نہایت عسرت و تنگی کے زمانہ میں پیش آیا تھا اپنے چچا کے ساتھ تھے، عبداللہ بن ابی سر گروہ منافقین اپنی جماعت سے کہہ رہا تھا کہ مہاجرین کی مدد بالکل بند کر دو تو وہ تنگ آکر خود بخود مدینہ سے واپس چلے جائیں گئے اور یہ کہ میں یہاں سے چل کر ذلیل لوگوں کو شہر بدر کر دوں گا یہ جملے ان کو نہایت ناگوار گزرے گو کہ ابن ابی ان کا ہم قبیلہ اور رئیس خزرج تھا مگر انہوں نے اپنے چچا سے شکایت کی۔ ان کی غیرت ایمانی نے واقعہ کو رسول اللہ ﷺ تک پہنچایا آپ نے زید اور ابن ابی کو بلا کر دریافت کیا وہ اپنی جماعت کے ساتھ آیا اور قسم کھائی کہ میں نے کچھ نہیں کہا ابن ارقم جھوٹ بولتے ہیں، اس پر تمام انصار ابن ارقم کو ملامت

کرنے لگے کہ تم نے رسول اللہ ﷺ سے جھوٹ بیان کیا ان کے چچا بھی انصار کے ہم نوا ہو گئے کہ مفت میں رسول اللہ ﷺ کو ناراض کر لیا۔

حضرت زیدؓ کو سخت افسوس ہوا، گھر میں جا کر بیٹھے رہے اس حالت میں نیند آ گئی ابھی بیدار نہ ہوئے تھے کہ رسول اللہ ﷺ پر سورہ منافقین کی آیتیں نازل ہوئی جن میں ان کی تصدیق اور منافقین کا سارا حال مذکور تھا آپ نے آدمی بھیجا کہ زید کو بلا لاؤ۔

خدمت میں پہنچے، تو آیتیں سنا کر ارشاد ہوا کہ

ان الله صدقک یا زید اے زید خدا نے تمہاری تصدیق فرمائی۔

امر بالمعروف فرائض میں داخل تھا۔

مسجد قبا میں کچھ لوگ چاشت کی نماز پڑھ رہے تھے، ادھر سے گزرے تو فرمایا کہ شاید ان کو معلوم نہیں کہ اوابین کا اس سے بہتر ایک وقت ہے اور وہ جب ہے کہ گرمی کی شدت سے تلوے جلنے لگیں۔

ایک مرتبہ مغیرہ بن شعبہ نے جناب علی رضی اللہ عنہ کی شان میں ناملائم الفاظ استعمال کیے، تو انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ مردوں کو برا کہنے سے منع کیا کرتے تھے۔ علی کا انتقال ہو چکا اب ان کو برا کیوں کہتے ہو۔

سنت نبوئی کے متبع تھے۔ جنازہ میں عموماً ۴ تکبیریں کہا کرتے تھے ایک مرتبہ ۵ کہیں، تو ایک شخص نے ہاتھ پکڑ کر پوچھا کہ سہو تو نہیں ہو گیا۔ فرمایا یہ بھی حضور ﷺ کی سنت ہے اس کو میں کیسے چھوڑ دیتا۔

بارگاہ نبوی میں تقرب حاصل تھا، جب کبھی یہ بیمار پڑتے حضور ﷺ ان کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے۔

ایک مرتبہ آنکھ میں درد اٹھا، آپ عیادت کو تشریف لائے صحتیابی کے بعد پوچھا کیوں ابن ارقم! اگر یہ باقی رہ جاتا تو کیا کرتے؟ عرض کی، صبر کرتا اور اجر کا امیدوار رہتا، فرمایا اگر ایسا کرتے تو خدا کے سامنے بے گناہ جاتے۔

مصیبت میں لوگوں کی ہمدردی اور غمگساری کرتے تھے۔

حرہ کے واقعہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ایک لڑکا اور بعض اعزہ مارے گئے تو انسؓ کو تعزیت کا ایک خط لکھا کہ میں تم کو خدا کی ایک بشارت سناتا ہوں حضور ﷺ نے فرمایا کہ خدایا! انصار ان کی اولاد، اولاد در اولاد، ان کی عورتوں اور ان کی تمام اولاد کی مغفرت فرما۔

معاصرین کے کمال کا اعتراف نہایت کشادہ دلی سے کرتے تھے اور سوال کرنے والوں کو ان کے پاس بھیج دیتے تھے۔

ایک مرتبہ ابوالمنہال بیع صرف کے متعلق ان سے مسئلہ دریافت کرنے آئے، انہوں نے کہا براءؓ سے پوچھو وہ مجھ سے بہتر اور زیادہ عالم ہیں، جب وہ حضرت براء بن عازبؓ کے پاس گئے، تو انہوں نے مسئلہ بتا کر کہا کہ اس کی تصدیق زیدؓ سے کرا لینا، وہ مجھ سے بہتر اور زیادہ جاننے والے ہیں۔

امراء اور حکام سے ملتے جلتے رہتے تھے۔ عہد نبوت میں تجارت پر بسر اوقات تھی۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ

نام و نسب اور ابتدائی حالات:

زید نام، ابو سعید، ابو خارجہ، ابو عبد الرحمن کنیت، مقری، فرضی، کاتب الوحی، حبر الامت القاب، قبیلہ خزرج کے خاندان نجار سے ہیں، نسب نامہ یہ ہے زید بن ثابت بن ضحاک بن زید بن لوذان بن عمرو بن عبد بن عوف بن غنم بن مالک بن نجار والدہ کا نام نوار بنت مالک بن معاویہ بن عدی تھا۔ جو حضرت انس بن مالکؓ کے خاندان سے تھیں۔

انصار میں اسلام سے پہلے جو لڑائیاں ہوئی تھیں، ان میں یوم بعاث سب سے زیادہ مشہور ہے حضرت زیدؓ کے والد اس لڑائی میں قتل ہوئے یہ واقعہ ہجرت سے ۵ سال قبل کا ہے، اس وقت ان کی کل عمر ۶ برس کی تھی۔ حضرت زید والدہ کے ظل عاطفت میں پرورش پاتے رہے۔ ۱۱ برس کے ہوئے تو اسلام کی آواز کان میں پڑی۔

اسلام:

اس زمانہ میں اسلام مدینہ میں مسافر کی حیثیت سے مقیم تھا' حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مبلغ اسلام، توحید و رسالت کی عظمت کا وعظ کہہ رہے تھے، حضرت زیدؓ نے اسی صغر سنی میں اسلام قبول کیا، کسی انسان کا اگر بلوغ سے قبل ایمان لانا باعث

فخر ومباہات ہو سکتا ہے تو حضرت زید نے گیارہ سال کی عمر میں یہ فخر حاصل کیا، اور ابتداءً ہی سے ان کا دامن شرک کے داغ سے پاک رہا۔

غزوات اور عام حالات:

حضرت زیدؓ نے مسلمان ہوتے ہی قرآن پڑھنا شروع کیا، اس بناء پر لوگ ان کو نہایت عزت کی نظر سے دیکھتے تھے جب حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے تو یہ ۱۷ سورتوں کے حافظ ہو چکے تھے، لوگ ان کو آپ کی خدمت میں لے گئے اور کہا کہ یہ بنی نجار سے ہیں اور ۱۷ سورتیں پڑھ چکے ہیں، حضور ﷺ سن کر بہت خوش ہوئے، زیدؓ نے قرآن سنایا تو آپ کو بڑا تعجب ہوا۔

ابھی حضرت زید رضی اللہ عنہ کا سن ۱۳ سال کا تھا کہ غزوہ بدر پیش آیا انصار و مہاجرین کا مجمع جب میدان جنگ کو روانہ ہوا تو ۱۳ برس کے اس بچہ نے بھی لڑائی کا عزم بالجزم کیا۔ اور رسول اللہ ﷺ کے روبرو بچوں کی ایک جماعت کے ساتھ پیش ہوئے آپ نے ان کی کم سنی پر نظر فرما کر واپس کر دیا۔

غزوۂ احد کی شرکت کے متعلق بھی اختلاف ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ غزوہ خندق جو ۵ ہجری میں واقع ہوا تھا۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کا پہلا غزوہ تھا۔ اس وقت ان کا سن ۱۶ سال تھا اور وہ شرکت جہاد کی عمر کے مطابق ہو چکے تھے۔

غزوہ خندق میں وہ حضور ﷺ کے ہمراہ معرکہ کارزار میں موجود تھے اور خندق کھودنے والی جماعت میں شامل تھے۔ اور مٹی نکال کر باہر لاتے تھے۔ حضور ﷺ کی نظر پڑی تو فرمایا کیسا اچھا لڑکا ہے؟ اتفاق سے ان کو نیند آگئی، عمارہ ابن حزمؓ نے

دیکھا تو مذاق سے ان کے ہتھیار اتار لیے زیدؓ کو خبر نہ ہوئی حضور ﷺ پاس تھے، مزاحًا فرمایا یاابار قاد! یعنی اے نیند کے باپ اٹھ، اور لوگوں کو منع فرمایا کہ اس قسم کا مذاق نہ کیا کریں۔

غزوہ تبوک میں ان کے قبیلہ مالک بن نجار کا علم عمارہ بن حزمؓ کے ہاتھ میں تھا، بعد میں حضور ﷺ نے ان سے لے کر زید رضی اللہ عنہ کو عطا فرمایا عمارہؓ نے کہا یارسول اللہ ﷺ مجھ سے کون سی خطا ہوئی، فرمایا کچھ نہیں، مجھے قرآن کا لحاظ مد نظر ہے، زیدؓ تم سے زیادہ قرآن پڑھ چکے ہیں۔

جنگ یمامہ میں جو حضرت ابو بکرؓ کے عہد مبارک میں مسیلمہ کذاب سے ہوئی تھی حضرت زید شامل تھے، اس میں ان کو ایک تیر لگا، لیکن جسم کو کوئی صدمہ نہیں پہنچا۔

اعمال عظیمہ:

حضرت زید بن ارقمؓ کی عظیم الشان زندگی اعمال صالحہ کا ایک مجموعہ ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے

قرآن مجید اسلام کا اصل الاصول ہے اس کے جمع کرنے کا فخر جس مقدس انسان کو حاصل ہوا وہ حضرت زید بن ثابت انصاری کاتب الوحی ہیں۔

حضور ﷺ کے زمانہ تک قرآن مجید ہڈی، کھال، کھجور، کی شاخ اور مسلمانوں کے دلوں میں محفوظ تھا۔ صحابہ میں بہت سے بزرگ تھے جن کو حفظ قرآن کا شوق پیدا ہو گیا تھا، وہ قران کے حافظ ہو چکے تھے، حضرت زید بھی انہی حفاظ میں تھے۔

حضور ﷺ کی وفات کے بعد عرب کا ایک گروہ مرتد ہو کر مسیلمہ کذاب سے مل گیا، جس نے یمامہ میں نبوت کا دعوی کیا تھا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اس پر فوج کشی کی اور مسیلمہ شکست کھا کر مارا گیا، لیکن اس غزوہ میں ۷۰ حفاظ نے جام شہادت پیا اس بنا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو قرآن جمع کرنے کا خیال پیدا ہوا انہوں نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ اگر حفاظ کی شہادت کی یہی حالت رہی تو قرآن کا بڑا حصہ ضائع ہو جائے گا۔ اس لیے قرآن مجید کو جمع کر لیجئے۔ حضرت ابو بکر نے منظور کر لیا اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہا کر تم عقل مند اور جوان آدمی ہو تمہاری طرف سے سب کو اطمینان ہے تم نے رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں وحی لکھی تھی، اس لیے تم ہی اس کام کو انجام دو حضرت زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ کام مجھ پر ایک پہاڑ سے بھی زیادہ گراں تھا، چنانچہ حضرت ابو بکرؓ نے مختلف پہلوؤں سے سمجھایا تو وہ امادہ ہو گئے۔

حضرت ابو بکرؓ نے اس کام کے لیے ان کے ساتھ صحابہ کی ایک جماعت مامور کی، جن کی تعداد ۷۵ تک بیان کی جاتی ہے، ان میں حضرت ابی بن کعبؓ اور سعید بن عاصؓ بھی تھے۔ حضرت زید نے قرآن مجید کو جو کھجور کی شاخوں اور پتلے پتلے پتھروں پر لکھا ہوا تھا، جمع کیا، حفاظ سے قرآن سنا، اس کے ماسوا وہ خود بھی حافظ قرآن تھے، اور رسول اللہ ﷺ کے عہد میں قرآن جمع کر چکے تھے۔

آیات کی صحت کے لیے بعض بعض موقعوں پر مباحثہ کی بھی نوبت آ جاتی تھی، ایک مقام پر پہنچ کر زیدؓ نے کہا کہ اس کے بعد یہ آیت (آیت رجم) میں نے رسول

اللہ ﷺ سے سنی تھی، حضرت عمرؓ نے فرمایا، لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس کے لکھنے کا حکم نہیں دیا تھا۔ غرض اس کدو کاوش کے ساتھ حضرت زید نے یہ اہم کام انجام دیا اور پورا قرآن لکھ لیا گیا، مگر ایک آیت کے متعلق ثبوت نہ ملتا تھا ثبوت کا یہ طریقہ تھا کہ دو آدمی گواہی دیتے تھے۔ وہ آیت ابو خزیمہ انصاریؓ کے پاس تھی حضور ﷺ نے ان کی شہادت دو آدمیوں کے برابر قرار دی تھی، اس لیے حضرت زید نے گواہی کی ضرورت نہ سمجھی اس کے ماسوا حضرت زید رضی اللہ عنہ کو وہ آیت خود بھی معلوم تھی۔

قرآن مجید کا یہ نسخہ حضرت ابو بکرؓ نے اپنے پاس رکھا، ان کے بعد حضرت عمرؓ اور حضرت عمرؓ کے بعد حضرت حفصہ بنت عمرؓ، ام المومنین رضی اللہ عنہا کے مکان میں موجود رہا۔

عہد عثمانیؓ میں جب اختلاف قرأت رونما ہوا تو حضرت حذیفہ بن یمانؓ نے حضرت عثمانؓ سے کہا قبل اس کے کہ اسلام میں یہود و نصاریٰ جیسا اختلاف پیدا ہو، آپ اس کا جلد تدارک کیجئے انہوں نے بھی اس ضرورت کو محسوس کیا اور حضرت زیدؓ کا لکھا ہوا مصحف حضرت حفصہؓ سے طلب کیا اور چار بزرگوں کو جن میں ایک زیدؓ بھی تھے کتابت قرآن پر مامور کیا ان بزرگوں نے مصحف صدیقی کی پانچ نقلیں لیں، حضرت عثمانؓ نے ان کو ممالک اسلامیہ میں بھجوا دیا اور مصحف صدیقی کو حضرت حفصہؓ کے پاس باحتیاط واپس کیا۔

حضور ﷺ نے وحی لکھنے کا کام مختلف صحابہ کرام کے متعلق کیا تھا، متعدد صحابہ

اس شرف سے بہرہ اندوز ہوتے تھے ان میں حضرت زیدؓ بن ثابت کا نام نامی نہایت ممتاز تھا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ قلم، دوات، کاغذ، چوڑی ہڈی یا پتلے پتلے پتھر لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھ جاتے تھے جب وحی آتی، آپ بولتے اور وہ لکھتے جاتے تھے جہاں کہیں تحریر کے متعلق کوئی خاص ہدایت دینا ہوتی تو آپ فرمادیتے اور زید اس کی تعمیل کرتے چنانچہ ایک آیت میں جب غیر اولی الضرر کے بڑھانے کی ضرورت ہوئی تو اس کو ہڈی کے شگاف کے پاس لکھا۔(ہڈی ایک جگہ سے شق تھی)

اصلاح امت:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے انتقال کے ساتھ ہی انصار میں خلافت کا مسئلہ پیش ہو گیا۔

سقیفہ بنی ساعدہ میں تمام انصار جمع تھے۔ اور رئیس انصار سعد بن عبادہؓ مجلس کے صدر نشین تھے۔ انہی کے انتخاب پر لوگوں کی تقریریں ہو رہی تھیں، انصار کی ایک بڑی جماعت ان کی تائید میں تھی۔ حضرت زید بن ثابت بھی جلسہ میں موجود تھے۔ مگر رجحان عام کے خلاف آواز بلند کرنا اس وقت کوئی آسان کام نہ تھا۔ اس لیے خاموش تھے۔

اس کے بعد جب حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت ابو عبیدہؓ سقیفہ میں پہنچے۔ اور مہاجرین کی طرف سے حضرت عمرؓ نے خلافت کی بحث شروع کی تو سب سے پہلے جس انصاری نے ان کی تائید کی وہ حضرت زید بن ثابت تھے۔ انصار کی تقریریں ختم ہونے کے بعد انہوں نے ایک مختصر مگر پر معنی تقریر کی جس کا ایک فقرہ یہ تھا

ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان من المهاجرين وانما الامام يكون من المهاجرين ونحن انصاره كما كنا انصار رسول الله صلى الله عليه وسلم

یعنی رسول اللہ ﷺ مہاجرین میں سے تھے، اس لیے امام کا بھی مہاجرین میں سے انتخاب ہونا چاہیے اور ہم اس کے انصار رہیں گے جس طرح کہ رسول اللہ کے انصار تھے۔

ان کی یہ صدا ان کی قوم کے خلاف تھی، تاہم کوئی اس کو دبا نہ سکتا تھا، حضرت زیدؓ کی تقریر ختم ہوئی تو حضرت ابو بکرؓ نے کھڑے ہو کر تحسین کی اور کہا اللہ تم کو جزائے خیر دے اگر اس کے علاوہ کوئی پیش کی جاتی تو غالباً ہم لوگ ماننے کے لیے تیار نہ ہوتے حضرت زید رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑا اور انصار سے کہا کہ ان کے ہاتھ پر بیعت کریں۔

حضور ﷺ کے مدینہ تشریف لانے کے بعد سلاطین و والیان ملک کے خطوط وقتاً فوقتاً موصول ہوتے تھے، جو اکثر سریانی میں ہوتے تھے مدینہ میں سریانی جاننے والے صرف یہود تھے جن کو اسلام سے شدید بغض و عناد تھا اس بنا پر مصلحت اور دور اندیشی کا تقاضا تھا کہ خود مسلمان اس زبان کو سیکھیں۔

حضرت زید بن ثابتؓ نہایت ذکی اور فطین تھے۔ ۵ ہجری میں حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس لوگوں کے خطوط آتے ہیں جن کو میں کسی پر ظاہر نہیں کرنا چاہتا؟ اس کے سوا مجھے یہود پر اطمینان بھی نہیں اس لیے بہتر ہے کہ تم عبرانی سیکھ

لو چنانچہ حضرت زیدؓ نے ۱۵ دن میں عبرانی اور سریانی میں اس قدر مہارت حاصل کرلی کہ خطوط پڑھ لیتے اور جوابات لکھ دیتے تھے۔

ان کی اسی ذہانت اور علم کی بناء پر حضور ﷺ نے ان کو کتابت کے عہدہ پر سرفراز فرمایا تھا، جس پر وہ حضور ﷺ کی وفات تک فائز رہے۔

حضرت ابو بکرؓ و حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں بھی ان کا یہ منصب بحال رہا لیکن اب کام کی کثرت ہوگئی تھی اس لیے معیقیب دوسی ان کے مددگار مقرر کیے گئے۔

قضا:

حکومت اسلامیہ کا ایک جلیل القدر منصب قضا ہے جو حضرت فاروق کے عہد میں قائم ہوا۔ حضور ﷺ اور حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ تک اس محکمہ کا مستقل وجود نہ تھا، حضرت عمر نے اس کی بنیاد قائم کی اور حضرت زید کو مدینہ کا قاضی مقرر کیا، طبقات ابن سعد اور اخبار القضاۃ میں ہے

ان عمرا ستعمل زیداً علی القضاء وفرض له رزقا

یعنی حضرت عمرؓ نے زیدؓ کو قاضی بنایا اور ان کی تنخواہ مقرر کی۔

اس وقت تک قاضی کے لیے عدالت کی تعمیر نہیں ہوئی تھی۔

اس لیے زیدؓ کا گھر دار القضا کا کام دیتا تھا مکان فرش سے آراستہ تھا اس کے صدر میں حضرت زیدؓ فیصلہ کے وقت متمکن ہوتے تھے دار الخلافت اور تمام قرب و جوار کے مقدمات حضرت زیدؓ کے پاس آتے تھے۔ یہاں تک کہ خود خلیفہ وقت (حضرت عمرؓ) پر بھی یہاں دعوے داخل کیے جاتے تھے اور اس کا فیصلہ بھی یہیں

ہوتا تھا۔

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ میں کچھ نزاع ہوئی، حضرت زید کی عدالت میں مقدمہ دائر ہوا حضرت عمرؓ مدعا علیہ کی حیثیت سے حاضر ہوئے۔ حضرت زید نے جیسا کہ آج بھی امراء ورؤساء کو کرسی دینے کا دستور ہے حضرت عمرؓ کے لیے اپنی جگہ خالی کر دی، لیکن مساوات کا جو اصول اسلام نے قائم کیا تھا صحابہ اُس پر نہایت شدت سے عمل پیرا تھے، خصوصاً حضرت عمرؓ نے اس کو نہایت عام کر دیا تھا، اس بناء پر حضرت عمرؓ نے زیدؓ سے فرمایا کہ یہ آپ کی پہلی ناانصافی ہے مجھ کو اپنے فریق کے ساتھ بیٹھنا ہے چنانچہ دونوں بزرگ عدالت کے سامنے بیٹھے مقدمہ پیش ہوا حضرت ابیؓ مدعی تھے، اور حضرت عمرؓ کو انکار تھا، شرعاً منکر پر قسم واجب ہوتی ہے لیکن حضرت زیدؓ نے خلافت کے ادب واحترام کی بناپر مدعی سے درخواست کی کہ اگرچہ یہ قاعدہ نہیں تاہم آپ امیر المومنین کو قسم سے معاف کر دیجیے۔

حضرت عمرؓ نے کہا اس رعایت کی ضرورت نہیں۔ فیصلہ میں عمرؓ اور ایک عام مسلمان آپ کے نزدیک برابر ہونے چاہئیں۔

بیت المال کی افسری:

ممالک اسلامیہ میں اگرچہ بہت سے مقامی بیت المال قائم تھے، لیکن سب سے بڑا خزانہ دار الخلافہ مدینہ منورہ میں رہتا تھا، حضرت زیدؓ اس کے افسر تھے ۳۱ ہجری میں حضرت عثمان نے یہ عہدہ ان کو تفویض فرمایا تھا، بیت المال کے عملہ میں زید کا

ایک غلام وھیب بھی تھا وہ نہایت ہوشیار تھا اور بیت المال کے کاموں میں مدد دیتا تھا ایک دن وہ بیت المال میں گنگنا رہا تھا کہ حضرت عثمانؓ وہیں آ گئے پوچھا یہ کون ہے زیدؓ نے کہا میرا مملوک ہے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا اس کا ہم پر حق ہے کیونکہ یہ مسلمان کی مدد کرتا ہے بیت المال کے کام کی طرف اشارہ تھا، چنانچہ ۲ ہزار اس کا وظیفہ مقرر کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا، لیکن حضرت زید کے مزاج میں سختی تھی، وہ حر و عبد کو ایک نگاہ سے دیکھ نہ سکتے تھے۔ [کیونکہ شریعت نے بھی ان دونوں کے حقوق میں فرق کیا ہے]

حضرت عثمانؓ سے کہا دو ہزار نہیں بلکہ ایک ہزار مقرر کیجیے حضرت عثمانؓ نے ان کی درخواست منظور کر لی اور اس کا وظیفہ ایک ہزار مقرر کر دیا۔

مجلس شوری کی رکنیت:

حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں انصار و مہاجرین کے ممتاز اصحاب کی جو مجلس شوری تھی، حضرت زیدؓ بھی اس کے ایک رکن تھے حضرت عمر نے اپنے عہد خلافت میں اسی جماعت کو باضابطہ کونسل قرار دیا تھا، حضرت زیدؓ اس کے بھی ممبر تھے

امارت مدینہ منورہ:

حضرت زیدؓ میں علمی و دینی کمالات کے ساتھ انتظامی قابلیت تھی اور ان پر اتنا اعتماد تھا کہ حضرت عمرؓ نے جب مدینہ سے سفر کیا تو اپنا جانشین انہی کو مقرر کیا، حضرت عثمانؓ کا بھی یہی طرز عمل رہا وہ جب حج کو مکہ معظمہ روانہ ہوتے تو زیدؓ کو کاروبار

خلافت سپرد کر جاتے تھے۔
خلافت فاروقی میں زیدؓ کو تین مرتبہ حضرت عمرؓ کی ہم نشینی کا فخر حاصل ہوا، ۱۶ ہجری اور ۱۷ ہجری میں دو مرتبہ حضرت عمرؓ کے حج کے موقع پر، تیسری مرتبہ ان کے شام کے سفر کے زمانہ میں۔ شام پہنچ کر زیدؓ کو آپ نے جب خط لکھا تو اس میں زیدؓ کا نام اپنے نام سے پہلے تحریر کیا یعنی الی زید بن ثابت من عمر بن الخطاب ہر دفعہ حضرت زیدؓ نے خلافت کی ذمہ داریوں کو نہایت ہوشیاری اور مستعدی سے انجام دیا۔ حضرت عمرؓ ان کے انتظام سے بہت خوش ہوتے اور واپس آکر ان کو کچھ جاگیر دے دیتے تھے۔

تقسیم مال غنیمت:

ایمان کے ۷۰ سے اوپر شعبے اور شاخیں ہیں امانت ایمان کا ایک ضروری جزء ہے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:
"لا ایمان لمن لا امانة له" جس میں امانت نہیں اس میں ایمان بھی نہیں
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں جو مال غنیمت آتا تھا اکثر آپ خود تقسیم فرماتے تھے اس سے اس کام کی اہمیت پر بخوبی روشنی پڑتی ہے حضرت عمر کے عہد میں یرموک کا واقعہ نہایت اہم اور مشہور ہے اس میں مال غنیمت کی تقسیم حضرت زیدؓ کے سپرد تھی، اس کے ماسوا حضرت زیدؓ نے جب صحابہ کے وظائف مقرر کیے تو انصار کے وظائف کی تقسیم بھی انہی کے سپرد کی، انہوں نے عوالی سے تقسیم شروع کی اس کے بعد عبد الاشہل کا نمبر رکھا، اس کے بعد اوس کے محلہ

کا، پھر قبائل خزرج کا، اور سب سے اخیر میں اپنا حصہ لیا۔

سیاسی خدمت:

حضرت زید بن ثابتؓ بارگاہ خلافت کے مقربین خاص میں تھے، حضرت عمرؓ کے احباب میں ان کا ممتاز درجہ تھا، حضرت عثمانؓ کے بھی وہ خاص معتمد تھے، خلافت عثمانی میں جب آتش فتنہ و فساد مشتعل ہوئی تو وہ خلیفہ وقت کے طرف دار تھے، اور اس شورش و انقلاب کے زمانہ میں انہوں نے ایک دن انصار کو مخاطب کر کے ایک تقریر کی جس کا ایک بلیغ فقرہ یہ تھا:

یا معشر الانصار کونوا انصار اللہ مرتین

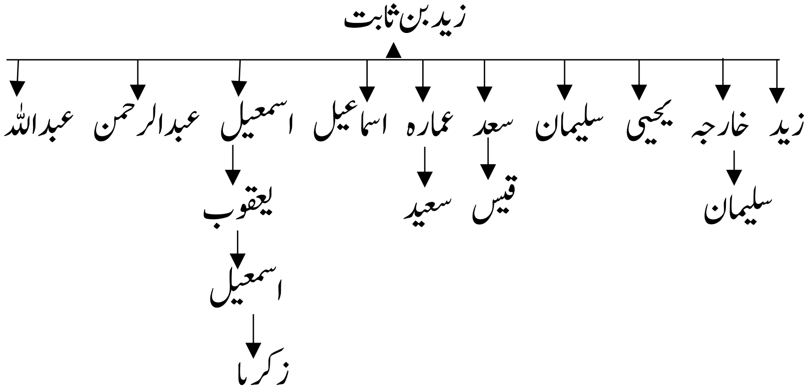
یعنی اے انصار خدا کے دو مرتبہ انصار بنو۔

بد قسمتی سے بعض صحابہ کرام حضرت عثمانؓ سے زیادہ خوش نہ تھے۔ ان میں حضرت ابو ایوب انصاریؓ بھی تھے انہوں نے کہا تم عثمانؓ کی مدد پر صرف اس وجہ سے لوگوں کو آمادہ کرتے ہو کہ انہوں نے تم کو بہت سے غلام دیے ہیں۔ حضرت ابو ایوبؓ بھی بہت باا‌ثر بزرگ تھے اس لیے زیدؓ کو خاموش ہو جانا پڑا۔

خانگی حالات اور اہل و عیال:

حضرت زید رضی اللہ عنہ کی خانگی زندگی نہایت پر لطف تھی ان کی بیوی کا نام جمیلہ اور کنیت ام سعد اور ام العلا تھی سعد بن ربیع انصاری مشہور صحابی کی بیٹی تھیں اور خود بھی صحابیہ تھیں۔ حضرت زیدؓ کی اولاد میں خارجہ جو سب سے زیادہ مشہور اور فقہائے

سبعہ میں تھے، جمیلہ کے بطن ہی سے تھے۔ حضرت زیدؓ کے دوسرے بیٹے اور پوتے بھی اپنے زمانہ میں مشہور اور علم حدیث میں مرجع انام رہے تھے، ان کا مختصر شجرہ یہ ہے:



حضرت زیدؓ کے آزاد غلام جن کو موالی کہا جاتا ہے بہت سے تھے، لیکن ان میں سے دو زیادہ مشہور ہیں، ثابت بن عبید، وہیب۔

وفات:

پچپن، چھپن سال کا سن مبارک تھا کہ پیام اجل آگیا اور ۴۵ھ میں وفات پائی، اس وقت تخت حکومت پر امیر معاویہؓ متمکن تھے اور مروان بن حکم مدینہ منورہ کا امیر تھا۔

حضرت زیدؓ سے دوستانہ تعلقات رکھتا تھا۔ چنانچہ اس نے نماز جنازہ پڑھائی، تمام لوگ سخت غمگین تھے۔ حضرت ابوہریرہؓ نے موت کی خبر سن کر کہا آج حبر

الامہ اٹھ گیا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور سعید بن مسیبؓ بھی جنازہ میں شریک تھے قبر میں لاش اتاری گئی تو حضرت عباسؓ نے نہایت حسرت سے کہا دیکھو علم اس طرح جاتا ہے آج علم کا بڑا حصہ دفن ہو گیا، حسان بن ثابت نے مرثیہ میں یہ شعر لکھا

فمن للقوافي بعد حسان وابنه ۞ ومن للمعالي بعد زيد بن ثابت

حسان اور اس کے بیٹے کے بعد اور زید بن ثابت کے بعد معنی فہمی کا خاتمہ ہے۔

علم و فضل:

قرأت، فرائض، قضا اور فتوی میں وہ نہایت ممتاز تھے۔ قرآن مجید میں علماء کی شان یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ راسخین فی العلم ہوں حضرت زید بن ثابتؓ راسخ فی العلم تھے، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جو صحابہ میں دریائے علم کہلاتے تھے، حضرت زید رضی اللہ عنہ کو راسخین فی العلم میں شمار کرتے تھے۔

قرأت:

اسلام نے جن علوم وفنون کی بنیاد قائم کی، ان میں قرأت ایک ممتاز علم ہے، حضرت زیدؓ کو اس فن میں جس قدر دخل تھا اس کا اعتراف صحابہ کرام اور تابعین کے ہر فرد کو تھا۔ امام شعبی جو علامتہ التابعین تھے کہا کرتے تھے کہ زیدؓ فرائض کی طرح قرأت میں بھی صحابہ سے فوقیت لے گئے۔

قرآن مجید کے ساتھ حضرت زیدؓ کو جو شغف تھا اس کا ظہور ان کے قبول اسلام

کے اس وقت ہو چکا تھا، صرف ۱۱ برس کے سن میں وہ ۱۷ سورتوں کے حافظ ہو چکے تھے باقی زندگی کتابت وحی میں گزری تھی صاحب وحی پر قرآن کا جتنا حصہ اترتا ان کو معلوم ہو جاتا تھا اور وہ اس کو یاد کر لیتے تھے چنانچہ حضور ﷺ کے عہد میں ان کو پورا قرآن حفظ ہو گیا تھا۔

اس بنا پر جب حضرت ابو بکرؓ نے قرآن لکھوایا تو اس خدمت کے لیے حضرت زیدؓ ہی کو منتخب فرمایا اور حضرت عثمانؓ نے اپنے عہد خلافت میں جب اس کی نقلیں کرائیں، تو اس میں حضرت زیدؓ کی شرکت بھی ضروری سمجھی۔

حضرت عمرؓ ابی بن کعبؓ کے مقابلہ میں جو قاریوں کے سردار تھے حضرت زیدؓ کی قرأت کو ترجیح دیتے تھے۔

حضرت زیدؓ کا سلسلہ قرأت دور دور تک پھیلا ہوا تھا، اور چونکہ قرأت قریش کے مطابق پڑھتے تھے اس لیے لوگوں کا رجحان انہی کی قرأت کی طرف تھا، حضرت ابی بن کعبؓ کی زندگی تک اگرچہ وہ مرجع انام نہ ہو سکے لیکن ان کی وفات کے بعد تمام عالم اسلامی ان ہی کی طرف رجوع کرتا تھا، مدینہ منورہ میں حضرت زیدؓ کی ذات اقدس تمام اکناف واطراف کی قبلہ حاجات بنی ہوئی تھی۔

حضرت زیدؓ سے جو قرأت قائم ہوئی تھی وہ چودہ سو برس گزرنے پر بھی باقی ہے۔ ابن عباسؓ، ابو عبد الرحمن سلمیؓ، ابو العالیہ ریاحی، ابو جعفر یہ سب ان کے شاگرد تھے اور آج تک روئے زمین کی ایک ارب سے زائد مسلم آبادی معنوی طور سے ان کے آشانہ پر زانوے تلمذ ہی تہہ کرتی ہے۔

قرآن کے بعد حدیث نبوی کا درجہ ہے، حضرت زیدؓ اگرچہ اور بزرگوں کی طرح کثیر الروایتہ نہ تھے تاہم فن حدیث میں ان کا امتیاز یہ ہے کہ درایت سے کام لیتے تھے، حضرت رافع بن خدیج نے لوگوں سے بیان کیا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے کھیت کرایہ پر اٹھانے کی ممانعت کی ہے زید بن ثابتؓ نے سنا تو کہا خدا رافع کی مغفرت کرے مجھ کو ان سے زیادہ روایت کی حقیقت معلوم ہے واقعہ یہ تھا کہ دو شخص آپس میں جھگڑ رہے تھے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر یہی حالت ہے تو کھیتوں کو کرایہ پر نہ اٹھانا چاہیے لیکر رافع نے صرف اخیر کا ٹکڑا سن لیا۔

حضرت عائشہؓ نے حضرت زبیرؓ کی اولاد سے بیان کیا کہ رسول اللہ نے ان کے یہاں عصر کے بعد دو رکعت نماز پڑھی تھی، ان لوگوں نے انہیں سنت سمجھ کر پڑھنا شروع کر دیا حضرت زید کو معلوم ہوا تو فرمایا خدا عائشہ کی مغفرت کرے ہم کو ان سے زیادہ حدیث کا علم ہے عصر کے بعد نماز پڑھنے کا سبب یہ تھا کہ دو پہر کے وقت رسول اللہ سے ملنے کچھ دیہاتی آ گئے تھے وہ سوال کرتے تھے آپ جواب دیتے تھے یہاں تک کہ ظہر کا وقت آ گیا حضور ﷺ نے ظہر پڑھی اور صرف فرض پڑھ کر مسائل بتانے کو ان کے پاس بیٹھ گئے، جب عصر کا وقت آیا تو ان سے فارغ ہوئے اور مکان پر جا کر یاد آیا کہ ظہر کے فرض کے بعد سنت نہیں پڑھی اس لیے ان کو عصر کے بعد تمام کیا۔ خدا عائشہ رضی اللہ عنھا کی مغفرت کرے مجھے ان سے زیادہ معلوم ہے کہ حضور ﷺ نے عصر کے بعد نماز پڑھنے کی ممانعت فرمائی ہے۔

جو احادیث صحیح ہوتیں اگر ان کی نسبت کوئی سوال کرتا تو تصدیق فرماتے تھے حضرت ابو سعید خدریؓ نے مروان کے سامنے فضیلت صحابہ پر حدیث پڑھی مروان نے کہا تم جھوٹ کہتے ہو زید اور رافع بن خدیج مروان کے برابر تخت پر بیٹھے ہوئے تھے ابو سعیدؓ نے کہا تم ان سے پوچھ سکتے ہو مروان کو برا معلوم ہوا ان کو مارنے کے لیے درہ اٹھایا دونوں بزرگوں نے ابو سعید کی تصدیق کی

حضرت زیدؓ کی زیادہ روایات رسول اللہ ﷺ سے ہیں، آپ نے حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ سے بھی روایت کی۔

ان کے رواۃ میں حدیث اور تلامذہ کا بڑا گروہ ہے جن میں مخصوص حضرات کے نام نامی یہ ہیں حضرت انس بن مالکؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابو سعید خدریؓ، حضرت سہل بن حنیفؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت سہل بن سعدؓ، حضرت عبداللہ بن یزیدؓ خطمی (یہ لوگ صحابہ ہیں) سعید بن مسیب، قاسم بن محمد بن ابی بکر، ابان بن عثمان، خارجہ بن زید (حضرت زید کے بیٹے اور مدینہ کے فقہائے سبعہ میں تھے) سہل بن ابی حثمہ، ابو عمرو، مروان بن حکم، عبید بن سباق، عطاء بن یسار، بسر بن سعید حجر مدری طاؤس، عروہ، سلمان بن زید، ثابت بن عبید، ام سعد (زوجہ تھیں)

حضرت زیدؓ کی احادیث مرویہ کی تعداد نہایت قلیل ہے، یعنی صرف ۹۲ جن میں ۵ متفق علیہ ہیں، اور یہ روایت میں سخت احتیاط کا سبب ہے۔

ورنہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں اکثر حاضر رہتے تھے، آپ سے ہزاروں

حدیثیں سنی ہوں گی، سینکڑوں قسم کے واقعات کا بچشم خود مشاہدہ کیا ہوگا، اس قلت روایت کا سبب ایک حدیث نبوی تھی، جو حضرت زید جیسے ثقہ راویان حدیث کو روایت کے وقت محتاط کر دیتی تھی۔

فرائض:

اگرچہ فقہ میں حضرت زیدؓ کو یہ کمال حاصل تھا اور خود رسول اللہ ﷺ کے عہد مقدس میں وہ منصب افتاء پر سرفراز تھے، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے عہد میں بھی وہ دارالخلافت کے مفتی رہے، لیکن فقہ کے تمام ابواب میں فرائض کا باب حضرت زیدؓ کا خاص فن تھا، رسول اللہ ﷺ نے ایک حدیث میں فرمایا ہے افرض امتی زید بن ثابت یعنی میری امت کے سب سے بڑے فرائض داں زید بن ثابت ہیں، حامل نبوت کی زبان سے یہ فقرہ حضرت زید کی فرائض دانی کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔

حضرت زیدؓ کے عالم فرائض ہونے کا تمام صحابہ کو اعتراف تھا، حضرت عمر نے خطبہ جابیہ میں ہزاروں آدمیوں کے سامنے حضرت زید کا نام اس حیثیت سے پیش کیا تھا کہ:

من كان يريد ان يسال من الفرائض فليات زيد ابن ثابت.

یعنی جس کو فرائض کے سوالات کرنا ہوں زید بن ثابتؓ کے پاس جائے۔

ان کے کمالات کا اعتراف حضرت عمرؓ کو حضرت زیدؓ کی علمی قابلیت کا اس درجہ پاس تھا کہ مدینہ سے باہر ان کو کہیں نہ جانے دیتے تھے۔ مختلف مقاموں میں

بڑے بڑے عہدے خالی ہوتے امور مہمہ کی انجام دہی کی ضرورت ہوتی اور ان کے لیے لوگوں کے نام پیش کیے جاتے تو حضرت عمرؓ ان میں سے کسی کا انتخاب فرما دیتے مگر جب زید کا نام پیش ہوتا تو حضرت عمرؓ فرماتے کہ زیدؓ میری نظروں سے گر نہیں گئے، لیکن کیا کروں شہر والے ان کے محتاج ہیں، کیونکہ جو چیز ان کے پاس ہے کسی کے پاس نہیں

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہا کرتے تھے کہ زیدؓ خلافت فاروقی کے عالم اور حبر تھے۔ تمام لوگوں کو حضرت عمرؓ نے شہروں اور ملکوں میں پھیلا دیا تھا اور فتویٰ یا رائے دینے سے منع کر دیا تھا لیکن زیدؓ مدینہ میں بیٹھ کر اہل مدینہ اور تمام آنے جانے والوں کو فتویٰ دیتے تھے ہاں سعید بن مسیب مجتہد ہونے کے باوجود فتویٰ اور فیصلوں میں حضرت زیدؓ کے ہی متبع تھے۔ جب کوئی مشکل مسئلہ آجاتا اور لوگ دوسرے صحابہ کے اجتہادات بیان کرتے تو سعید ان سے پوچھتے کہ زیدؓ نے کیا کہا؟ زید بن ثابت فیصلوں کے سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔ اور جن مسائل کے متعلق حدیث وارد نہیں ہے۔ ان کے بتاتے وقت زیادہ بصیرت رکھنے والے تھے ان کا کوئی قول ہو تو پیش کرو۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے زمانہ میں دارالہجرۃ مدینہ کے امام تھے۔ اور آج بھی فقہ وحدیث میں لاکھوں آدمیوں کے لیے امام مطلق ہیں۔ کہا کرتے تھے کہ حضرت عمرؓ کے بعد زید بن ثابتؓ مدینہ منورہ کے امام تھے، اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرائض کے تمام مسائل میں حضرت زیدؓ کی تقلید کی ہے۔

علم فرائض کی تدوین:

فرائض کا فن نہایت مشکل ہے قرآن مجید میں اگرچہ مجملاً فرائض کے تمام مہمات مسائل بیان کر دیئے گئے ہیں، لیکن ان کی تفصیل رسول اللہ ﷺ کے اقوال و افعال و صحابہ کے قضا اور فتاوی سے ہوتی ہے، قرآن مجید میں میراث و وصیت کے متعلق جو کچھ مذکور ہے وہ نہایت مختصر ہے، میراث زوج میراث زوجہ اولاد ذکور اولاد اناث ماں باپ بھائی بہن کلالہ اور دیگر چند قسم کے ورثاء کا تذکرہ آیا ہے اور ان کے حصول کی مقدار کی تعیین کر کے کہہ دیا گیا ہے کہ جو شخص خدا کے ان حدود سے متجاوز ہوگا اپنے نفس پر ظلم کرے گا رسول اللہ ﷺ نے اپنے فیصلوں میں اس اجمال کی تفصیل کی، آپ کے بعد زید بن ثابت نے اس فن کو اتنی ترقی دی کہ آگے چل کر اس پر کتابیں لکھی گئیں اور فرائض ایک مستقل فن بن گیا۔

حضرت زیدؓ سے فرائض میں جلیل القدر صحابہ فتویٰ پوچھتے تھے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جن کا فضل و کمال تمام صحابہ رضی اللہ عنہ کو تسلیم تھا، حضرت زیدؓ سے استفتاء کرتے تھے۔

حضرت عمرؓ کے ایک غلام نے وفات پائی تو ابن عمر نے پوچھا کہ متروکہ میں عمر کی لڑکیاں بھی حصہ پائیں گی؟ حضرت زید نے کہا کہ میرے نزدیک تو نہ دینا چاہیے لیکن تم چاہو تو دے سکتے ہو، ابن عمر نے اس پر یہاں تک عمل کیا کہ حضرت عمرؓ کے جتنے غلام مرے کسی کے مال میں لڑکیوں کا حصہ نہیں لگایا۔

اہل یمامہ کے قتل میں حضرت ابو بکرؓ نے زید کے فتویٰ کے متعلق فیصلہ کیا تھا یعنی

جو لوگ زندہ بچ گئے تھے ان کو مردوں کا وارث ٹھہرایا تھا یہ نہیں کیا کہ مردوں کو باہم وارث بنا دیتے، طاعون عمواس میں جب خاندان کے خاندان صاف ہو گئے اس وقت حضرت عمرؓ نے بھی حضرت زید کی اس رائے پر فیصلہ کیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ جو صحابہ کے میں حبر اور بحر کہلاتے تھے حضرت زیدؓ کے جوابات سے تسکین پاتے تھے۔

ایک روز اپنے شاگرد عکرمہؓ کو بھیجا کہ زید سے پوچھو کہ ایک شخص مر گیا ہے اور زوجہ اور والدین چھوڑے ان میں ورثہ کیسے تقسیم ہو گا۔ حضرت زیدؓ نے کہا بیوی کو نصف باقی نصف میں ماں کو ثلث اور باپ کو بقیہ، ابن عباس کا خیال اس کے خلاف تھا وہ ماں کو کل مال کا ثلث دلاتے تھے چنانچہ کہلا بھیجا یہ قرآن میں ہے یا آپ کی رائے ہے حضرت زیدؓ نے کہا میری ذاتی رائے یعنی استنباط ہے میں ماں کو باپ پر فضیلت نہیں دے سکتا۔

دور دراز ممالک سے فتویٰ آتے تھے اور حضرت زیدؓ ان کا جواب لکھ کر بھیجتے تھے۔ امیر معاویہؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں ایک خط کے ذریعے سے دادا کے متعلق استفتاء کیا تھا۔

حضرت زیدؓ نے اس کے جواب میں فرمایا

بسم الله الرحمن الرحيم لعبد الله معاوية امير المومنين من زيد بن ثابت اني رأيت من نحو قسم امير المومنين عمر بين الجدو الاخوة واحدة قسم لها الثلث فان كان كانتا اختين مع الجد قسم لها الشطر فان كان

للجد اخوات فانه يقسم للجد الثلث، فان كانوا اكثر من ذالک فانی لم اره حسبت ينقض الجد من الثلث شياء. ثم ما خلص للاخواة من ميراث اخيهم بعد الجد فان بنی الاب والام هم اولى بعضهم من بعض بما فرض الله لهم دون نبی العلة فلذلك حسبت نحو امن الذی كان امير المومنين عمر يقسم بين الجد والاخوة من الاب ولم يكن يورث الاخوة من الامالذی ليس من الأب مع الجد شياء ثم حسبت امير المومنين عثمان بن عفان كان يقسم بين الجد والاخوة نحو الذي كتبت به اليك في هذه الصحيفة

حضرت زیدؓ نے فرائض کے مسائل حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ترتیب دیئے، متعدد مسائل کا استنباط کیا قرآن مجید نے وراثت کے متعلق جو کچھ بیان کیا وہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں، حضرت زیدؓ کی فہم و عقل نے نئے نئے حالات پیدا کئے جو علم الفرائض کا جزو بن گئے، میراث موالی، میراث ولد الابن، میراث ولد ملاعنہ، میراث الولد من ابیہ وامہ من میراث الجد من لا میراث لہ، مانعین وراثت، اور اس قبیل کے دوسرے مسائل حضرت زیدؓ کی فکر رسا اور دماغ نکتہ سنج کی پیدا کردہ ہیں۔

حضرت زیدؓ نے دادا کی میراث کی نسبت جو فیصلہ کیا تھا، صحابہ میں اس کے بہت سے مخالف موجود تھے، لیکن صحت اور اتفاق عام کا دامن حضرت زیدؓ ہی کے ہاتھ میں تھا۔

دادا کی میراث علم فرائض کا نہایت معرکۃ الآرا مسئلہ ہے، اور خود حضرت زیدؓ نے

اس کی نسبت مختلف خیالات ظاہر کیے ہیں۔ مگر جس رائے پر وہ اخیر وقت تک قائم تھے فاروق اعظمؓ اور حضرت عثمانؓ نے بھی اس کو قابل عمل تصور کیا۔

اسلام میں دادا کا حصہ سب سے پہلے حضرت عمرؓ نے لیا ان کا ایک پوتا فوت ہوا تو کل جائیداد کا اپنے کو مستحق سمجھتے تھے، لوگوں نے اس کے خلاف رائے دی حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت زید رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچے اس وقت وہ کنگھی کر رہے تھے اور کنیز بال درست کرتی جاتی تھی، پوچھا آپ نے کیوں تکلیف کی مجھ کو بلا لیا ہوتا، حضرت عمر نے فرمایا یہ وحی نہیں تھی کہ جس میں گھٹنے بڑھنے کا احتمال ہوتا ایک مسئلہ کے متعلق مشورہ کرنے آیا ہوں

اگر تمہاری رائے میرے موافق ہوگی تو عمل کروں گا ورنہ تم پر کوئی الزام نہیں، زیدؓ نے ایسی صورت میں رائے دینے سے انکار کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ پریشان چلے آئے۔

ایک روز پھر گئے زیدؓ نے کہا میں اس کو لکھ کر پیش کروں گا چنانچہ اس کو شجرہ کی شکل میں مرتب کر کے دیا حضرت عمرؓ نے مجمع عام میں خطبہ دیا اور کہا کہ زید بن ثابتؓ نے لکھ کر میرے پاس بھیجا ہے۔ میں اس کو نافذ کرتا ہوں۔

اگرچہ حضرت زیدؓ نے علم فرائض کی تدوین کی، اس کے مختلف جزئیات کا استخراج کیا، متعدد نئے مسائل پیدا کیئے، لیکن ان کے لیے ان میں سب سے اہم اور اشرف مسئلہ عول کی ایجاد ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ عول کے موجد حضرت عباسؓ ہیں جو روایت اور

درایت دونوں کے خلاف ہے۔اول تواس واقعہ کی کوئی سند نہیں اور ہم نے جو واقعہ بیان کیا ہے وہ سند صحیح سے مروی ہے یعنی عبدالرحمن ابی زناد نے خارجہ سے روایت کیا، جو خود حضرت زیدؓ سے روایت کرتے ہیں، دوسرے یہ کہ حضرت عباسؓ کو فرائض اور حساب میں دخل نہ تھا۔اس لیے اس قسم کی ایجادیں ان کی طرف منسوب کرنا ہدایتہ عقل کے خلاف ہے۔

حضرت زیدؓ نے علم فرائض کی جو کچھ خدمت کی وہ مذکورہ بالا واقعات سے واضح ہو گئی اور حامل نبوت کا یہ ارشاد کہ میری امت کے سب سے بڑے فرائض داں زیدؓ ہیں۔ حرف بحرف پورا اترا، حضرت زید کی اس غیر معمولی ذہانت وذکاوت، جودت فکر اور دماغ ودل پر اس دور کے علماء کو تعجب ہوتا ہے۔

فقہ:

فرائض کی طرح وہ فقہ میں بھی مجتہدین صحابہ میں تھے، اور خود رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں فتویٰ دیتے تھے، حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور اور امیر معاویہؓ کی خلافتوں میں بھی وہ مدینہ منورہ کے مفتی اعظم تھے فقہائے صحابہ کے تین طبقے ہیں، حضرت زید رضی اللہ عنہ کا پہلے طبقے میں شمار ہوتا تھا، انہوں نے اپنی زندگی میں جس قدر فتویٰ دیئے، ان کی تعداد نہایت کثیر ہے اگر سب کو ایک جگہ جمع کر دیا جائے تو کئی ضخیم جلدیں تیار ہو سکتی ہیں۔

حضرت زیدؓ کی فقہ انہی کے زمانہ میں قبول عام کی سند حاصل کر چکی تھی۔ حضرت سعید ابن مسیبؒ کہا کرتے تھے کہ زید بن ثابت کا کوئی قول ایسا نہیں جس پر لوگوں

نے بالا جماع عمل نہ کیا ہو صحابہ میں سینکڑوں ایسے تھے جن کے قول پر کسی نے عمل نہیں کیا، لیکن حضرت زیدؓ کے فتووں پر ان کی زندگی ہی میں مشرق و مغرب عمل پیرا تھے۔

لوگوں کا خیال ہے کہ علم فقہ کی شہرت و وسعت کا باعث صحابہ کرام میں چار بزرگوں کی ذات تھی، زید بن ثابتؓ، عبد اللہ بن مسعودؓ، عبد اللہ بن عمرؓ، عبد اللہ ابن عباسؓ چنانچہ انہی کے تلامذہ سے آفاق عالم میں علم و دین کی اشاعت ہوئی۔

لیکن مدینہ منورہ جو اسلام کا سرچشمہ اصل اور نبوت کا دار القرار تھا حضرت زیدؓ کے اصحاب کی بدولت علوم و فنون کا مرکز تھا۔

فقہائے صحابہ کی دو مجلسیں تھیں ایک کے رئیس حضرت عمرؓ تھے اور دوسری کے حضرت علی۔ حضرت زیدؓ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں شریک تھے یہاں مسائل علمیہ پر بحث ہوتی تھی اور اہم اور مشکل مسائل طے کیے جاتے تھے۔

یوں تو حضرت زید رضی اللہ عنہ کا فیض ہر وقت جاری رہتا تھا تاہم اس کے لیے ایک وقت بھی مخصوص تھا اور مسجد نبوی میں جو زیارت گاہ عام تھی، اور حضرت زید کے مکان سے ملحق تھی، فتویٰ دینے کے لیے بیٹھتے تھے۔

حضرت زیدؓ کے مسائل فقہ کے اکثر ابواب پر حاوی تھے۔

فارسی رومی، عبرانی، سریانی، قبطی، حبشی زبانیں:

حضرت زیدؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ارشاد کے مطابق عبرانی اور سریانی زبانیں سیکھی تھیں۔ ذہانت کا یہ حال تھا کہ پندرہ روز کی کوشش میں بلا تکلف خط لکھنے لگے

تھے، بعد میں اس کو اور بھی ترقی دی، یہاں تک کہ توراۃ وانجیل کی زبانوں کے عالم بن گئے یہ عام روایت ہے، لیکن مسعودی نے لکھا ہے کہ ان کو فارسی، رومی، قبطی اور حبشی زبانیں بھی آتی تھیں، جن کو انہوں نے مدینہ میں ان زبانوں کے جاننے والوں سے سیکھا تھا۔

حساب:

عرب میں حساب کا مطلق رواج نہ تھا اس لیے اسلام کے ابتدائی زمانہ میں خراج کا حساب رومی یا ایرانی کرتے تھے۔ عربوں کو ہزار سے اوپر گنتی بھی معلوم نہ تھی، عربی میں اسی کے اوپر کے عدد کے لیے کوئی لفظ نہیں ہے لیکن حضرت زیدؓ کو حساب میں اس قدر دخل تھا کہ فرائض کے پیچیدہ سے پیچیدہ مسائل اس کے ذریعہ سے حل کر لیتے تھے اس کے ماسوا مال کی تقسیم بھی کر سکتے تھے۔ چنانچہ غزوہ حنین میں جو ۸ ہجری میں ہوا تھا اور جس میں تقریب ۱۲ ہزار آدمی شریک تھے انہی کی مردم شماری اور لگائے ہوئے حصوں کے بموجب حضور ﷺ نے مال تقسیم فرمایا تھا انہوں نے پہلے لوگوں کی تعداد معلوم کی پھر مال غنیمت کو اس عدد پر پھیلا دیا چند سرداروں کو مستثنیٰ کر کے جن کو بڑی رقمیں دی گئی تھیں فی کس ۴ اونٹ اور چالیس بکری حصہ میں پڑیں۔ سواروں کو اس کا تگنا یعنی ۱۲ اونٹ اور ۱۲۰ بکریاں عطا کی گئیں۔ جنگ یرموک کا مال غنیمت بھی جب مدینہ آیا تو حضرت زیدؓ ہی نے تقسیم کیا تھا۔

خط وکتاب:

عرب میں اسلام سے قبل تحریر کا رواج کم تھا، قدیم سے قدیم روایتیں قوت حافظہ کی بناء پر مشہور ہوئی تھیں، حضرت زیدؓ لکھنا جانتے تھے اور اپنے زمانہ کے مشہور خطاط تھے فرامین عہد نامے اور خطوط کے سوا نقشے عمدہ بناتے تھے۔

حضرت عمرؓ کے عہد میں عرب کا مشہور قحط عام الرمادہ رونما ہوا تو اس کے انتظام کے لیے عمرو بن العاص گورنر مصر کو فرمان لکھا کہ وہ مصر سے غلہ روانہ کریں، عمروؓ نے ۲۵ جہاز غلہ سے بھرے ہوئے دار الخلافت روانہ کیئے حضرت عمرؓ کو جہازوں کی آمد کا سخت انتظار تھا خود چند صحابہ کو لے کر جن میں زید بھی تھے جار نامی ایک بندرگاہ پر جو مدینہ سے قریب واقع تھی، تشریف لے گئے غلہ آیا تو جار میں گودام بنوا کر اس میں غلہ بھروادیا اور زید بن ثابتؓ کو ہدایت کی کہ ایک نقشہ قحط زدوں کا تیار کریں جس میں ان کا نام اور عملہ کی مقدار لکھی ہو اس حکم پر حضرت زیدؓ نے رجسٹر بنا کر ہر شخص کو کاغذ کی چکیں تقسیم کیں جن کے نیچے حضرت عمر کی مہر ثبت تھی اسلام میں چک اور اس میں مہر لگانے کا یہ پہلا واقعہ تھا جو حضرت زیدؓ کی بدولت وقوع پذیر ہوا۔

اخلاق وعادات:

اسلام کی غرض اصلی مکارم اخلاق کی تتمیم و تکمیل ہے حضرت زیدؓ کا اخلاق جن محاسن و فضائل کا مجموعہ تھا اس کے نمایاں اجزاء حب رسول، امر بالمعروف، نصح

امراء، حمیت ملی تھے۔

رسول اللہ ﷺ کی محبت کی بناء پر حضرت زید دربار نبوت میں اکثر حاضر رہتے تھے، صبح کو بستر خواب سے اٹھ کر سیدھے حضور ﷺ کی خدمت میں آجاتے بعض اوقات اتنا سویرا ہوتا کہ سحری حضور ﷺ کے ساتھ کھاتے آپ ان کو اپنے حجرہ میں بلا لیتے تھے۔ ایک روز حضور ﷺ کے پاس گئے تو آپ سحری میں چھوہارے نوش فرمارہے تھے ان سے شرکت کے لیے ارشاد ہوا انہوں نے کہا کہ میں روزہ کا ارادہ کر چکا ہوں۔ آپ نے فرمایا میرا ابھی تو یہی ارادہ ہے، غرض حضرت زید نے حضور ﷺ کے ساتھ سحری کھائی، تھوڑی دیر کے بعد جب نماز کا وقت آیا تو حضور ﷺ کے ساتھ مسجد گئے اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔

حضرت زیدؓ اکثر رسول اللہ کے پہلو میں بیٹھ جاتے گئے تھے آپ غایت بے تکلفی کی بنا پر ان کی ران پر اپنا زانوے مبارک رکھ دیتے ایک روز اسی حالت میں وحی نازل ہوئی، حضرت زید کا بیان ہے کہ زانوئے مقدس اتنا گراں ہو گیا کہ میرے لیے اس کا تحمل دشوار ہو گیا، معلوم ہوتا تھا کہ میری ران چور چور ہو جائے گی، لیکن ادب کا یہ حال تھا کہ زبان سے اف تک نہ کی اور خاموش بیٹھے رہے

ارشاد نبوی کی تعمیل کا یہ حال تھا کہ ایک بار وہ امیر معاویہ کے پاس شام گئے اور ایک حدیث روایت کرنے کی نوبت آئی امیر معاویہ نے ایک شخص سے کہا کہ اس کو لکھ لو۔ حضرت زیدؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ نے حدیث قلم بند کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔

یہ کہہ کر اس کو مٹا دیا [بعد میں آپ نے اجازت دے دی تھی]

امراء کے مقابلہ میں بھی سنت نبوی کی تبلیغ سے غافل نہ رہتے تھے مروان بن حکم اموی مدینہ منورہ کا امیر تھا وہ مغرب میں چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھتا تھا، حضرت زیدؓ نے فرمایا ایسا کیوں کرتے ہو حضور ﷺ تو طویل سورتیں پڑھا کرتے تھے۔ صحابہ اور تابعین سے بھی اگر ناواقفیت کی بنا پر خلاف سنت کوئی فعل سرزد ہو جاتا تو زید ان کو تنبیہ فرماتے تھے۔ ایک مرتبہ شرحبیل بن سعدؓ نے بازار میں ایک چڑیا پکڑی تھی، زیدؓ نے دیکھ لیا پاس جا کر ایک تھپڑ مارا اور چڑیا چھین کر اڑا دی اور کہا کہ او اپنے نفس کے دشمن تجھ کو معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کو حرم قرار دیا ہے۔

انہی شرحبیل کو ایک باغ میں جال لگاتے دیکھا تو زور سے چلائے کہ یہاں شکار کھیلنے کی ممانعت ہے۔

شام سے ایک شخص زیتون کا تیل فروخت کرنے مدینہ لایا بہت سے تاجروں نے معاملہ کیا عبداللہ بن عمرؓ نے بھی بات چیت کی اور اس سے خرید لیا مال ابھی وہیں رکھا تھا کہ دوسرا خریدار پیدا ہو گیا اس نے ابن عمرؓ سے کہا کہ اتنا نفع دیتا ہوں مجھ سے سودا کر لیجیے بات کے پختہ کرنے کے لیے ابن عمر اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ مارنا چاہتے تھے کہ پیچھے سے کسی نے ہاتھ پکڑ لیا دیکھا تو زید بن ثابتؓ تھے ابن عمرؓ سے کہا ابھی نہ بیچو۔ پہلے مال یہاں سے اٹھوا لو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کی ممانعت فرمائی ہے۔

ایک مرتبہ دو پہر کے وقت جناب زیدؓ مروان کے محل سے نکلے شاگردوں نے دیکھ لیا خیال ہوا کہ اس وقت کسی وجہ سے گئے ہوں گے بڑھ کر پوچھا حضرت زیدؓ نے کہا کہ اس وقت اس نے چند حدیثیں پوچھی تھیں میں نے اس سے کہا کہ تین خصلتوں سے مسلمان کے قلب کو کبھی انکار نہ ہو گا خدا کے لیے عمل کرنا، ولاۃ الامر کو نصیحت کرنا، جماعت کے ساتھ رہنا۔

حضرت زیدؓ اگرچہ غیر مسلم اقوام سے نفرت نہ کرتے تھے تاہم ان میں حمیت ملی اور قومی پورے جوش کے ساتھ موجود تھی۔

ایک مرتبہ حضرت عبادہ بن صامت انصاری کہ بڑے رتبے کے صحابی تھے، بیت المقدس گئے اور عمارت مقدس کے اندر جانا چاہا ایک نبطی سے کہا میرا گھوڑا پکڑ لو۔ اس نے انکار کیا۔ حضرت عبادہؓ نے اس کو ڈانٹا اور خوب مارا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے کہا کہ تم نے یہ کیا کیا عیادہ نے جواب دیا کہ میں نے اس سے گھوڑا پکڑنے کے لیے کہا تھا اس نے انکار کیا میرا مزاج تیز ہے اس کو مار بیٹھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تم سے قصاص لیا جائے گا۔ زید بن ثابتؓ موجود تھے ان سے ایک صحابی کی ذلت نہ دیکھی گئی، حضرت عمر سے کہا کہ آپ ایک غلام کے بدلے اپنے بھائی کو ماریں گئے ان کے کہنے پر حضرت عمرؓ نے جرمانہ پر اکتفا کیا اور حضرت عبادہؓ کو دیت دینا پڑی۔

اسی طرح جب حضرت عمرؓ شام میں تھے تو خبر ملی کہ ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کر دیا، حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ مسلمان قتل کر دیا جائے، حضرت زیدؓ نے

بڑی مشکل سے سمجھا کر قتل کی بجائے دیت پر راضی کیا۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کی عصبیت کچھ ذمیوں ہی کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ مسلمانوں کے ساتھ بھی بعض صورتوں میں ظاہر ہوتی تھی، حضرت عثمانؓ نے ان کے غلام کا وظیفہ دو ہزار مقرر کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ غلام اور آزاد میں کیا فرق رہ جاتا ہے؟ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سمجھا کر ایک ہزار پر راضی کیا۔

طبعاً خاموشی اور سکوت کو پسند کرتے تھے، مجلس میں بیٹھتے تو مجسمہ تسکین و وقار معلوم ہوتے تھے۔

خلفاء سے دوستانہ تعلقات رکھتے تھے حضرت عمرؓ کے اصحاب صحبت میں تھے۔ حضرت عثمانؓ سے اتنے وسیع تعلقات تھے کہ عثمانی کہلاتے تھے، حضرت عثمانؓ ان کو نہایت محبوب رکھتے تھے حضرت علیؓ کو بھی محبوب رکھتے تھے اور ان کی فضیلت کے قائل تھے امیر معاویہؓ سے بھی مراسم تھے۔ شام جانا ہوا تو ان کے مکان پر تشریف لئے گئے۔ اور جب مروان بن حکم مدینہ کا امیر ہو کر آیا تو اس سے بھی ربط ضبط رہا۔

مروان اپنی سیاست میں شہرہ آفاق ہے حضرت زیدؓ سے اس کے دوستانہ تعلقات تھے لیکن وہ موقع پر سیاست سے باز نہ آتا تھا زید بن ثابت کو بلا کر ایک دن کچھ پولیٹیکل سوالات کیے۔ حضرت زیدؓ جواب دے رہے تھے کہ یکایک نظر پڑی کہ پردے کے پیچھے کچھ لوگ لکھ رہے ہیں، حضرت زیدؓ نے فوراً کہا کہ میرا عذر قبول کیجیے۔ میں نے جو کچھ کہا تھا وہ میری ذاتی رائے تھی۔

حضرت زیدؓ اگرچہ نہایت منکسر المزاج تھے۔ لیکن چونکہ بڑے جلیل القدر عالم تھے اس لیے کبھی کبھی زبان سے حرف ادعا بھی نکل جاتا تھا ایک مرتبہ حضرت رافع بن خدیجؓ نے ایک حدیث میں غلطی کی تو حضرت زیدؓ نے کہا کہ خدا ان کی مغفرت کرے ۔ مجھ کو ان سے زیادہ حدیث معلوم ہے اسی طرح حضرت عائشہؓ کے ساتھ بھی اس قسم کا واقعہ پیش آیا۔ ان کے علم و وقار کی بناپر صحابہ اور علماء سے لے کر امراء و حکام تک ان کی عزت و تعظیم کرتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ زید کی اس قدر تکریم کرتے تھے کہ ایک مرتبہ وہ گھوڑے پر سوار ہونے کو چلے تو ابن عباسؓ نے رکاب تھام لی، حضرت زیدؓ نے کہا آپ رسول اللہ ﷺ کے چچیرے بھائی ہیں ایسا نہ کیجیئے ابن عباسؓ نے کہا کیا خوب؟ علماء اور اکابر کے ساتھ ایسا ہی کرنا چاہیے۔

مروان بن حکم اموی جو حضرت ابو سعید خدریؓ جیسے جلیل القدر صحابی کو کوڑے مار نے اٹھا تھا، حضرت زید کی اتنی عظمت کرتا تھا کہ اپنے برابر تخت پر جگہ دیتا تھا۔

حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ

نام و نسب:

زیاد نام، ابو عبد اللہ کنیت، قبیلہ خزرج کے خاندان بیاضہ سے ہیں سلسلہ نسب یہ ہے زیاد بن لبید بن ثعلبہ بن سنان بن عامر بن عدی بن امیہ بن بیاضہ بن عامر بن زریق عبد حارثہ بن مالک بن غضب بن جشم بن خزرج

بیعت عقبہ میں شریک تھے جب مدینہ میں مہاجرین کی آمد شروع ہوئی تو انصار کی ایک جماعت کہ چار آدمیوں سے مرکب تھی، مکہ پہنچی، جس میں ایک حضرت زیادؓ تھے وہاں سے بہت سے صحابہ کے ساتھ مدینہ واپس آئے۔ اس بنا پر یہ لوگ انصاری بھی تھے۔ اور مہاجر بھی

غزوات:

بدر، احد، خندق اور تمام غزوات میں شریک تھے۔

۹ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یمن کا حاکم بنایا، یہ ملک ۵ حصوں پر تقسیم تھا۔ حضرت زیادؓ حضر موت کے عامل تھے، صدقات کا محکمہ بھی ان کے زیر ریاست تھا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد جب اہل یمن مرتد ہوگئے اور زکوۃ بند کر دی تو حضرت ابو بکرؓ نے زید رضی اللہ عنہ کو اس بارے میں لکھا، انہوں نے شاہان کندہ پر شب خون مار کر فتح حاصل کی اشعث بن قیس کا محاصرہ کر کے شکست دی، اور اس کو دار الخلافت

روانہ کیا حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں

و كان له بلاء حسن في قتال اهل الردة

یعنی انہوں نے مرتدین کی جنگ میں بڑی جانبازی دکھائی۔

خلافت صدیقی اور فاروقی میں بھی اس خدمت پر ممتاز رہے اسکے اس فرض سے سبکدوشی کے بعد کوفہ کی سکونت اختیار کی، بعض کا خیال ہے کہ شام میں قیام کیا۔

وفات:

۴۱ھ میں انتقال ہوا۔ یہ امیر معاویہ کی حکومت کا پہلا سال تھا۔

فضل وکمال:

زیادؓ فقہائے صحابہ میں تھے۔ صحیح ترمذی میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ علم کے اٹھنے کا وقت آ پہنچا زیادؓ نے عرض کی یہ کیسے ہو سکتا ہے اب تو علم لوگوں کے رگ وپے میں سرایت کر چکا ہے ارشاد ہوا

ثکلتک امک یا زیاد ان کنت لا راك من افقه رجل بالمدينة اوليس اليهود والنصاری يقرؤن التوراة والانجيل ولا ينتفعون بشیء

یعنی اے زیاد تیری ماں تجھ کو روئے میں تجھ کو نہایت سمجھ دار شخص خیال کرتا تھا کیا دیکھتے نہیں کہ یہود و نصاری تورات وانجیل پڑھتے ہیں، لیکن ان سے کچھ نفع نہیں اٹھاتے۔

حضرت عبادہؓ نے اس حدیث کو سنا تو فرمایا سچ ہے سب سے پہلے خشوع اٹھ رہا مالک،

جبیر بن نفیر، سالم بن ابی الجعدان کی مسند فضل وکمال کے حاشیہ نشین ہیں۔

حضرت زید بن دثنہ رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

نام نامی حضرت زید ہے قبیلہ خزرج کے خاندان بیاضہ سے ہیں سلسلہ نسب یہ ہے زید بن دثنہ بن معاویہ بن عبید بن عامر بن بیاضہ بن عامر بن زریق بن عبد حارث بن مالک ابن غضب بن جشم بن خزرج۔

غزوات:

بدر اور احد میں شریک تھے غزوہ احد کے بعد قبیلہ عضل اور قارہ کے کچھ لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ چند صحابہ جو قرآن اور فقہ کی تعلیم دے سکیں، ہمارے یہاں بھیجیے ان اطراف میں اسلام پھیل رہا ہے ان کی درخواست پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حبیب اور زید اور بعض اور لوگوں کو روانہ فرمایا راستہ میں بیر معونہ پر معرکہ پیش آیا حضرت خبیب رضی اللہ عنہ اور زید رضی اللہ عنہ مشرکین کے ہاتھوں اسیر ہو گئے۔ وہ لوگ ان بزرگوں کو ہاتھ باندھ کر مکہ لائے اور صفوان بن امیہ کے ہاتھ فروخت کیا، صفوان نہایت خوش تھا کہ اپنے باپ کے عوض ان کو قتل کروں گا۔

شہادت:

رائے و مشورہ کے بعد تنعیم مقتل قرار پایا، صفوان نے اپنے غلام کو جس کا نام قسطاس تھا حکم دیا کہ ان کو تنعیم لے چلو۔
قتل گاہ پہنچے تو عجیب آزمائش کا وقت تھا ابو سفیان نے پوچھا زید تمہیں خدا کی قسم! سچ سچ بتانا اگر تمہارے بجائے محمد ﷺ ہوں، اور ہم ان کی گردن ماریں اور تم اپنے گھر محفوظ رہو تو تم اس کو پسند کرتے ہو حضرت زیدؓ نے فرمایا" واللہ مجھے یہ بھی منظور نہیں کہ محمد ﷺ کے کانٹا چبھے اور میں اپنے گھر میں بیٹھا رہوں ابو سفیان اس فقرہ کو سن کر دنگ رہ گیا اور اس عالم میں زبان سے نکلا کہ محمد ﷺ کے اصحاب ان سے جس قدر محبت کرتے ہیں دنیا میں کسی کے دوست ایسے گرویدہ نہیں۔اس کے بعد ان کو قتل کیا گیا یہ ۳ ہجری کا افسوس ناک واقعہ ہے۔

تعارف مؤلف

نام: مولانا ڈاکٹر عبد الغنی طارق لُدھیانوی مدظلہ

ولادت: 18-10-1964

مقام ولادت: تلمبہ / میاں چنوں

تعلیم: جامعہ قادریہ رحیم یار خان، جامعہ مخزن العلوم خانپور، جامعہ رشیدیہ ساھیوال
تفسیر، نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

فراغت: جامعہ اشرفیہ لاہور

تدریس: جامعہ قادریہ / جامعہ خدیجۃ الکبریٰ، جامعہ حمیرا اللبنات

منصب: مدیر جامعہ حمیرا اللبنات، ورئیس مجلس تحقیقات علمیہ رحیم یار خان

اسفار: مصر، سوڈان، یمن، ابوظہبی، دبئی، ساؤتھ افریقہ، بوٹ سوانہ، بنگلہ دیش، سری لنکا، ترکیا، ازبکستان، بحرین، قطر، کینیا

اسفار حرم: اللہ کے فضل و کرم سے حرمین شریفین کے بے شمار سفر

خلافت:
* حضرت خواجہ عین اللہ المظہری الافغانی القریشی
* حضرت حافظ نور محمد ابن محمد یٰسین نقشبندی، انڈیا
* پیر طریقت حضرت مولانا افتخار احمد نقشبندی مجددی مدظلہ، انڈیا
* حضرت اقدس مولانا محمد یامین قاسمی مدظلہ، انڈیا
* حضرت اقدس مولانا ظریف احمد قاسمی ندوی مدنی مدظلہ، انڈیا

تصانیف: 120 تصانیف وتراجم، خلاصہ القرآن، انوار السنن،
آپ بیتی چہار جلد، بستان السلوک، اصابہ، منتخب کنز العمال
حکم المسح علی الجوربین، فقہی احکام، سیرت صحابہ وسیرت رسول اکرم ﷺ